مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ ۗ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا

محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے والد نہیں ہیں بلکہ خدا کے پیغمبر اور نبیوں (کی نبوت) کی مہر (یعنی اس کو ختم کردینے والے) ہیں اور خدا ہر چیز سے واقف ہے

فروغ فکر و آگہی کے لیے

ماہنامہ پیام اسلام آباد

ABC سے تصدیق شدہ اشاعت

نومبر/دسمبر ۲۰۲۲ء

ختمِ نبوت نمبر

- قرآن اور ختم نبوت
- شیعہ تفاسیر (اردو) میں مسئلہ ختم نبوت ایک جائزہ
- خاتم النبیین
- تحفظ ختم نبوت اور مرزائیت کا بطلان
- ختم نبوت کا عقلی پہلو
- نہج البلاغہ اور ختم نبوت
- ختم نبوت شریعت اسلام کے عقلی پہلو
- ختم نبوت
- نہج البلاغہ میں بیان ختم نبوت کے اسالیب
- بہائیت، مطالعہ و تجزیہ

حکومت پنجاب کی طرف سے تعلیمی اداروں اور پبلک لائبریریز کے لیے منظور شدہ

ماہنامہ پیام اسلام آباد

فروغ فکر و آگہی کے لیے

جلد 27 شمارہ 09-12

ABC سے تصدیق شدہ اشاعت

Regd. No. ID 311

ISSN 1562-0018

PO Box No 416
Islamabad
051-2218005
+92 306 5566771

شمارہ ھذا: -/250 روپے زر سالانہ -/1000 روپے

زر سالانہ امریکہ، کینیڈا، یورپ -/190 ڈالر

مڈل ایسٹ -/90 ڈالر

ukhuwat@gmail.com

publications@albasirah.com
www.albasirah.com

کرنل (ر) اعجاز حسین نے ... اسلام آباد سے چھپوا کر ... اسلام آباد سے شائع کیا۔

بسم الله الرحمن الرحيم

اجمال پیام

اداریہ

ختم نبوت پر ایمان تمام مسلمانوں کا مسلمہ عقیدہ ہے۔ اس عقیدے کو کمزور کرنے کے لیے متعدد سازشیں کی گئی ہیں مگر مسلمانوں کی بیدار مذہبی اور سیاسی قیادت نے ان سازشوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور انھیں علمی، فکری اور عملی میدان میں شکست فاش دی۔ انگریز سمجھ گیا تھا کہ اسے مسلمانوں کو کمزور کرنا ہے تو اسے عقیدہ ختم نبوت پر ضرب لگانی پڑے گی۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے بر صغیر میں فتنہ قادیانیت کی داغ بیل ڈالی نیز ایران میں بہائیت کا بیج بویا۔

برصغیر کی متحدہ مسلم قیادت اور علماء نے آغاز سے ہی اس سازش کو بھانپ لیا اس کا تدارک کیا۔ انگریز کے دور حکومت میں مناظرہ اور جوابی کتب سے اس کا مقابلہ کیا گیا مگر پاکستان بننے کے بعد تو مسلمانوں کی حکومت و اکثریت نے اس فتنہ کے تمام راستے مسدود کردیے۔ یہ فتنہ گاہے بگاہے سر اٹھاتا رہتا ہے اور مسلمانوں کا اتحاد اس کا سر کچلتا رہتا ہے ۔ گذشتہ برس سپریم کورٹ آف پاکستان کے ایک فاضل جج نے جب اس مسئلہ کے حوالے سے ایک متنازع فیصلہ دیا تو مسلمانوں کی رگ حمیت پھر پھڑک اٹھی اور انھوں نے اس کے ممکنہ حد تک تبدیلی لائے بغیر چین سے نہیں بیٹھے۔

ایسے میں ماہنامہ پیام کی ٹیم نے فیصلہ کیا کہ اس موقع پر ماہنامہ پیام کا خصوصی "ختم نبوت نمبر "شائع کیا جائے، جس میں مکتب تشیع کی ختم نبوت کے حوالے سے علمی ، فکری ، تحریکی اور تنظیمی خدمات کو پیش کیا جائے۔مجلے میں مضامین تحریر کرنے کے لیے عمومی دعوت دی گئی اور خصوصی طور پر شخصیات سے رابطہ کر کے

ان سے مضامین لکھنے کا کہا گیا۔یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ جن شخصیات سے ملاقات کی گئی ان میں قائد ملت جعفریہ علامہ سید ساجد علی نقوی ، قائد وحدت علامہ راجہ ناصر عباس ،مفتی گلزاراحمد نعیمی اور دیگر کئی ایک اہم شخصیات شامل ہیں۔

قائد ملت جعفریہ علامہ سید ساجد علی نقوی نے ماہنامہ پیام کی ٹیم کے اس اقدام کو بہت سراہا اور اسے قوم و ملت کی خدمت قرار دیا ۔ ماہنامہ پیام کی مجلس مشاورت بالخصوص اس خصوصی نمبر کی مجلس مشاورت جس میں محقق دوراں، حجۃ الاسلام والمسلمین علامہ آفتاب حسین جوادی، محقق وحید کاظمی ،ڈاکٹر علی عباس نقوی صدر نشین البصیرہ، قابل ذکر ہیں نے اس مجلے کو ایک مثالی نمبر بنانے کے لیے ان تھک کام کیا۔

لائق صد احترام علامہ آفتاب حسین جوادی نے اس کام کو ایک انتہائی ضروری اور اہم کام قرار دیتے ہوئے ٹیم کی بھرپور سرپرستی فرمائی ۔ انتہائی کم مدت میں انھوں نے ختم نبوت کے موضوع پر مفصل مقالہ تحریر کیا جس کے لیے ادارہ ان کا تہ دل سے مشکور ہے ۔ اس مجلے میں چیئرمین امام خمینی ٹرسٹ و رکن اسلامی نظریاتی کونسل علامہ افتخار حسین نقوی کا اسلامی نظریاتی کونسل میں ختم نبوت کے حوالے سے پیش کردہ شیعہ موقف پر مشتمل مقالہ، محقق و مصنف وحید الحسن کاظمی کی تحریر" تحریک ختم نبوت کی مختصر تاریخ" ، علامہ سید فدا حسین بخاری ، قبلہ علامہ مقبول حسین علوی،کے مقالات شامل اشاعت ہیں ۔

حافظ شاہد احمد جو دارلعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے فارغ تحصیل ہیں کا نہج البلاغہ سے عشق ان کے مضمون " نہج البلاغہ میں بیان ختم نبوت کے اسالیب " میں چھلکتا دکھائی دیتا ہے ۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ مکتب تشیع کے علماء اور دانشوروں کے اس موضوع کے حوالے سے تحقیق، تصنیفی و مناظرانہ کام کے علاوہ اس موضوع پر مکتب کی جانب سےمتعدد ختم نبوت نمبر شائع ہو چکے ہیں۔ "ہفت روزہ سرفراز کا خاتم النبیین نمبر" لکھنو سے ۱۹۶۷ میں شائع ہوا۔ اس شمارے سے تین مضامین جو موضوع کے حوالے سے نہایت اہمیت کے حامل ہیں کو ماہنامہ پیام میں دوبارہ شائع کیا جارہا ہے ۔ دوسرا نمبر المنتظر ہف روزہ کا " ختم نبوت نمبر " ہے جو مکتبہ تعمیر ادب کے زیراہتمام علی غضنفر کراروی اور ابرار شیرازی صاحب نے۱۹۸۹ء میں شائع کیا۔اس نمبر سے بھی ایک تحریر اس شمارے میں شائع کی جارہی ہے ۔ یہ دونوں نمبر علامہ آفتاب حسین جوادی کی لائبریری میں موجود ہیں ۔

جامعہ الکوثر میں موجود علامہ آفتاب حسین جوادی صاحب کی لائبریری میں مرزا قادیانی کی کتب کی پہلی طباعت اور اس کے رد میں لکھی جانی والی کتب کے قدیم نسخے بھی موجود ہیں جن میں سے چند ایک کے عکوس اس شمارے میں دیئے جا رہے ہیں۔ قبلہ محترم کی خواہش تھی کہ یہ شمارہ کم از کم پانچ سو صفحات پر مشتمل ہو تاکہ اس میں مکتب کی ختم نبوت کے حوالے سے علمی و عملی خدمات کو بھرپور طریقے سے پیش کیا جائے تاہم وقت اور وسائل کی عدم دستیابی کے سبب ضروری دستیاب متون کو پیش کیا جارہا ہے ۔

قومی اسمبلی میں ختم نبوت کے حوالے سے شیعہ قوم کا موقف جسے اس وقت کے رکن پارلیمنٹ سید عباس گردیزی نے پیش کیا، علامہ جواد نقوی کا سپریم کورٹ میں موقف، طوالت سے خوف سے حذف کیا گیا ہے۔ قارئین ان دستاویزات کو متعلقہ فورمز پر دیکھ سکتے ہیں ۔ اس شمارے میں متحدہ مجلس عمل علمائے شیعہ پاکستان کے سربراہ علامہ مرزایوسف حسین مرحوم کا وفاقی شرعی عدالت میں پیش کردہ موقف جو ماہنامہ المنتظر ۱۹۸۹ میں بھی شائع ہوا کو پیش قارئین کیا جارہا ہے۔

سید حسین عارف نقوی مرحوم کی دو جلدوں پر مشتمل کتاب " امامیہ مصنفین" سے رد قادیانیت میں اہل تشیع کے علماء کی خدمات کو بھی اس شمارے میں پیش کیا جارہا ہے ۔ختم نبوت کے موضوع پر ماہنامہ پیام کی یہ ادنی سی کاوش اہل علم کےلیے تحقیق و تدوین کی ایک مہمیز کی حیثیت رکھتی ہے ، امید ہے اہل علم اس سلسلہ کو مزید بڑھاتے ہوئے ختم نبوت کے عنوان سے مکتب کی خدمات کو بھرپور طریقے سے مدون کریں گے۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ ادارہ البصیرہ اپنے محدود وسائل سے بانی البصیرہ کے علمی مجلہ ماہنامہ پیام کی اشاعت کو جاری رکھے ہوئے ہے۔ قارئین کرام سے درخواست ہے کہ ہماری اس کاوش پر اپنی قیمتی آراء اور تجاویز سے ضرور آگاہ فرمائیں نیز ہر ممکن تعاون کریں تاکہ یہ سلسلہ چلتا رہے ۔

مدیر ماہنامہ پیام

سید نثار علی ترمذی

قرآن اور ختم نبوت

سید ثاقب اکبرؒ (بانی البصیرہ)

ہم اپنی گفتگو کا آغاز آیہ ختم نبوت کے پس منظر سے کرتے ہیں۔حضرت خدیجہ نے نبی کریم کو ایک غلام ہبہ کیا۔ ان کا نام زیدؓ تھا۔ رسول اکرمؐ نے حضرتؓ زید کو آزاد کردیا۔زیدؓ کے رشتہ دار جن میں ان کے والد بھی شامل تھے، حضورؐ کے پاس آئے اور انھیں اپنے ساتھ لے جانے کی اجازت چاہی۔حضورؐنے فرمایا:

زید سے پوچھ لو،مجھے کوئی اعتراض نہیں ۔حضرت زید نے جواب دیا: میں نہیں جاؤں گا۔ بعد میں انھیں خیال آیا کہ میں اب باپ کسے کہوں گا۔نبی پاکؐ نے فرمایا کہ تم پریشان کیوں ہوتے ہو،میں تمھارا باپ ہوں۔ہوا یہ کہ ہر طرف ’’زید بن محمد‘‘مشہور ہو گیا۔

عربوں کے ہاں رواج تھا کہ اگرکوئی کسی کو منہ بولا بیٹا بنالیتا تو اسے حقیقی بیٹا ہی سمجھا جاتا تھا۔ تمام احکام جو حقیقی بیٹے سے متعلق ہوتے اس کے لیے بھی لاگو سمجھے جاتے۔ وراثت کے علاوہ یہ بھی سمجھاجاتا کہ بہن ہوگی توسگی جیسی، یعنی منہ بولے بیٹے کے لیے تمام رشتے سگے بیٹے کی طرح ہی جانے جاتے ۔شادی بیاہ کے معاملات بھی سگے بیٹے ہی کی حیثیت سے طے ہوتے۔اسلام یہ نہیں چاہتا تھا کہ انسانوں کے بنائے ہوئے رسم ورواج اور قوانین باقاعدہ ایک نظام کی صورت میں باقی رہیں۔ اسلام نے جوسماجی قوانین وراثت اورازدواج وغیرہ کے لیے وضع کیے وہ رائج رسوم سے کچھ مختلف بھی تھے اور کچھ کواسلام نے باقی بھی رکھا۔

ایک واقعہ یوں ہوا کہ حضورؐ نے اپنی پھوپھی زاد حضرت زینب کی شادی حضرت زید سے کردی لیکن وہ نبھی نہیں۔ حضرت زینب بڑی سماجی حیثیت رکھنے والے ایک خاندان کی بیٹی تھیں۔ حضرت زید بہر حال ایک آزاد کردہ غلام تھے۔ دونوں کے درمیان ایک نفسیاتی الجھن جو ہو سکتی تھی،اس کا اندازہ کیاجاسکتاہے۔ حضورؐ کے بہت سمجھانے کے باوجود معاملہ طلاق پر ختم ہوا۔

حضورپاکؐ کوحکم ربانی ہوا کہ زینب سے شادی کریں۔ آپ عرب معاشرے کے قدیم مروجہ رسم ورواج کی وجہ سے ہچکچاتے تھے کہ کہیں تبلیغی مشن متاثر نہ ہو۔ دوسری طرف پیغمبرانہ حیثیت سے معاشرے میں آنحضرتؐ کے جو عالمی مقاصد تھے، جنھیں آپؐ آگے بڑھانا چاہتے تھے،جن کے لیے آپؐ مبعوث ہوئے تھے انھیں سامنے رکھتے ہوئے آپؐ کو یہ اقدام کرنا تھا جبکہ فطری بات تھی کہ عام مسلمانوں کے دلوں میں شکوک وشبہات پیداہونے کا امکان بھی تھا۔ انہی شکوک کودور کرنے کے لیے آیات نازل ہوئیں،ان میں سے ایک یہ ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنۡ رِّجَالِكُمۡ وَلٰكِنۡ رَّسُوۡلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ[1]

محمد تمھارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں،ہاں مگروہ اللہ کے رسول اورنبیوں کے سلسلے کو ختم کرنے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے وضاحت کی:

آپؐ ان لوگوں کی باتوں پر نہ جائیں ،زبان کی کہی باتوں سے حقیقی رشتے نہیں بدل جاتے۔ آپ شادی کریں۔ منہ بولے بیٹے حقیقی بیٹوں کی طرح نہیں ہوتے۔ منہ بولے رشتے نسبی اورنسلی رشتوں کی طرح نہیں ہوتے۔

اس سلسلے میں قرآن حکیم کی یہ آیتیں ملاحظہ کیجیے:

مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنۡ قَلۡبَيۡنِ فِىۡ جَوۡفِهٖ‌ وَمَا جَعَلَ اَزۡوَاجَكُمُ الّٰٓـئِىۡ تُظٰهِرُوۡنَ مِنۡهُنَّ اُمَّهٰتِكُمۡ‌ وَمَا جَعَلَ اَدۡعِيَآءَكُمۡ اَبۡنَآءَكُمۡ‌ ذٰ لِكُمۡ قَوۡلُـكُمۡ بِاَفۡوَاهِكُمۡ‌ وَاللّٰهُ يَقُوۡلُ الۡحَـقَّ وَهُوَ يَهۡدِى السَّبِيۡلَ اُدۡعُوۡهُمۡ لِاٰبَآئِهِمۡ هُوَ اَقۡسَطُ عِنۡدَ اللّٰهِ‌ فَاِنۡ لَّمۡ تَعۡلَمُوۡۤا اٰبَآءَهُمۡ فَاِخۡوَانُكُمۡ فِى الدِّيۡنِ وَمَوَالِيۡكُمۡ‌ وَلَيۡسَ عَلَيۡكُمۡ جُنَاحٌ فِيۡمَاۤ اَخۡطَاۡتُمۡ بِهٖ وَلٰكِنۡ مَّا تَعَمَّدَتۡ قُلُوۡبُكُمۡ‌ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوۡرًا رَّحِيۡمًا[2]

ترجمہ :اللہ نے کسی شخص کے پہلو میں دو دل نہیں رکھے ہیں اور تمھاری ازواج کو جنھیں تم لوگ ماں کہہ بیٹھتے ہو ان کو اللہ نے تمھاری مائیں نہیں بنایا اور نہ ہی تمھارے منہ بولے بیٹوں کو تمھارے(حقیقی) بیٹے بنایا، یہ سب تمھارے منہ کی باتیں ہیں اور اللہ حق بات کہتا اور (سیدھا) راستہ دکھاتا ہے۔ منہ بولے بیٹوں کو ان کے باپوں کے نام سے پکارو اللہ کے نزدیک یہی قرین انصاف ہے پھر اگر تم ان کے باپوں کو نہیں جانتے تو یہ

۱۔ احزاب، ۴۰

۲۔ احزاب، ۴

تمھارے دینی بھائی اوردوست ہیں اور جو تم سے غلطی سے سرزد ہوجائے اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں ہے البتہ اس بات پر (گناہ ضرور ہے) جسے تمھارے دل جان بوجھ کرانجام دیں اور اللہ بڑا معاف کرنے والا، رحیم ہے۔

مندرجہ بالاآیات میں سے سورہ احزاب کی آیت ۴۰ختم نبوت پر مبنی دلیلوں میں سب سے مقدم سمجھی جاتی ہے۔اس کی بنیادی وجہ کلمہ "خاتم النبیین "(یعنی نبیوں کے سلسلے کوختم کرنے والا ہے)۔ یہاں بحث کے بہت سے پہلو ہیں۔ایک یہ کہ جس سیاق وسباق میں یہ آیت نازل ہوئی اس اعتبار سے یہاں پر "خاتم النبیین"کی کیا ضرورت تھی۔ پھر کونسا معنی اس سیاق وسباق سے ہم آہنگ ہے۔اسی طرح باقی چیزیں جوآیت میں آئی ہیں، ان کا اس کے ساتھ کیا تعلق بنتا ہے۔یہاں یہ سوال بھی پیداہوتا ہے کہ "اللہ کا رسول"کیوں کہا گیا اور پھر"خاتم النبیین"کیوں کہا گیا؟ہماری رائے میں انسانو ں نے جو خود ساختہ نظریات قائم کررکھے تھے ان سے سماج میں گنجلک حالات پیدا ہوجاتے ہیں۔مثلاً زیر بحث مسئلے ہی کے پس منظر میں سوچیے کل کو کوئی کہہ دے فلاں نے مجھے بیٹا بنارکھا تھا یا مجھے بیٹی بنارکھا تھا یا بھائی بنا رکھاتھا تو معاشرے میں خاندانی سلسلہ کیسے چلتا؟معاشرے پر قانون کی حکمرانی کیسے قائم ہوتی؟ اس صورت حال پر کاری ضرب لگانے کے لیے پیغمبر انہ شان سے خود نبی پاکؐ نے ہی اقدام کرنا تھا۔ ورنہ انسانوں کے خیالات قوانین بن جاتے ۔رسم ورواج دائمی انسانی قانون کی شکل اختیار نہیں کرسکتے۔ اسی لیے ضروری تھاکہ بحیثیت رسول یہ کام کروایاجائے۔پھر خاتم النبیین چہ معنی دارد؟ امام فخرالدین رازی تفسیر کبیر میں اس آیت کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "خاتم النبیین اس لیے فرمایا کہ جس نبی کے بعد کوئی دوسرا نبی ہو وہ اگر نصیحت ،توضیح اوراحکام میں کوئی کسر چھوڑ جائے تو اس کے بعد آنے والا نبی اسے پورا کر سکتا ہے مگر جس کے بعد آنے والا کوئی نبی نہ ہو،وہ امت پر زیادہ شفیق ہونا چاہیے۔وہ زیادہ واضح رہنما ہوتا ہے۔اس کی مثال ایسے باپ کی سی ہوتی ہے،جوجانتا ہے کہ اس کے بعد اس کے بیٹے کا کوئی سرپرست اورولی نہیں ہے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ آپؐ اللہ کے نبی ہیں ،کیاسارے کام آپؐ نے ہی کرنا تھے،بشمول منہ بولے بیٹے کی مطلقہ سے شادی وغیرہ ؟ یہ اعتراض بجا ہو سکتا تھا اگر آپ کے بعد کسی نبی نے آنا ہوتا ،توجب کسی اورنبی نے آنا ہی نہیں توخود ساختہ قوانین کے بتوں کوپاش پاش کرنا آپؐ ہی کی ذمہ داری تھی کیونکہ آپؐ کے اللہ سے وحی کے رابطے ہیں۔ جبرائیل پیغام برہے،آیات نازل ہورہی ہیں۔دوسرا کوئی کیسے یہ اقدامات کر سکتاہے ؟ اگرکرتا تو کمزور اقدامات ہوتے ۔ لہٰذا ضروری تھا کہ نبی پاکؐ خود ہی ایسے سماجی اورمقامی رسم ورواج کے خلاف ایک ایسا قدم اٹھاتے کہ جس سے انسانی وجدان اورذہن جھنجوڑ دیا جاتا۔ایسے تمام قوانین جوعلاقائی، سماجی اورایک زمانی حیثیت رکھتے ہیں ،جومحدود انسانی فکر اور تعامل کا نتیجہ ہیں ان کے مقام اور حیثیت کا تعین ہوجائے کیونکہ وہ کلی،دائمی ،سرمدی اورفطری قوانین کی جگہ نہیں لے سکتے۔حضورؐ کے اس ایک اقدام سے وہ سارا مسئلہ ختم ہوگیا۔

اس بحث کے بعد"خاتم النبیین" کاکوئی اور معنی متعین نہیں ہوسکتا ،لیکن اس کے باوجود سوال پیدا ہوتا

ہے کہ اس آیت کے ہوتے ہوئے بھی لوگ کیسے نبوت کا دعویٰ کرتے ہیں؟ یا کچھ لوگ کیونکر کہتے ہیں کہ یہ معنی نہیں نکلتا،کوئی دوسرا معنی نکلتاہے؟

علماء نے لفظ "خاتم"کے بارے میں بہت کچھ بیان کیا اور لکھا ہے۔مختصریوں ہے کہ ختم،یختم ،ختماً ۔۔۔ سے ماخوذ ختم اللہ علی قلوبھم یعنی بالکل مہرلگا دی گئی۔ دروازہ بند کردیا گیا ۔ اب ہدایت کی کوئی بات اندر نہیں جاسکتی۔

ایک گروہ یہ کہتاہے کہ خاتم النبیین سے مرادنبیوں کی مہر ہے،یہ فضیلت کی مہر ہے جو بھی نبی آئے گا اس پر آپؐ کی مہرلگی ہوگی۔خاتم ایک لفظ ہے۔ خاتَم کا معنی واقعی مہر ہے۔جبکہ "خاتِم"کا معنی ہے ختم کرنے والا،ختم کنندہ،خاتِم اسم فاعل ہے۔جس کا معنی ہے مہر کرنے والانہ کہ خود"مہر"سوال یہ پیدا ہوتاہے کہ یہاں "نبیوں کی مہر" کاکیامعنی ہیں؟ یہ ذہن میں رہے کہ "خاتم "اسم مجرو نہیں ہے۔ یعنی ایسا نہیں کہ کسی اورلفظ سے نہیں نکلا۔

اردو میں ایک لفظ ہے " اوڑھنی"۔ سب جانتے ہیں کہ یہ لفظ "اوڑھنا" سے نکلا ہے۔"اوڑھنی" ،مصدر "اوڑھنا" سے ماخوذ ہے۔ اس طرح کے ماخوذ الفاظ کی برگشت اس کی اصل کی طرف ہوتی ہے۔یعنی اصل معنی دیکھنا پڑتا ہے کہ وہ کیا ہے ؟ تو خاتم اسم مجردنہیں ہے ۔دوپٹہ اسم مجرد ہے لیکن اوڑھنی اسم مجرد نہیں ہے۔ اسی طرح خاتَم اور خاتِم "ختم"سے نکلے ہیں۔درحقیقت پہلے زمانے میں اورآج بھی جب دفاتر سے خط بھیجا جاتاہے تو "مہر" آخر میں لگاتے ہیں ۔بس جب خط مکمل ہوگیا توآخرمیں مہرلگتی ہے۔ لفظ خاتَم مہر کے لیے اسی لیے استعمال ہوتا ہے ۔یعنی خود ختم کرنے سے ہی نکلاہے ،نہ یہ کہ کوئی الگ سے لفظ ہے ۔خاتَم انگشتری کو بھی کہتے ہیں ۔وہ بھی اس لیے کہ اس کے اوپر مہربنی ہوتی تھی ۔گذشتہ زمانہ میں اسی انگشتری سے مہر لگاتے تھے ۔اس لیے اسے خاتَم کہتے ہیں لہٰذا اس کا اصل معنی وہی ہے یعنی "خاتم النبیین"گویا اب نبیوں کے سلسلے پر مہر لگ گئی ہے اور یہ رجسٹر اوردفتر سمیٹ دیا گیا ہے۔

مفسرین نے آج تک مختلف صدیوں میں اس کا معنی یہی کیا ہے کہ آپؐ کے بعد سلسلہ نبوت ختم ہوگیا ہے۔اس لفظ کوقرآن کریم کے استعمالات کی روشنی میں دیکھنا چاہیے۔علاوہ ازیں بہت ساری روایات میں "لا نبی بعدی"کا جملہ بھی آیا ہے مثلاً:

قال لعلی اما ترضی ان تکون منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لانبی بعدی

آپؐ نے علی سے فرمایا: کیاتم اس بات پر خوش نہیں ہوکہ تمھیں مجھ سے وہی نسبت ہے جوہارون کوموسیٰ سے تھی،مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبیؐ نہیں آئے گا۔

آپؐ جب غزوہ تبوک میں جانے لگے تو خلاف معمول حضرت علی کو مدینہ میں ہی چھوڑ کر جارہے تھے۔منافقین نے اِدھر اُدھر کی باتیں بنائیں کہ لوجی!اب علی کو بچوں اورعورتوں میں چھوڑ کرجارہے ہیں۔علی کی جرأت اورشجاعت توایسی تھی کہ وہ میدان میں جائیں لیکن حکم رسولؐ کے آنے پر سر تسلیم خم تھا۔منافقین

کے اس طعن و تشنیع پر مضطرب ہوئے اوراپنی کیفیت حضورؐ کوجابتائی۔جواب میں حضورؐ نے فرمایا: اے علی! کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہوکہ تمھاری مجھ سے وہی منزلت اور فضیلت ہے جو ہارون کی موسیٰ سے۔وہ نسبت یہ تھی کہ حضرت ہارون ان کے بھائی تھے، وزیرتھے۔وزیرکہتے ہیں بوجھ اٹھانے والے کو حضرت علیؑ،نبی پاکؐ کی طرح دوسروں کی سرپرستی اور ہدایت کا بوجھ اٹھانے والے تھے،سوائے نبوت کے باقی مناصب انھیں حاصل تھے ۔نبوت کے منصب کی حضورؐ نے خود نفی کردی۔چونکہ آنحضرتؐ کے بعد کسی نبی کو نہ آنا تھا اس لیے یہ نفی ضروری تھی۔ قرآن حکیم میں موسیٰؑ وہارونؑ کے مابین تعلق کو کئی ایک آیات میں بیان کیا گیا ہے۔ ان میں سے ایک آیت یہ ہے :

وَلَقَدۡ اٰتَيۡنَا مُوۡسَى الۡكِتٰبَ وَجَعَلۡنَا مَعَهٗۤ اَخَاهُ هٰرُوۡنَ وَزِيۡرًا[1]

ترجمہ : تحقیق ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا کی اوراُن کے ساتھ اُن کے بھائی ہارون کو ان کا وزیر بنایا۔

اب مسئلہ یہ ہے کہ ان روایات ،احادیث اور آیات کی تاویلیں کی جاسکتی ہیں ۔امام غزالی کے نزدیک آنحضرتؐ پر ختم نبوت کی اصل دلیل اجماع ہے ۔ ہم ذیل میں ان کے نقطۂ نظر کی کچھ وضاحت کرتے ہیں:

اگر اجماع کی حجیت کے انکار کا دروازہ کھول دیا جائے تو بڑی قبیح باتوں تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔مثلاً اگرکوئی کہے کہ ہمارے رسولؐ کے بعد کسی رسول کی بعثت ممکن ہے توامکان کی نفی بظاہر عقلی بنیاد پر نہیں کی جاسکتی لامحالہ اجماع سے مدد لینا پڑے گی کیونکہ امام غزالی کے نزدیک عقل اس کے عدم جواز کافیصلہ نہیں کرتی ۔عقل کے ذریعے سے آپ ثابت کرنا چاہیں کہ ہمارے نبی کے بعد اب کسی نبی کو نہیں آنا تو یہاں پر عقل کہہ سکتی ہے کہ پہلے بھی نبی آتے رہے اب بھی آتے رہیں گے تو عقل اس کے عدم جواز کانہیں البتہ اس کے جواز کا فیصلہ دے سکتی ہے ۔جہاں تک نقل کا تعلق ہے اس عقیدے کا قائل "لانبی بعدی"اور "خاتم النبیین"کی تاویل کرنے سے عاجزنہ ہوگا۔ یعنی اس کی تاویل کی جاسکتی ہے ۔کوئی کہ سکتا ہے کہ خاتم النبیین سے مراد اولوالعزم انبیاء کا ختم ہوجانا ہے۔(گویاامام غزالی پہلے ہی متوجہ تھے کہ بعد میں آنے والے کہیں گے کہ اس سے مراد اولوالعزم نبی ہیں)۔اگر کہا جائے کہ"النبیین" کا لفظ عام ہے تو عام کوخاص قرار دے دینا کچھ مشکل نہیں ہوگا۔اس بحث کا پس منظر یہ ہے کہ ہم یہ کہیں کہ "نبی" عام ہے اور"رسول"خاص ہے۔(جیسے انسان لفظ عام ہے اورعورت خاص ہے یعنی عورت انسان کے ایک حصے کو کہا جاتا ہے سب کو نہیں لیکن ہے تووہ بھی انسان ہی)اگر ہم یہ کہیں کہ نبی عام ہے اور رسول خاص ہے یعنی بعض خاص نبیوں کورسول کہا جاتا ہے تو اس پر بحث کی جاسکتی ہے۔دوسراکہہ سکتا ہے کہ نہیں ،نبی خاص ہے اوررسول عام ہے۔خاتم النبیین کے بارے میں کہا جاسکتا ہے کہ اس سے مراد اولوالعزم رسولوں کا ختم کرنے والا ہے۔اگریہ کہا جائے کہ" النبیین" کا لفظ عام ہے توعام کو خاص قرار دے دینا کوئی مشکل نہیں ہوگا

۱۔ فرقان، ۳۵

اور "لانبی" بعدی کے بارے میں کہا جاسکے گا کہ " لارسول بعدی" تو نہیں کہا گیا۔ رسول اور نبی میں فرق ہے۔ رسول کا مرتبہ نبی سے بلند تر ہے۔اس طرح کی تاویلات کو ہم محال نہیں سمجھتے، خاتم النبیین کی بھی تاویل کی جاسکتی ہے۔

"لانبی بعدی" کہیں تب بھی اور "لارسول بعدی" کہیں تب بھی تاویل کی جاسکتی ہے۔ بلکہ ظواہر کی تاویل میں ہم اس سے زیادہ بعید احتمالات کی گنجائش مانتے ہیں۔اس طرح کی تاویلات کرنے والے کے متعلق ہم یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ وہ نزول کا انکار کررہا ہے۔وہ یہ تو نہیں کہہ رہا کہ "خاتم النبیین" نازل ہی نہیں ہوا۔ "یالانبی بعدی "کی حدیث ہی نہیں آئی۔

گو ختم نبوت پر امام غزالی کی دلیل یہ ہے کہ امت نے بالا تفاق اس جملے "لانبی بعدی" سے اور نبیؐ کے قرائن احوال سے سمجھا ہے کہ حضورؐ کا مطلب یہ تھا کہ آپؐ کے بعد نہ کوئی نبی آئے گا اور نہ کوئی رسول۔امت کا اس پر اتفاق ہے۔اس میں کسی تاویل اور تخصیص کی گنجائش نہیں۔ لہٰذا ایسے شخص کو منکر اجماع کے سوا کچھ نہیں کہا جاسکتا۔

اب ہم امام غزالی کے نظریے پر تھوڑی سی بحث کرتے ہیں کہ اگر آپ اجماع کی دلیل لائیں تو یہ بھی نقلی دلیل ہے۔ ممکن ہے آپ کہیں کہ اجماع کی حجیت ہم عقل سے ثابت کرتے ہیں لیکن بہر حال یہ دلیل،دلیل نقلی ہے،جیسے قرآنی ظواہر کی حجیت کو ہم عقل سے ثابت کرتے ہیں لیکن قرآنی دلیل نقلی ہے۔ خبر واحد کو جو دلیل ظنی ہے اس کی حجیت کو ہم عقل سے ثابت کرتے ہیں لیکن قرآن دلیل نقلی ہے تو یہاں پر اگر امام غزالی نے اجماع کو ختم نبوت کی دلیل بنایا ہے تو ہم سمجھتے ہیں کہ یہ بھی دلیل نقلی ہے جبکہ اس سے زیادہ مستحکم اور قوی دلائل موجود ہیں۔ لہٰذا اجماع کی دلیل ان ٹھوس دلائل کے لیے ایک مؤید کی حیثیت رکھتی ہے۔

ہم پھر قرآن حکیم کی اس آیت کی طرف پلٹتے ہیں۔

مَّا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَآ أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ ٱللَّهِ وَخَاتَمَ ٱلنَّبِيِّـۧنَ وَكَانَ ٱللَّهُ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيمًا [1]

یعنی محمدؐ تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں بلکہ آپ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہاں پر یہ آیت رسول کی رسالت ثابت کرنا چاہتی ہے یا یہ آیت یاد دلاتی ہے کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں۔(غور کیجیے گا!) مسلمانوں سے خطاب ہے جو پہلے ہی رسول مانتے ہیں۔ "کم "کی ضمیر مسلمین ،صحابہ اور مومنین کی طرف پلٹتی ہے۔ ان سے کہا جارہا ہے کہ وہ تم میں سے کسی کے باپ نہیں ۔یہاں رسالت ثابت نہیں کی جارہی،انھیں یاد دلایا جارہا ہے۔ جب یہاں رسالت ثابت نہیں کی جارہی تو ختم نبوت بھی ثابت نہیں کی جارہی

۱۔ احزاب، ۴۰

بلکہ دونوں یاد دلائی جارہی ہیں۔سوال پیدا ہوتا ہے کہ ختم نبوت قرآن میں کہاں سے ثابت ہے؟ ہماری گذارش ہے کہ رسالت کو ثابت کرنے کے لیے یہ آیت پیش کی جاسکتی ہے لیکن آیت بنیادی طور پر خود اس لیے نہیں آئی۔ ذہن رسا اور فکر رسا رکھنے والوں کے لیے اور قرآن کا بغور مطالعہ کرنے والوں کے لیے اس سے بھی زیادہ محکم دلائل قرآن حکیم میں موجود ہیں۔

اس حوالے سے ہمارے نزدیک ضروری ہے کہ وحی اور نبوت کی حقیقت اور ضرورت کے بارے میں انسان آگاہ ہو۔ بعثت نبوی کے مقاصد اورہدایت وحی کے کردار کے بارے میں جب ذہن واضح ہو تو پھر فلسفہ نبوت سمجھ میں آسکتا ہے۔ نبی ہمارے لیے مجسم پیغام الٰہی ہوتا ہے۔ وہ انسان کو اس کی سطح فکر کے مطابق ارتقا کا پیغام دیتا ہے۔ نبی خود اپنے دور میں ایک معیاراور نمونے کی حیثیت رکھتا ہے۔ اگر حیات انسانی میں اور سماج کے لیے کسی ایسے دور کو فرض کرلیاجائے کہ جب انسان آسمانی ہدایت کو محفوظ رکھنے کے قابل ہو گیا ہو،جب انسانی فکروعقل اس مرحلے پر پہنچ گئی ہو کہ انفرادی اوراجتماعی حرکت کے لیے کلیات اوراصول فراہم کردیے جائیں توانسان زمان و مکان کے تقاضوں کے مطابق ان سے فروع کااستنباط کرسکے، کوئی ایسا دور آپ فرض کرلیں جب انسان آسمانی ہدایت بھی محفوظ رکھ سکیں اورجب ایک ایسا جامع اور کامل بشر ظہور کرچکاہو جس کی سیرت دائمی اصولوں کی روشنی میں اپنے دور میں تطبیق کی عمدہ مثال کی حیثیت رکھتی ہو۔ اس کی سیرت کے بنیادی اصول اورخدوخال محفوظ ہوں اوروہ معراج انسانی کی ممکنہ منتہا پرفائز ہو تو کیا کہا جاسکتا ہے کہ آپ کو کسی نئے نبی اور کسی تازہ وحی نبوی کی ضرورت نہیں ؟غورطلب بات ہے کہ کہاں جا کر انسان کہہ سکتا ہے کہ اب کسی نئے نبی اورتازہ وحی کی ضرورت نہیں رہی۔ باالفاظ دیگر نبوت کا دور بھی باقی ہے اوراس کی وحی بھی باقی ہے۔ اس کی وحی بھی کافی ہے اوراس کی لائی ہوئی وحی سے نزول وحی کا سلسلۂ قدیم اپنے اختتام کو پہنچا،نبوت کی ضرورت پوری ہوئی اور نبوت کا سلسلہ مکمل ہوگیا۔ ہمیں چاہیے کہ ہم قرآن اور محمدؐ رسول اللہ پر اسی حوالے سے غور وفکر کریں۔ اگر یہ دونوں وحی اورنبوت مل کرآج کی ضروریات پوری کرتے ہیں تو تازہ وحی اور نئے نبی کی ضرورت پر بحث بھی عبث ہے۔

قرآن کریم اور سیرت و سنت نبوی کا اسی لحاظ سے سنجیدہ طریقے سے جائزہ لینا ضروری ہے۔ محققین کے نزدیک قرآن ہر کمی بیشی سے محفوظ ہے۔قرآن حقیقی زندگی کے لیے دائمی اورسرمدی اصولوں کاحامل ہے۔ انسان شناسی اور کائنات کے بارے میں اس کی تعلیم اوردعوت سوا چودہ سو سال سے اپنا درست ہونا ثابت کر چکی ہے۔ سچے تاریخی واقعات کے نمونے پیش کرکے فلسفۂ تاریخ کے بارے میں قرآن اپنا موقف واضح طورپر پیش کر چکا ہے اور تاریخ انسانی کے دھارے کو کمال کی سمت میں آگے بڑھاسکنے کی اپنی اہلیت ثابت کر چکا ہے۔ مادی اور روحانی دنیا کے باہمی ارتباط کے بارے میں اس کی تعلیم واضح اور جامع ہے۔رسول اکرمؐ کی سیرت کے نقوش خود قرآن پاک ہی میں محفوظ ہیں۔علاوہ ازیں آپؐ کی زندگی کے بہت سے امور، واقعات اور آپؐ کے

بہت سے کلمات تواتر کی حد تک ثابت ہیں جن کی قرآن اپنے کلیات کے ساتھ تائید کرتا ہے۔ راقم کی رائے میں ختم نبوت کو مسئلہ بنانے میں جہاں انسانیت کے ہوس پرست سفاک دشمنوں نے کردارادا کیا ہے وہاں کم فکر کم شناس مقصد بعثت انبیاء اور کمال وجمال محمدی سے ناآشنا"دوستوں"کا بھی اس میں کم حصہ نہیں ہے۔ ہمیں یہ بات فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ ختم نبوت کی مصداق ہستی کو ان دائمی اصولوں کے زمانی اورمکانی استنباطِ کا کامل اورجامع نمونہ ہونا چاہیے۔ بعد کے ادوار میں استنباط فروع کا کام ختم نبوت اوروحی پر ایمان رکھنے والے نورانی اورپاک دل،روشن ضمیر،عالی ہمت،ذہین فطین انسانوں کو کرنا چاہیے۔ وہ انسان جواللہ کے بندوں کو عباداللہ سمجھیں اوراپنے آپ کوعبدالٰہی ۔یہ ختم نبوت کے فلسفے کی بنیادی باتیں ہیں۔ مذکورہ آیت کے نزول کے علاوہ بھی قرآن کریم میں ختم نبوت کے دلائل پورے جمال و کمال کے ساتھ موجودہیں ۔اگر ہم اسی آیت کو قرآن میں ختم نبوت کی واحد دلیل سمجھیں تو بہت اہم سوال پیدا ہوتا ہے اوروہ یہ ہے کہ عجیب بات ہے کہ ۱۸سال اعلان نبوت کوگزرے پانچ یا چھ سال باقی ہیں، اب تک تو ختم نبوت جیسے عقیدے کو قلب ونظر میں راسخ ہوجانا چاہیے تھا کیونکہ خاتم النبیین والی آیت جنگ احزاب کے بعد نازل ہوئی ہے۔ اب ہم ذرا قرآن میں ختم نبوت کااثبات کرنے والے دیگر پہلوؤں کا بھی ذکر کرتے ہیں ۔

اگر یہ دین عالمین کے لیے ہے تویہ بھی ختم نبوت کی دلیل ہے، اگر یہ دین محفوظ ہے تو یہ بھی ختم نبوت کا ثبوت ہے۔ اگر انسان انسانی معراج کی انتہا تک پیغمبر اکرمؐ کی ذات کی صورت میں پہنچ گیا ہے تو یہ بھی ایک ثبوت ہے۔ قرآن کا یہ دعویٰ کہ ہر مثل قرآن میں موجودہے تویہ بھی ایک قرینہ ہے ختم نبوت کا۔قرآن اورآنحضورؐ کی نبوت عالمی انسانی تہذیب کی تشکیل کی صلاحیت رکھتے ہیں تو یہ بھی ایک ثبوت ہے۔ اگر قرآن کائنات کے اس سارے نظام اورانسان کی فطرت سے ہم آہنگ،دین پیش کرتا ہے تویہ بھی کمال نبوت ہے۔ اسی طرح قرآن جو کچھ تاریخ ،کائنات ، انسان، مبدأاور معاد کے بارے میں کہتا ہے وہ ہر دور میں انسانی شعور سے ہم آہنگ بلکہ کمال آفریں‌ہے تو یہ بھی ختم نبوت کا ایک شاہد ہے۔ اگر قرآن ہمیشہ گذشتہ کوحاضر اورپھر گذشتہ اورحاضردونوں کو مستقبل سے منسلک کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے تو یہ بھی ختم نبوت کی ایک دلیل ہے۔ اسی طرح قرآن گذشتہ حقائق کی نفی نہیں کرتا ہے۔ ایک پورا سلسلہ نبوت کا ہے اور قرآن کے مطابق محمدؐ اسی سلسلہ وحی سے منسلک ہیں جن سے پہلے نبی منسلک تھے۔ اب چونکہ دین بھی محفوظ ہے اورنیا آنے والا نبی بھی کوئی نیا دین لے کر نہیں آتا تو ختم نبوت کی یہ بھی ایک دلیل ہے۔ قرآن زبان و حرف سے وابستگی کی دعوت نہیں دیتا بلکہ حقائق سے وابستگی کی دعوت دیتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ قرآن ہرزمان ومکان پر منطبق ہوجانے والا دین پیش کرتا ہے۔ مکان بدل جاتا ہے ،زمان بدل جاتا ہے، انسان پہلے گھوڑے پر سفر کرتا تھا اب کسی اور چیز پر۔ یہ تمدن کا ایک ظاہری مسئلہ تھا جو گزر گیا۔ اسی طرح پہلے تلوار اور تیرسے لڑائی ہوتی تھی۔ یہ ظواہر تھے گذشتہ تمدن کے۔اگر قرآن بھی اس سے وابستہ رہنے کی دعوت دیتا تو وہ بات کچھ اور ہوتی لیکن اگر اس کے پاس کوئی

دائمی اصول ہیں جو اس زمان ومکان کے بدلنے سے نہیں بدلتے تو ختم نبوت کے لیے یہ بھی ایک دلیل ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ دنیا میں کچھ چیزیں متحرک ہیں اور کچھ متغیر ہیں۔کچھ چیزوں کو ثبات اور دوام حاصل ہے۔اگر قرآن میں ان دونوں چیزوں سے ہم آہنگ پیغام موجود ہیں تو یہ بھی ختم نبوت کی ایک دلیل ہے ۔نوع انسانی کی باطنی اور ظاہری ہر طرح کے حقیقی ارتقا اورنشوونما کی صلاحیت اگر اس دین میں آج بھی باقی ہے تو یہ بھی ختم نبوت پر ایک برہان ہے۔ اگر یہ دین آج بھی عالمی ترقی اورنشوونما پانے والی انسانی تہذیب کی تشکیل کی صلاحیت رکھتا ہے تو پھر آج بھی اس کے پیغمبر محمد مصطفیٰؐ ہیں۔

نتیجۃً یہ بات درست نہیں ہے کہ مذکورہ آیت ہی ختم نبوت کی ایک دلیل ہے۔اس کے علاوہ بھی بہت سی آیات ہیں جواہل بصیرت کے لیے ختم نبوت کے لیے کافی ووافی دلائل کی حیثیت رکھتی ہیں جومذکورہ موضوعات پر کھل کر ہدایت دیتی ہیں،ادعا کرتی ہیں یا ثبوت فراہم کرتی ہیں۔ اسی طرح قرآن بحیثیت کل بھی ان امور کے لیے دلیل کی حیثیت رکھتا ہے۔

یہاں یہ بات شاید بے محل نہ ہوکہ خودختم نبوت کاعقیدہ رکھنے والوں نے اس عقیدے کے تقاضوں کو عملاً بحیثیت مجموعی نظر انداز کر رکھا ہے۔ مسلمانوں کو توچاہیے تھا کہ وہ ایک آفاقی کمال آفریں تہذیب انسانی کے پرچم بردار ہوتے، عالمینی نبوت کے وارثوں کو چاہیے کہ اپنی عظیم مسئولیت کا احساس کریں۔ دین اوروحی کے دائمی اصولوں کا صحیح فہم حاصل کریں۔ ختم نبوت تو ایک تحرک انگیز عقیدہ ہے۔ ہر دور کے عصری تقاضوں کو سمجھتے ہوئے اجتہادی بصیرت سے اس دین کونوع انسانی کے سامنے رائج علمی زبان میں پیش کرنا ختم نبوت کے عقیدے کا لازمہ ہے۔ ختم نبوت کا عقیدہ شخصیت پرستی کی ہر شکل کی نفی کرتا ہے ۔یہ نظریہ لفظوں سے چمٹے رہنے کومردود گردانتا ہے اور روح دین کی حفاظت پر زور دینے سے عبارت ہے۔ یہ نظریہ دین کی ابدی حقیقتوں کو مقامی زبان یا کسی خاص قوم کے رسم ورواج سے بلند تر دیکھنے کے ساتھ لازم و ملزوم ہے۔ یہ عقیدہ قرآن اورمنزل من اللہ احکام و ہدایات کے محفوظ ہونے کے ساتھ ناقابل جدائی وابستگی رکھتا ہے۔ اس عقیدے کا تقاضا ہے کہ قرآن حکیم کو صحیح و غلط اورحق وباطل میں تمیز کے لیے کسوٹی قرار دیا جائے۔ یہ عقیدہ رنگ ونسب اورجغرافیے کی بنیاد پر کسی انسان کے دوسرے پر تفوق کو بھی قبول نہیں کرتا۔ مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ اس عظیم عقیدے کی شعوری طور پر حفاظت کریں اوراس کے تقاضوں کوپورا کرنے کے لیے اٹھ کھڑے ہوں۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ختم نبوت کے حوالے سے بات کرنا بہت اہم ہے۔اس کی کئی وجوہات ہیں۔ ایک تو یہ کہ جب ہم نبی کی ضرورت ثابت کرتے ہیں کہ ہر دورمیں نبی کی ضرورت ہے، اللہ کی طرف سے ہادی کی ضرورت ہے تاکہ وہ راہنمائی کر سکے ، جہاں بھی انسان مشکل میں پڑے وہ راہنمائی کرے، کیوں کہ اس کا رابطہ اپنے پروردگار سے ، ملائے اعلیٰ سے اورصاحبِ عرش وکرسی سے ہوتا ہے۔

اس کے سینے پر وحی کی صورت میں آیتیں اترتی ہیں جنھیں وہ جذب کرکے انسانیت کے لیے ہدایت کا

پیغام دیتا ہے۔ جب ہم کہتے ہیں کہ اب نبی کو نہیں آنا تو اس کا مطلب ہے کہ اس طرح کا آدمی اب نہیں آئے گا۔ یعنی وحیٔ نبوی کے سلسلے منقطع ہوگئے۔ اس پر ایک اہم سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا بڑے انسان پیدا ہونا بند ہوگئے؟ اگر نبی بڑے انسان تھے تو کیا اب بڑے انسانوں کا آنا بند ہوگیا؟

اس لیے ایک بات تو یہ ہوئی کہ وہ کتاب محفوظ ہے جس میں اللہ کی طرف سے بھیجی ہوئی آخری ہدایت موجود ہے اوردوسری اہم بات یہ ہے کہ اس کتاب کی روشنی میں دوسری ساری چیزوں کو پرکھا جاسکتا ہے اوردیکھا جاسکتا ہے۔ بعض ایسی احادیث بھی موجود ہیں جن کے مطابق ہربات کو قرآن پر پرکھا جانا چاہیے، قرآن کی روشنی میں ان احادیث کے معانی کا تعین کیا جاسکتا ہے۔ اگر قرآن کی تعلیمات کے خلاف کوئی حدیث آجائے تو ظاہر ہے کہ رسول اللہؐ سے یہ توقع کسی صورت نہیں کی جاسکتی کہ آپؐ آسمانی ہدایت اوراس کتاب کے خلاف کوئی بات کریں گے اس لیے علمائے اہل سنت اورمکتب اہل بیتؑ کے علماء سب نے کہا ہے کہ اگر ایسی کوئی حدیث یا ایسا کوئی قول نقل کیا جائے جو قرآن سے ٹکراتا ہو تو اُسے دیوار پر دے مارا جائے ، اس لیے کہ وہ اس قابل نہیں ہے کہ اسے کہا جائے کہ وہ رسولؐ یا آئمہ اہل بیتؑ کا قول ہے۔ ایسے اقوال اسلام کی تعلیمات قرارنہیں پاسکتے۔نبی پاکؐ ایسا کہہ سکتے ہیں نہ ایسی بات کر سکتے ہیں۔

لہٰذا حدیث کو پرکھنے کے لیے بھی جہاں عقل وفکر کے دیگر ذرائع اختیار کرنے کا حکم ہے مثلاً تاریخ اوردوسرے پیمانے موجودہیں جن کی روشنی میں احادیث کو پرکھا جاسکتا ہے وہاں سب سے اہم کسوٹی خود قرآن ہے۔ یہاں ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ ایک بہت بڑا ذخیرہ جو قرآن کے علاوہ ہے اورسنت کی شکل میں موجود ہے وہ بھی ایک عظیم سرمائے کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس سرمائے میں بھی نبی پاکؐ کی سیرت اور آپؐ کا اسوہ وکردار روز روشن کی طرح عیاں اورباقی ہے۔ جب کتاب بھی محفوظ ہے اورآپؐ کا اسوہ بھی باقی ہے تو نہ کسی کتاب کی ضرورت ہے نہ متبادل ماڈل کی ضرورت ہے۔ اس طرح سے ہم ختم نبوت کی توجیہ کر سکتے ہیں۔ یعنی یہ امر ختم نبوت پر دلیل ہے۔اس کے لیے اگرچہ عقلی دلائل بھی موجود ہیں کہ بڑے انسان پیدا ہوسکتے ہیں مگر میں چند نقلی دلائل کی طرف اشارہ کرتا ہوں:

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایسی احادیث موجود ہیں جن میں یہ فرمایا گیا ہے کہ میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی مانند ہیں اور بعض روایات ایسی ہیں کہ جن میں کہا گیا ہے کہ میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء سے افضل ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ آپؐ کی تعلیمات کے نتیجے میں آپؐ کی امت میں ایسے افراد پیدا ہوں گے یا آپؐ کی تعلیمات میں ایسی صلاحیت موجود ہے جوایسے انسانوں کو پروان چڑھا سکتی ہے جو انبیاء تو نہیں ہوں گے مگر ان کے مثیل ہوں گے۔یعنی بہت بڑے کردار کے حامل ہوں گے۔انسانوں کو انبیاء کا پیغام دیں گے، کردار کے ساتھ بھی اوراپنی گفتار کے ساتھ بھی، کیونکہ آنحضرتؐ کی تعلیمات کے اندر یہ صلاحیت موجود ہے کہ ان کے ذریعے بڑے انسان پروان چڑھ سکیں۔ واقعاً ہم دیکھتے ہیں کہ تاریخ اسلام میں نبی پاکؐ کے

بعد بھی بڑے بڑے انسانوں نے ظہور کیا جنھوں نے بہت بڑا کردارادا کیا۔ انبیاء کی طرح ہی وہ شرک، ظلم اور استبداد کی طاقتوں سے اپنے زمانوں میں ٹکراتے رہے۔ علاوہ ازیں اپنے علم و فضل، کردار اور تقویٰ کے اعتبار سے بھی وہ بڑے لوگ تھے۔

نتیجہ کلام

پہلے جو نبی آئے ان کی تعلیمات اور کتابیں دگرگونی کا شکار ہو گئیں۔ پوری طرح سے محفوظ نہیں رہیں لیکن حضرت محمدؐ نبی بن کر آئے وہ جو وحی کا پیغام لائے ہم بڑے دعوے سے کہ سکتے ہیں کہ اُن کی کتاب میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوئی اوریہ نازل شدہ وحی من و عن محفوظ ہے کیونکہ نبی پاکؐ نے خود اسے مرتب کیا یا اپنی نگرانی میں خود مرتب کروایا۔ آپؐ نے قرآن حکیم کو مرتب کروانے کے لیے ایک کمیٹی تشکیل دی۔ اس میں حضرت علیؑ بھی شامل تھے جب آپؐ کی ہدایات کی روشنی میں مرتب کرکے اسے آپؐ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپؐ نے اس پر مہر لگائی جیسا کہ بعض روایات سے ثابت ہوتا ہے گویا آنحضرتؐ پر نازل ہونے والی یہ کتاب اوروحی محفوظ طریقے سے ہمارے پاس پہنچ گئی۔ اس پر ہم کہ سکتے ہیں کہ اگر پرانے زمانوں میں نبی اس لیے آتے رہے کہ اُن کی تعلیمات ردوبدل سے دوچار کردی جاتی تھیں، ان میں تحریف کردی جاتی تھی اوروہ دگر گوں ہوجاتی تھیں تو اب اس کتاب میں تحریف نہیں ہوسکتی۔ نبی کریمؐ پر نازل ہونے والی وحی اپنی اصلی صورت میں موجود اور محفوظ ہے۔ کم ازکم اس کتاب کی صورت میں، یہ بہت بڑی دستاویز ہے، کوئی پندرہ بیس صفحے کی کتاب نہیں ایک سوچودہ سورتوں پر مبنی ایک کتاب ہے۔اس کے محفوظ ہونے کا مطلب ہے کہ بہت اہم سرمایہ انسانیت کے پاس محفوظ ہے، انسانی ہدایت کا سامان محفوظ ہے۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسی بات نہیں ہے کہ ہم کہیں کہ انسانیت اب بانجھ ہوگئی ہے یا اب بڑے انسان ظہور نہیں کرسکتے، نہیں بلکہ کرتے ہیں اورانبیاء کی تعلیمات کا یہ معجزہ ہے کہ بڑے بڑے لوگ ان کی تعلیمات کے نتیجے میں وجود میں آتے ہیں۔

اسی طرح یہ بات بہت اہم ہے کہ پہلے لوگ اور قومیں اس قدر صلاحیت کی حامل نہیں تھیں کہ وہ آسمانی ہدایت کو اُس طرح محفوظ رکھ سکیں جیسا کہ محفوظ رکھنے کا حق ہے لیکن نبی پاکؐ جب آخری نبیؐ کے طور پر تشریف لائے تو انسان اس قابل ہوگیا تھا کہ آسمان سے نازل ہونے والی ہدایت کی دستاویز کو محفوظ رکھ سکے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ انسانیت بلوغ کی طرف جارہی تھی۔اس لیے آپؐ نے انسانی زندگی کو گزارنے کے لیے ایسے اصول و کلیات بیان فرما دیے اور ایسے کلی قوانین بیان فرما دیے جن کی مدد سے انسانیت آگے کی طرف بڑھ سکتی ہے۔ ان اصولوں اور کلیات سے راہنمائی حاصل کرکے انسانیت کمال کے سفر پر گامزن رہ سکتی ہے۔

قانون سازی کے لیے بھی ہم اُن اصولوں سے مدد لے سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے یہاں عام طور پر مسلمان یہ یقین رکھتے ہیں کہ اجتہاد کا دروازہ کھلا ہے ۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ نبی پاکؐ کی زندگی میں یا صحابہؓ کی زندگی میں،تابعین یا تبع تابعین کی زندگی میں اگر ایسے قوانین شریعت کے نام پر موجود تھے جو اُس زمان ومکان کے مطابق تھے، زمان ومکان کے بدلنے سے اگر نئی قانونی تعبیر کی ضرورت پڑے تو اسلام کے کلی اصولوں کی روشنی میں ہم نئے قوانین کا استنباط کر سکتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپؐ کی تعلیمات میں یہ گنجائش موجود ہے کہ آگے بڑھنے والی انسانی فکر نیز تمدن اورسماج کے کاروان کی مدد کر سکیں۔ آپؐ کی میراث بننے والے قوانین وکلیات انسانی سماج ، معاشرے اورسوسائٹی کو ارتقا اور کمال کی طرف لے جانے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ اس سے ختم نبوت کی حقیقت بھی واضح ہوجاتی ہے اورختم نبوت کی ضرورت بھی ثابت ہوتی ہے۔ گویا واقعی اب ضرورت نہیں تھی اس طرح کے کسی نبی کی کہ جو آسمان سے اس معنی میں ہدایت لیتاہو،اس لیے کہ آپؐ کا اسوہ موجود ہے، آپؐ کی تعلیمات بھی موجود ہیں۔ ان تعلیمات میں ارتقا کی گنجائش بھی موجود ہے۔ گویا اب انسان کو انگلی پکڑ کر آگے لے جانے کی ضرورت نہیں ہے۔

نبی بھی اپنے کامل اسوۂ حسنہ کے ساتھ موجودہے اوراس کی تعلیمات بھی زندہ ہیں۔ اسی کی تعلیمات نے معجزے دکھائے بھی ہیں۔ اس دور میں بھی ایسے بڑے بڑے لوگ ان تعلیمات کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں کہ جن پر انسانیت فخر کرسکتی ہے۔با ایثار لوگ، باتقویٰ لوگ، قربانیاں دینے والے لوگ، ایسے لوگ جن کے دل انسانیت کے لیے دھڑکتے ہیں، جو انسان کے غم میں غم زدہ ہوتے ہیں اور جوانسان کی ترقی و کمال کے لیے لوجہ اللہ کوشاں رہتے ہیں۔ انہی تعلیمات سے سبق حاصل کرکے ایسے لوگ پیدا ہوتے رہے اورآج بھی پیدا ہورہے ہیں اور یہ سلسلہ رہتی دنیا تک جاری رہے گا کیونکہ یہ معجزہ نبی آخرؐ کی ختم نبوت کے معجزے کی دلیل ہے۔ ختم نبوت پر بات کرتے ہوئے ان ساری باتوں کو ملحوظ نظر رکھنے کی ضرورت ہے۔

شیعہ تفاسیر (اردو) میں مسئلہ ختم نبوت ایک جائزہ

ڈاکٹر سید علی عباس نقوی

صدر نشین البصیرہ

خلاصہ:

اس مضمون میں اردو زبان میں تحریر کی جانے والی شیعہ تفاسیر میں مسئلہ ختم نبوت کے حوالے سے موجود متون و دلائل کو پیش کیا جائے گا۔ مفسرین نے آیات کے ذیل میں ختم نبوت پر استدلال پیش کیا ہے نیز اس موضوع کی اہمیت کے پیش نظر اعتراضات کا متقن جواب دیا ہے ہماری کوشش ہو گئی کہ اس تحریر میں ان دونوں پہلووں پر روشنی ڈالیں۔یہ مضمون دو حصوں اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے :

حصہ اول: آیات کریمہ اورمفسرین کا ان آیات سے استدلال پیش کیا جائے گا ۔

حصہ دوم : اس حصے میں عصر حاضر میں منکرین ختم نبوت کے شبہات و اعتراضات اور مفسرین کے جوابات تحریر کیے جائیں گے۔

خاتمہ : اس حصے میں مضمون کی مختصراً جمع بندی کی جائے گئی۔

کلیدی الفاظ: ختم نبوت، شیعہ تفاسیر، اردو

مقدمہ :

خاتمیت یا ختم نبوت یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے نبوت کے سلسلے کا اختتام ہونے کا عقیدہ رکھنا دین اسلام کی ضروریات اور تمام اسلامی مذاہب کا اتفاقی مسئلہ ہے لہذا تمام مفسرین کا بھی اس مسئلہ پر نہ صرف اتفاق ہے بلکہ اس مسئلے پر زور بھی دیتے ہیں۔ بعض نے تو اس پر الگ سے کتابیں بھی تالیف کی ہیں ۔

پاکستان کے تمام شیعہ مفسرین نے اس نہایت اہم اور حساس موضوع پر اپنی تفاسیر میں آیات کے ذیل میں ختم نبوت پر نہ صرف استدلالات کیے ہیں بلکہ عصر حاضر میں اس مسئلہ کے پیش نظر جتنے شبہات کیے گئے ہیں ان کے رد میں منطقی اور عقلی جوابات تحریر فرمائے ہیں۔

چند اہم شیعہ معاصر مفسرین جن کے اسماء گرامی یہ ہیں:

علامہ امداد حسین کاظمی المشہدی، مولانا سید فرمان علی ، مولانا سید مقبول احمد دہلوی ، علامہ سید علی الحائری، علامہ حسین بخش جاڑا ، علامہ محمد حسین نجفی، علامہ شیخ محسن نجفی، علامہ علی نقی نقوی

اس تحریر میں جن مفسرین اور ان کی تفاسیر سے استفادہ کیا جا رہا ہے وہ درج ہیں :

علامہ علی نقی نقوی، تفسیر فصل الخطاب (۱۹۰۵۔ ۱۹۸۸)

علامہ شیخ محسن نجفی، تفسیر الکوثر (۲۰۲۴-۱۹۴۳)

علامہ حسین بخش جاڑا، تفسیر انوار النجف (۱۹۲۰-۱۹۹۰)

علامہ محمد حسین نجفی، تفسیر فیضان الرحمان (۲۰۲۳-۱۹۳۲)

آیات:

مسئلہ ختم نبوت پر قرآن کریم کی متعدد آیات دلالت کرتی ہیں یہاں ہم نے چند آیات کا انتخاب کیا ہے جن سے صراحتا ختم نبوت پر استدلال کیا جا سکتا ہے ۔ چند آیات کو بطور نمونہ پیش خدمت ہیں۔

تَبٰرَكَ الَّذِیۡ نَزَّلَ الۡفُرۡقَانَ عَلٰی عَبۡدِهٖ لِیَكُوۡنَ لِلۡعٰلَمِیۡنَ نَذِیۡرَا[۱]

۱۔بابرکت ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے پر فرقان نازل فرمایا تاکہ وہ سارے جہاں والوں کے لیے انتباہ کرنے والا ہو۔

۱۔ فرقان، ۱

وَمَا اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيۡرًا وَّنَذِيۡرًا وَّلٰـكِنَّ اَكۡثَرَ النَّاسِ لَا يَعۡلَمُوۡنَ[1]

اور ہم نے آپ کو تمام انسانوں کے لیے فقط بشارت دینے والا اور تنبیہ کرنے والا بنا کر بھیجا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنۡ رِّجَالِكُمۡ وَلٰـكِنۡ رَّسُوۡلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَىۡءٍ عَلِيۡمًا[2]

محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں ہاں وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیّین ہیں اور اللہ ہر چیز کا خوب جاننے والا ہے۔

خاتم کا مفہوم :

بیشتر مفسرین نے سورہ احزاب کی آیت نمبر ۴۰ کے ذیل میں اس اصطلاح کا معنی و مفہوم بیان کیا ہے ۔مضمون کے پہلے حصے میں اس پر تفصیلی روشنی ڈالی گئی ہے۔

پہلا حصہ : آیات کریمہ اورمفسرین کا ان آیات سے استدلال

مضمون کے اس حصے میں مفسرین نے خاتمیت کے موضوع پر جن آیات سے استدلال کیا ہےذکر کیا جائے گا نیز مفسرین کے طریقے استدلال پر بھی روشنی ڈالی جائے گی۔

مفسر قرآن علامہ شیخ محسن نجفی اپنی کتاب تفسیر کوثر میں سورہ احزاب کی آیت ۴۰ کے ذیل میں ابتداء خاتم کی دو قرأت کی کو بیان کیا ہے بعد از آں خاتم کے مفہوم کو واضح کیا ہے :

وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ: اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ہیں۔ ان کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ خَاتَم کی دو قرائتیں ہیں: خاتِم اور خاتَم۔

خاتم: لفظ، اگر خاتِم پڑھیں تو اس کے معنی ہوں گے نبیوں کا سلسلہ ختم کرنے والا اور اگر خاتَم پڑھے تو اس کے معنی ہوں گے مہر لگانے والا۔ بند کرنے والا۔[3]

علامہ شیخ محسن نجفی ،خاتم کے دونوں معنی بیان کرنے کے بعد ان معنوں کی روشنی میں معتقد ہیں کہ دونوں صورتوں میں معنی ایک ہیں۔ جب آپؐ خَاتَم النَّبِیّن ہیں تو لازماً خاتَم المرسلین ہیں چونکہ رسالت کا درجہ

۱۔ سبا، ۲۸

۲۔ احزاب، ۴۰

۳۔ الکوثر فی تفسیر القران جلد ۷ صفحہ ۷۷

نبوت کے بعد آتا ہے۔ چونکہ نبی وہ ہیں جن پر خواب میں وحی ہوتی ہے اور رسول وہ ہیں جن پر فرشتہ وحی نازل ہوتا ہے اور دعوت کا حکم دیتا ہے۔ لہٰذا ہر رسول نبی ہے۔اس آیت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسم شریف کے ساتھ رسالت اور نبوت دونوں کا ذکر ہے۔[1]

شیخ صاحب کی نظر میں مسئلہ ختم نبوت پر دیگر آیات بھی دلالت کرتی ہیں جن کا ذکر آپ نے سورہ احزاب کی آیت نمبر ۴۰ کی ذیل میں کیا ہے :

قرآن کی متعدد آیات سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاتمیت کا اشارہ ملتا ہے۔ جیسے:

وَأُوحِيَ إِلَيَّ هَٰذَا الْقُرْآنُ لِأُنذِرَكُم بِهِ وَمَن بَلَغَ[2]

اور یہ قرآن میری طرف بذریعہ وحی نازل کیا گیا ہے تاکہ میں تمھیں اور جس تک یہ پیغام پہنچے سب کو تنبیہ کروں۔

پیغام پہنچنے کا ذمہ اللہ نے لیا ہے:

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ[3]

اس ذکر کو یقینا ہم ہی نے اتارا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔

تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَىٰ عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا[4]

بابرکت ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے پر فرقان نازل فرمایا تاکہ وہ سارے جہاں والوں کے لیے انتباہ کرنے والا ہو۔

مفسر قرآن کریم علامہ محمد حسین نجفی اپنی کتاب فیضان الرحمن فی تفسیر القرآن ، سورہ احزاب آیت نمبر ۴۰ کے ذیل میں ختم نبوت کے معنی و مفہوم کے بعد" ختم نبوت قرآن کریم ،احادیث ، عقل سلیم اور اجماع و اتفاق مسلمین کی روشنی میں" جیسے عناوین پر واضح اور مدلل گفتگو کی ہے ۔[5]

آپ نے ختم نبوت کے یہ معنی بیان کیے ہیں :

،،مسئلہ ختم نبوت بایں معنی کہ جو سید الانبیاء ہیں وہی اس معنی میں خاتم الانبیاء بھی ہیں کہ ان کے بعد صبح قیامت کے طلوع ہونے تک کوئی نیا پرانا نبی، بحیثیت نبی و رسول تشریعی و غیر تشریعی ظلی یا بروزی منجانب

۱۔ الکوثر فی تفسیر القران جلد ۷ صفحہ ۷۷

۲۔ انعام، ۱۹

۳۔ حجر، ۹

۴۔ فرقان، ۱

۵۔ فیضان الرحمٰن تفسیر فی القرآن، شیخ محمد حسین نجفی، جلد ۸، صفحہ ۴۹

اللہ نہیں آسکتا۔ یہ ان اسلامی مسلمات بلکہ ان ضروریات اسلام میں سے ہے جن پر تمام فرقہائے اسلام کا اجماع و اتفاق ہے اور جن کا منکر دائرہ اسلام سے خارج متصور ہوتا ہے۔"

علامہ نجفی صاحب کا کہنا ہے کہ جب سے متنبیٔ پنجاب نے اپنی خانہ ساز نبوت کا دعویٰ کیا ہے اس وقت سے اس آیت میں تاویلات کا ایک دروازہ کھل چکا ہے۔[1]

اس ہی آیت کے ذیل میں علامہ محمد حسین نجفی نے "ختم نبوت قرآن کریم کی روشنی" کے عنوان سے تفصیلی گفتگو کی ہے یہاں ہم اختصار کے ساتھ اسے پیش کرتے ہیں:[2]

قرآن مجید میں ایسی بہت سی آیات مبارکہ موجود ہیں جو بالصراحت یا بالاشارہ ختم نبوت پر دلالت کرتی ہیں ان میں سے پہلی آیت یہی ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُم [3]

یہاں دو چیزیں قابل غور ہیں ایک لفظ خاتم کی تحقیق اور دوسرے "النبیین" کی تحقیق سوا مراول کے متعلق واضح ہو کہ قراء سبعہ میں سے دو نے یعنی حسن اور عاصم نے اس لفظ کو خاتَم (ت کی زبر سے) پڑھا ہے اور باقی پانچ نے اسے خاتِم (ت کی زیر سے بروزن حاتم پڑھا ہے) لہٰذا اگر اسے خاتِم یعنی (ت) کی زیر سے پڑھا جائے تو پھر تو بات واضح ہے کہ اس کے معنی سب نبیوں کے ختم کرنے والے کے ہیں اور اگر خاتَم یعنی (ت) کی زبر سے پڑھا جائے تو تب بھی اس کے ایک معنی آخر کے ہیں کہا جاتا ہے ۔ (خاتم القومه ای آخرهم)[4]۔

بنابریں ثابت ہوا کہ لفظ خاتم کو خواہ "ت" کے کسرہ سے پڑھا جائے یا فتحہ سے دونوں اعتبار سے اس کے معنی ختم کرنے والے اور سب کے آخر میں آنے والے ہی کے ہوتے ہیں اور اگرچہ خاتَم(تا کے فتحہ کے ساتھ) کے ایک معنی مہر کے بھی ہیں لیکن اس سے بھی ہمارے مدعا پر کوئی زد نہیں پڑتی کیونکہ ظاہر ہے کہ مہر کسی مطلب کے خاتمہ پر اور اسے بند کرنے کے بعد ہی لگائی جاتی ہے اور جب کسی تحریر پر مہر لگ جائے تو اس کے بعد کچھ نہیں لکھا جاتا اور اگر لکھا جائے تو وہ جعلی متصور ہوتا ہے۔

صاحب تفسیر فیضان الرحمن لفظ خاتم کے معنی پر روشنی کے ضمن میں ایک نا درست تاویل کی رد میں قلم طراز ہیں "امت مرزائیہ اس مہر نبوت کا مطلب یہ لیتی ہے کہ آپ نبیوں کی مہر ہیں یعنی جس جس پر آپ کی مہر لگتی جائے گی وہ نبی بنتا جائے گا اور آئندہ جو نبی آئیں گے وہ آپ کی مہر لگنے سے ہی نبی بنیں گے۔ یہ

۱۔ ہم نے بھی اپنی کتاب "احسن الفوائد" میں اس موضوع پر مفصل گفتگو کی ہے۔(فیضان الرحمٰن تفسیر فی القرآن، شیخ محمد حسین نجفی، جلد ۸، صفحہ ۴۹)

۲۔ فیضان الرحمٰن تفسیر فی القرآن، شیخ محمد حسین نجفی، جلد ۸، صفحہ ۵۰

۳۔ احزاب، ۴۰

۴۔ المنجد لسان، العرب، القاموس وغیرہ

تاویل بالکل علیل ہے کیا جب یہ کہا جائے کہ یہ فلاں جج کی مہر ہے تو کیا اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جس پر یہ مہر لگتی جائے گی وہ جج بنتا جائے گا۔ یہ مجسٹریٹ کی مہر ہے تو کیا اس کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ جس پر یہ مہر لگتی جائے گی وہ مجسٹریٹ بنتا جائے گا۔

فَمَا لَکُمْ کَیْفَ تَحْکُمُوْنَ[1]

اس کے بعد آپ لفظ النبیین کے بارے میں فرماتے کہ جہاں تک دوسری چیز یعنی لفظ النبیین کا تعلق ہے تو واضح ہے کہ النبیین نبی کی جمع ہے اورعلم عربیت کے ماہرین کا مسلمہ قاعدہ ہے کہ جب جمع پر تعریف کا الف، لام داخل ہو جائے تو وہ عموم و استغراق کا فائدہ دیتا ہے۔ بناء برایں النبیین کے معنی ہوں گے تمام نبی اور خاتم النبیین کے معنی ہوں گے تمام نبیوں کے خاتم کرنے والے۔

علامہ محمد حسین نجفی سورہ احزاب کی آیت نمبر ۴۰ کے ذیل میں مسئلہ ختم نبوت کے استدال کے طور پر سورہ مائدہ کی آیت نمبر ۳ سے استفادہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں :

"اس سلسلہ کی دوسری آیت

الیوم اَکمَلتُ لَکُم دینکم وَ اَتمَمتُ علیکم نِعمَتِی وَ رضیت لَکُمُ الاِسلَامَ دینا[2]

آج کے دن میں نے دین کو مکمل کردیا اور اپنی نعمت کو تم پر تمام کردیا اور دین اسلام کو تمھارے لیے دین منتخب کردیا۔

یہ آیت ببانگ دہل اعلان کررہی ہے کہ جس قصر دین کا سنگ بنیاد حضرت آدمؑ نے رکھا تھا اور پھر یکے بعد دیگرے سب انبیاء اس کی تعمیر میں حصہ لیتے رہے وہ آخر کار خاتم الانبیاء کے ہاتھوں پر اپنی تکمیل کو پہنچ گیا ہے۔ لہٰذا جب عقائد عبادات ، معاملات اور اخلاق وغیرہ غرضیکہ جب ہر لحاظ سے دین مکمل ہو گیاہے سب احکام نازل ہو چکے ہیں، پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی توضیح اور تبلیغ بھی کردی ہے اور اب قرآن و سنت میں جمیع مایحتاج الیہ الامۃ۔ موجودہے تو پھر کسی نبی کے آنے کی ضرورت کیا ہے؟ [3]

صاحب تفسیر فیضان الرحمن نے ختم نبوت قرآن کریم کی نگاہ میں بحث کرنے کے بعد اس مسئلہ کو احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ طاہرین علیہم السلام کی روشنی میں بھی بیان کیا ہے اور نمونہ کے طور پر متعدد احادیث نقل کی ہیں ہم یہاں پر چند ایک کا ذکر کرتے ہیں۔[4]

۱۔ یونس، ۳۵

۲۔ مائدہ، ۳

۳۔ فیضان الرحمٰن تفسیر فی القرآن، شیخ محمد حسین نجفی، جلد ۸، صفحہ ۵۱

۴۔ فیضان الرحمٰن تفسیر فی القرآن، شیخ محمد حسین نجفی، جلد ۸، صفحہ ۵۱

قال رسول اللہ :لا تقوم الساعة حتی یبعث دجالون کذابون کلھم یزعم انہ نبی وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی۔

فرمایا: اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک کہ جھوٹے دجال (قریباً تیس) نہیں اٹھائے جائیں گے جو دعویٰ کریں گے کہ وہ نبی ہیں حالانکہ میں خاتم الانبیاء ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔[1]

قال رسول اللہ: کانت بنو اسرائیل بنو اسرائیل تسوسھم الانبیاء کلما ھلك نبی خلفہ نبی انہ لا نبی بعدی وسیکون خلفاء۔[2]

قال رسول اللہ :لعلی انت منی بمنزلة ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی۔

فرمایا! یا علیؑ! تمھیں میرے ساتھ وہی نسبت ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔[3]

اس حدیث کو علامہ صاحب بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ صاحب تفسیر روح البیان لکھتے ہیں کہ لوجاء بعد رسول اللہ نبی لجاء علی بن ابی طالب لانہ منہ بمنزلة ھارون من موسیٰ۔ یعنی اگر پیغمبر اسلامؐ کے بعد کوئی نبی آسکتا تو پھر علی ابن ابی طالب آتے کیونکہ ان کو آپؐ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰؑ سے تھی۔

وفی ھذا کفایة لمن لہ ادنی درایة۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

لقد ختم اللہ بکتابکم الکتب وختم بنبیکم الانبیاء۔[4]

خدا نے تمھاری کتاب (قرآن) کے ذریعہ کتابوں اور تمھارے نبی کے ذریعہ سے تمام نبیوں کو ختم کردیا۔

حضرت امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں:

و شریعة محمد لا تنسخ الی یوم القیامة ولا نبی بعدہ الی یوم القیامة فمن ادعی بعدہ نبوة اواتی بعدہ بکتاب فدمہ مباح لکل من سمع ذالك[5]

۱۔ سنن ابی داؤد۔ ترمذی وغیرہ

۲۔ بخاری کتاب المناقب، مسلم کتاب الفضائل، ابن ماجہ مسند احمد بن حنبل وغیرہ

۳۔ بخاری و مسلم کتاب فضائل الصحابہ، مسند احمد بن حنبل وغیرہ

۴۔ اصول کافی و تفسیر صافی

۵۔ عیون الاخبار

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت قیامت تک منسوخ نہیں ہوگی اور آپؐ کے بعد قیامت تک کوئی نبی نہیں آئے گا پس جو شخص آپ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے یا کوئی کتاب لانے کا ادعا کرے تو جو شخص بھی اس کا دعویٰ سنے اس پر اس کا خون مباح ہے۔

قرآن اور احادیث سے مسئلہ ختم نبوت کو بیان کرنے کے بعد صاحب تفسیر فیضان الرحمن نے عقل سلیم کی روشنی میں بھی اس مسئلہ کو بیان کیا ہے ۔ آپ فرماتے ہیں :

اگرچہ ہر قسم کے تعصب و عناد اور اندھی تقلید و تاسی کی پٹی آنکھوں سے اتار کر عقل سلیم کی روشنی میں غور کیا جائے تو عقل سلیم بھی یہی فیصلہ کرتی ہے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آجانے کے بعد اب کسی نبی کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ عقل و شرع کی روشنی میں چار صورتوں میں نبی کے تقرر کی ضرورت پیش آتی ہے۔

۱۔ کسی ایسی قوم کی طرف نبی بھیجا جائے جہاں پہلے کوئی نبی نہ آیا ہو یا اس کا پیغام وہاں نہ پہنچا ہو۔

۲۔ سابقہ نبی کی تعلیم بالکل بھلا دی گئی ہو یا بالکل محرف کردی گئی ہو۔

۳۔ سابقہ نبی کے ذریعہ مکمل ہدایت نہ ملی ہو۔

۴۔ ایک نبی کی اعانت کے لیے دوسرے نبی کی ضرورت ہو۔

اگر بنظر انصاف دیکھا جائے تو سرکار ختمی مرتبت کی تشریف آوری کے بعد ان چار ضرورتوں میں سے ایک بھی باقی نہیں رہتی۔ لہٰذا اب کسی نبی کی آمد باعث رحمت نہیں ہوسکتی۔ البتہ باعث لعنت و زحمت ضرور ہو سکتی ہے کیونکہ جب کسی قوم میں کوئی نبی آتا تو فوراً کفر و ایمان کا سوال پیدا ہو جاتا ہے اور ماننے والے ایک امت اور نہ ماننے والے دوسری امت قرار پاتے ہیں اور اتفاق کی جگہ افتراق پیدا ہو جاتا ہے اور پھر اس تمام ضلالت و گمراہی کی ذمہ داری خدا اور رسول پر عائد ہوگی کہ اگر خاتم الانبیاء کے بعد بھی کسی نبی نے آنا تھا اور ہم نے اس پر ایمان بھی لانا تھا تو پھر انھوں نے کیوں خاموشی اختیار کی؟

اگر خدا و رسول کی خاموشی ہی آنے والے کسی مدعی نبوت کے دعویٰ کے بطلان کے لیے کافی تھی چہ جائیکہ قرآن و سنت عہدہ نبوت کے پیغمبر اسلامؐ پر ختم ہو جانے اور آئندہ کسی نبی کے نہ آنے کی تصریحات سے چھلک رہے ہیں جن کا ایک کرشمہ اوپر پیش کر دیا گیا ہے۔

اس بحث کے آخر میں علامہ محمد حسین نجفی معتقد ہیں کہ ختم نبوت کا مسئلہ اجماع و اتفاق مسلمین ہے ، آپ کا کہنا ہے کہ جہاں تک اس مسئلہ پر تمام مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے مسلمانوں کے اجماع واتفاق کا تعلق ہے تو یہ بات عیاں راچہ بیان کی مصداق ہے چونکہ پہلے ہی یہ موضوع خاصا طویل ہو گیا ہے اس لیے بنظر اختصار اسلامی دنیا کے اکابر علماء کرام کے بیانات عالیہ پیش کرنے کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔

آنجاکہ عیان است چہ حاجت بیان است [1]

مفسر قرآن علامہ سید علی نقی نقوی تفسیر فصل الخطاب میں سورہ احزاب کی آیت نمبر ۴۰ میں فرماتے ہیں کہ ختم کے معنی تمام کرنے کے ہیں مہر لگانے کو عربی میں ختم اور مہر کو خاتم جو کہا جاتا ہے ، وہ اس لیے کہ مہر اختتام پر لگتی ہے اور اس لیے بلاشبہ یہ آیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخری رسول ہونے کی دلیل ہے مگر قادیانی جماعت کے لوگ جو مرزا غلام احمد صاحب کو نبی بنانے کے درپے ہیں ، وہ اس آیت میں خاتم کے ایسے معنی قرار دینا چاہتے ہیں جس سے ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد بھی نبی کے آنے کی گنجائش باقی رہے جو تمام امت اسلامیہ کے نزدیک باطل اور خلاف ضرورت دین ہے ۔ [2]

صاحب تفسیر فصل الخطاب سورہ اعراف کی آیت ۱۵۸ میں رسالت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہمہ گیری کے عنوان سے مسئلہ ختم نبوت پر استدلال فرماتے ہوئے لکھتے ہیں :

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ ہمہ گیر اعلان رسالت ہے جس میں کسی قوم و قبیلہ، کسی ملک بلکہ کسی دور کی بھی تخصیص نہیں ہے جس میں خطاب کی عمومیت ہی ہمہ گیری کے لیے کافی تھی اور پھر "جمیعاً" کے لفظ نے اس میں اور قوت پیدا کردی۔اس کے برخلاف کسی ایک جگہ بھی قرآن میں یا ایھا العرب کہہ کے آواز نہیں دی گئی ہے۔ اس لیے اس دور کے بعض سیکولر قسم کے افراد کا پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کو ان الفاظ میں ماننا کہ وہ عرب قوم کی ہدایت کے لیے آئے تھے اور انھوں نے قوم عرب کو بہت اچھی تعلیم دی اوروہ بڑے درجہ کے رسول تھے وغیرہ وغیرہ، یہ رسالت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان نہیں ہے بلکہ حقیقتاً اس پیغام کے ساتھ جو آپ نے پیش کیا تھا کفر ہی ہے۔ دینی اصطلاح میں جیسا کہ کلمات معصومینؑ سے معلوم ہوا ہے، رسالت کا منصب نبوت سے بالا ہے پھران دونوں آیتوں میں "رسول" کہہ کر حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصف "نبی" کے ساتھ کیوں لایا گیاہے؟ اس کا راز بائبل کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے اور اس کا حوالہ گزشتہ آیت میں دیا بھی گیا ہے کہ :

يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِندَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ

وہ اسے پار ہے ہیں لکھا ہوا توریت میں بھی اور انجیل میں بھی۔۔۔ان دونوں کتابوں میں اب بھی وہ فقرے موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیائے ماسلف نے اس پیغمبر کے آنے کی اطلاع "وہ نبی" کہہ کر دی تھی۔گویا کہ اس رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لقب انبیاء کی زبان میں ۔ "النبی" تھا۔ اسی لیے قرآن میں

۱۔ فیضان الرحمن تفسیر فی القرآن، شیخ محمد حسین نجفی، جلد ۸، صفحہ ۵۴

۲۔ تفسیر فصل الخطاب ، جلد ۳، ص ۱۸۳

خالق کی طرف سے آپ کے ساتھ تخاطب اکثر "یا ایھا النبی" کے لفظ میں کیا گیا ہے ان دونوں آیتوں میں رسول کہنے کے بعد آپ کو "النبی" کے لفظ سے یاد کیا گیا ہے ۔[1]

حصہ دوم:

منکرین ختم نبوت کے شبہات و اعتراضات اور مفسرین کے جوابات

مفسرین نے جہاں آیات سے خاتمیت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ثابت کیا ہے وہاں پر اس حساس مسئلہ پر منکرین ختم نبوت کے اعتراضات کے جوابات بھی تحریر فرمائے ہیں ۔ ہم اس حصے میں ان شبہات اور ان کے جوابات کے ذیل میں بیان کریں ۔

شیخ محسن نجفی سورہ احزاب کی آیت نمبر ۴۰ کے ذیل دو شبہات و ان کے جوابات دیئے ہیں:[2]

اس جگہ چند سوالات پیدا ہوتے ہیں:

i۔ اسلام کے بعد کسی پیغمبر کی ضرورت کیوں باقی نہیں رہی؟

جواب یہ ہے کہ سابقہ آسمانی کتابوں کی طرح اسلام کی کتاب قرآن میں کسی قسم کی تحریف و تغییر نہیں ہوئی ہے۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ انسان عہد طفولیت سے نکل کر ارتقاء کی اس منزل پر پہنچ چکا ہے کہ ایک جامع نظام حیات اس کے سپرد کیا جائے۔ اس سلسلے میں اگر ہم عہد موسیٰ علیہ السلام کا مطالعہ کریں تو بات سمجھ میں آتی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے نو اہم معجزے دکھانے، دریا شق ہونے، فرعون کے غرق آب ہونے کے بعد بھی موسیٰ علیہ السلام کی قوم حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ مطالبہ کر رہی تھی:

اجۡعَلۡ لَّنَاۤ اِلٰـهًا كَمَا لَهُمۡ اٰلِهَةٌ[3]

اے موسیٰ! ہمارے لیے بھی ایسا معبود بنا جیسے ان لوگوں کے معبود ہیں۔

جب کہ شاگردان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذوق توحید نہایت قابل توجہ ہے۔

ii۔ کیا ایک ثابت، غیر متغیر دین، ایک متغیر انسان کی قانونی ضرورتیں پوری کر سکتا ہے؟

کچھ کم علم لوگوں کا یہ خیال ہے کہ دین صرف اپنے خاص زمانے کے لیے قابل نفاذ ہے، ہر زمانے کے لیے نہیں۔ چونکہ دینی احکام ثابت ہیں اور قابل تغیر نہیں ہیں جب کہ انسان تحول و تغیر کی زد میں ہے۔

۱۔ تفسیر فصل الخطاب ، جلد ۲، ص ۱۵۰

۲۔ الکوثر فی تفسیر القران جلد ۷ صفحہ ۷۷

۳۔ اعراف، ۱۳۸

زمان و مکان کے اعتبار سے حالات بدلتے رہتے ہیں۔ لہٰذا یا دونوں کو ثابت ہونا چاہیے یا دونوں کو متغیر۔ ایک ثابت کا متغیر کے ساتھ کیا جوڑ ہے؟

علامہ شیخ محسن نجفی صاحب نے اس کا اعتراض کا جواب حضرت آیۃ اللہ محسنی سے نقل کیا ہے :

اس کے جواب کے دو حصے ہیں:

ا۔ انسان کی طبیعت اور نفسیات کے اہم ترین حالات ثابت اور غیر متغیر ہیں۔

اسلامی احکام و قوانین کا ایک اہم حصہ متغیر اور متحرک ہے۔لہٰذا اسلام کے ثابت احکام انسان کی ثابت شقوں کے لیے اور متغیر احکام انسان کے متغیر حالات کے لیے ہیں۔

ا۔ ثابت انسان: انسان کی بہت سی خصلتیں اور اس کے فطری تقاضے ثابت اور لا یتغیر ہیں۔ درج ذیل مثالوں پر توجہ دیجیے:

انسان اپنی اولاد اپنے والدین اور رشتہ داروں کے ساتھ محبت کرتا ہے، بھوک اور پیاس کی صورت میں کھانے پینے کی چیزوں کی ضرورت کا احساس کرتا ہے، دوست کے ساتھ محبت اور دشمن کے ساتھ عداوت رکھتا ہے، احسان کی وجہ سے محبت اور برائی کی وجہ سے عداوت ہوتی ہے، سالم انسان ازدواج کی خواہش رکھتا ہے، زن و شوہر اولاد کی خواہش رکھتے ہیں، انسان جمال پرست ہوتا ہے....

اس طرح بیسیوں دیگر باتیں ہیں جو ابتدائی انسان سے لے کر آج تک کے انسان میں ثابت اور لا یتغیر ہیں۔ البتہ مذکورہ چیزوں میں تغیر و تبدل وجود میں آتا ہے۔ کھانے پینے اور لباس کی کیفیت اور سفری وسائل میں تبدیلیاں ہو جاتی ہیں۔ تاہم ان تبدیلیوں کا تعلق اس کے عارضی ماحول سے مربوط ہے، خود انسانی طبیعت سے نہیں۔ مثلاً اپنا دفاع انسان کا ایک طبیعی امر ہے۔ خواہ اپنے ہاتھ سے ہو یا ایٹمی ہتھیار سے۔

۲۔ متحرک قوانین: احکام و قوانین اسلامی کی دو قسمیں ہیں: اولی اور ثانوی :

ا۔ اوّلِ قوانین وہ ہیں جو بذات خود موضوع سے متعلق ہیں۔ اس موضوع پر آنے والے عارضی حالات سے قطع نظر، جیسے شراب بذات خود حرام ہے۔

۲۔ ثانوی قوانین وہ ہیں جو اس موضوع پر آنے والے عارضی حالات سے متعلق ہیں۔ جیسے شراب پینے پر زندگی کا بچنا اگر موقوف ہے تو حلال ہے۔

اس طرح متحرک قوانین کی تین قسمیں ہیں:

پہلی قسم: ثانوی قوانین: جن کی تعریف کا ذکر ہو گیا کہ عارضی حالات کے مطابق مترتب ہونے والے قوانین کو ثانوی قوانین کہیں گے۔ وہ عارضی حالات جن کی وجہ سے قانون اور حکم بدل جاتا ہے حسب ذیل ہیں:

i۔ اضطراری حالت: اضطراری حالت میں بہت سی حرام چیزیں حلال ہو جاتی ہیں۔ فرمایا:

وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ إِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ إِلَيْهِ[1]

حالانکہ اللہ نے جن چیزوں کو اضطراری حالت کے سوا تم پر حرام قرار دیا ہے ان کی تفصیل اس نے تمھیں بتا دی ہے۔

ii۔ عسر و حرج: ایک واجب عمل انجام دینے میں معمول سے زیادہ مشقت اٹھانا پڑتی ہے تو وہ حکم اٹھ جاتا ہے۔ غسل کرنے میں عسر و حرج اور مشقت ہے تو غسل کا حکم اُٹھ جاتا ہے اس کی جگہ تیمم کا حکم آتا ہے۔ فرمایا:

وَمَا جَعَلَ عليكم فِي الدين مِن حَرَجٍ[2]

اور دین کے معاملے میں تمھیں کسی مشکل سے دوچار نہیں کیا

يريد الله بِكُمُ اليسرَ وَلَا يريدُ بِكُمُ العُسرَ[3]

اللہ تمھارے لیے آسانی چاہتا ہے اور تمھیں مشقت میں ڈالنا نہیں چاہتا

تقیہ: جان و مال کو خطرہ ہونے کی صورت میں بھی قانون میں لچک آ جاتی ہے۔

لَا يتخذ المُؤمِنُونَ الكٰفِرِين أولياءَ مِن دُونِ المُؤمِنين وَمَن يفعل ذٰلِكَ فليسَ مِنَ اللهِ فِي شَيءٍ إِلَّا أن تَتَّقُوا مِنهُم تقية[4]

ترجمہ: مومنوں کو چاہیے کہ وہ اہل ایمان کو چھوڑ کر کافروں کو سرپرست نہ بنائیں اور جو کوئی ایسا کرے، اس کا اللہ سے کوئی تعلق نہیں، ہاں اگر تم ان (کے ظلم) سے بچنے کے لیے کوئی طرز عمل اختیار کرو۔

iv۔ ضرر: کسی کو کسی چیز سے ضرر پہنچتا ہے تو اس کا حکم بدل جاتا ہے۔ مثلاً اسلامی قوانین کے تحت انسان اپنے مال کا مالک ہے لیکن اس مال سے کسی کو ضرر پہنچتا ہے تو ملکیت کا حق سلب ہو جاتا ہے۔

حدیث نبوی ہے:

لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ فِي الْإِسْلَامِ

اسلام میں نہ ضرر اٹھانا ہے نہ ضرر پہنچانا۔[5]

۱۔ انعام، ۱۱۹

۲۔ حج، ۷۸

۳۔ بقرہ، ۱۸۵

۴۔ آل عمران،۲۸

۵۔ وسائل الشیعۃ ۲۶: ۱۴

یعنی ایسا قانون نہیں ہے جس کی وجہ سے ضرر اُٹھانا یا ضرر پہنچانا پڑے.......دیگر اور بہت سی ایسی باتیں ہیں جن کی وجہ سے احکام بدل جاتے ہیں۔ البتہ جب عارضی حالت ختم ہو جاتی ہے تو حکم اَوّلِ واپس آ جاتا ہے۔

دوسری قسم: متحرک قوانین کی دوسری قسم یہ ہے کہ کسی موضوع کے بارے میں شریعت خاموش ہے۔ اسے فقہاء منطقۃ الفراغ کا نام دیتے ہیں۔ جہاں انسان خود اجتماعی طور پر شوریٰ کے ذریعے یا انفرادی طور پر قانون بنانے میں آزاد ہے۔ جیسے ٹریفک کے قوانین۔ اس میں دیگر اسلامی قوانین سے متصادم نہ ہونے کی صورت میں انسان خود قانون بنا سکتے ہیں۔

تیسری قسم: متحرک قوانین میں سے تیسری قسم یہ ہے کہ حکومت اسلامی میں حاکم ملکی مصلحت کے تحت فقہ اسلامی کے دائرے میں رہ کر ہنگامی قانون نافذ کرتا ہے اور کبھی بعض دیگر اسلامی قوانین کو وقتی طور پر متوقف کر دیا جاتا ہے۔

اس جواب کے آخر میں شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ امید ہے محترم قارئین کے لیے بات واضح ہو گئی ہو گی کہ اسلامی شریعت کس طرح ہر زمانے کے تقاضوں کو پورا کر دیتی ہے۔[1]

مفسر قرآن کریم علامہ حسن بخش جاڑا نے اپنی کتاب تفسیر انوار النجف کی پہلی جلد کے مقدمہ میں قرآن اور ختم نبوت کے ایک مدلل اور جامع گفتگو کی ہے جس میں شبہات کے عقلی و منطقی جوابات دیئے ہیں۔ یہاں ان کا خلاصہ پیش کیا جا رہا ہے :[2]

سوال : کتب سماویہ میں قرآن کریم کا آخری کتاب ہونا مسلمات اسلامیہ میں سے ہے لیکن یہ کیوں ؟

جواب : جس طرح ہر نوع تعمیر میں تدریجی اور ارتقائی درجات ہوتے ہیں ۔ اسی طرح انسانی ترقی کے بھی تدریجی مدارج میں بچپن ،جوانی اور بڑھاپا آتا ہے ۔علوم و احکام بھی اسی تدریجی عمل سے گزرے ہیں۔ پہلے کے انسانوں کی ضروریات علم، نہایت محدود ہوگی ۔معاشرہ بڑھتا گیا مسائل بھی بڑھتے گئے۔ احکامات بھی ضروریات کے مطابق نازل ہوتے رہے۔معاشرہ چھوٹے اکائی سے قوم اور قوم سے اقوام کی طرف سفر کرکے بتدریج بڑھتا گیا۔ آسمان سے احکامات اترتے رہے حتی کہ نوع انسانی میں پوری صلاحیتیں موجود ہو گئیں تھیں اور اس کا دور شباب سے ہم آغوش ہوگیا تھا تو حکیم مطلق نے اس کی فلاح وبہبود اور عمل و کردار کے لیے وہ آخری نصاب تجویز فرمایا جو نوع انسانی کی آخری سانس تک مشعل راہ بن سکے اور قطعا کسی وقت تبدیل نہ کیا جائے فرمایا :

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ یَهْدِیْ لِلَّتِیْ هِیَ اَقْوَمُ

۱۔ الکوثر فی تفسیر القران جلد ۷ صفحہ ۷۷

۲۔ تفسیرانوارالنجف، جلد ۱، صفحہ ۹۵

حکیم مطلق نے خود اسے اَقوم یعنی انتہائی سیدھا اور مضبوط کہاپس اس میں تبدیلی کی گنجائش کا امکان نہیں ہے کیونکہ جوکچھ ہوگا اس سے کم اور ناقص ہوگا۔

پس جب قرآن مجید تکمیل تعلیم نفوس انسانیہ کا آخری نصاب ہوا تو لامحالہ اس کا لانے والا نبی بھی کمالات انسانیہ میں آخری حد امکان پر فائز ہوگا، ورنہ دامن انتخاب علیم وقدیر پر جہل یا عجز کا بدنما داغ لگ جائے گا جو شان اقدس الہیہ کے سراسر خلاف ہے اور وہ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بابرکات ہے جو خاتم النبیین ،رحمۃ للعالمین اور خلق عظیم کے عظیم القاب سے موسوم ہے۔

پس معلوم ہوا کہ اس نبی کی نبوت وجود عالم امکان کی آخری حد تک ہے جس کے بعد قیامت ہے لہٰذا اس نبی کے بعد کسی نبی کی آمد کا امکان ہی نہیں ۔

سوال :مستقل نبی کی ضرورت نہیں ہے تو بروزی یا ظلی نبی کی گنجائش تو بہرحال موجود ہوگی؟

جواب:ا۔ نبی کی شریعت کی توضیح وتبلیغ کا فریضہ اس کے اوصیاء وخلفاءے طاہرین کے بعد تمام علماء پر عائد ہے تاہم وہ نبوت کے مقدس اور خصوصی لقب سے ملقب نہیں ہیں کوئی ہزاروں بہانے بناتا پھرے صف اَنبیاءمیں قدم دھرنے کی قطعا اجازت نہیں ہے۔

۲۔ نیز کسی جزوی نبی کی بعثت نوع انسانی کی تدریجی طرز تعلیم کے بھی منافی ہے جسے کوئی صاحب عقل وشعور قبول نہیں کرسکتا۔

سوال:پھر حضرت عیسی کی تشریف آوری کیسے ہوگی جبکہ تشریعی نبوت کا دروازہ بند ہے؟

جواب: حضرت عیسی علیہ السلام فرائض نبوت کی انجام دہی کے لیے تشریف نہیں لائیں گے بلکہ حضرت رسالتمآب کے آخری قائم مقام حضرت مہدی آخرالزمان علیہ السلام کے مقتدی بن کر آئیں گے تاکہ اطراف عالم میں پھیلے ہوئے نصاری کو دین اسلام کی دعوت دیکر دائرہ اسلام میں داخل کردیں۔

سوال: حضرت عیسی علیہ السلام سے عہدہ نبوت چھین کر صف امت میں کھڑا کرکے دوسرے کا مقتدی بنانا عدل خداوندی کے منافی ہے ؟

جواب: ا۔ حضرت عیسی علیہ السلام حضرت مہدی علیہ السلام کی اقتداء میں ہونا نہ ان کی توہین ہے اور نہ منافی نبوت ہے جیسے حضرت موسی علیہ السلام کا خضر علیہ السلام کی شاگردی میں داخل ہونا نہ ان کی توہین تھا اور نہ منافی نبوت۔

۲۔نیز آپ بنی اسرائیل کے نبی تھے اور سیدنا محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عالمین کے نبی ہے آپ آکر حجت کے پیچھے نماز پڑھ کر ان کی معاونت کرکے اپنی قوم کے سامنے مہدی علیہ السلام کا واجب الاتباع اور امام برحق ہونا ثابت کریں گے ۔

۳۔نیز بعض عیسائی حضرت عیسی علیہ السلام کو خدا کا درجہ دیتے ہیں تو نبی عیسی علیہ السلام آکر ان کے

عقائد فاسدہ کو عملی طور پر باطل قرار دیں گے کہ اگر وہ خدا ہے تو کسی اور مخلوق کی اقتداء میں کیوں ہوتا۔

تب یہ بھی واضح ہوجاےء گا کہ چونکہ انبیاء معصوم ہیں لہذا اس کو معلوم ہونا چاہیے کہ غیر معصوم قطعا حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جانشین نہیں ہوسکتا۔

المختصر: قرآن کے بعد کسی دوسری کتاب کے نازل ہونے کا دعوی جھوٹا ہے اور مدعی نبوت کذاب اور جھوٹا ہے۔

*مفسر قرآن علامہ شیخ محمد حسین نجفی تفسیر فضان الرحمن میں اس اعتراض کا جواب دیا ہے کہ کیا جناب عیسیٰ علیہ السلام کا دوبارہ آنا ختم نبوت کے منافی ہے؟

آپ سورہ اعراف کی آیت نمبر ۴۰ کے ذیل میں اس حوالے سے فرماتے ہیں کہ جناب عیسیٰ علیہ السلام کا دوبارہ آنا ختم نبوت کے منافی نہیں ہے ۔ امت مرزائیہ سادہ لوح مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لیے عموماً جناب عیسیؑ کی آمد والی حدیثیں پیش کیا کرتی ہے کہ اگر ان کے آنے سے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ختم نبوت میں خلل نہیں پڑتا تو اگر کوئی مثیل مسیح آجائے تو پھر کیوں خلل پڑ سکتا ہے؟

اس کے بارے میں مختصر گزارش یہ ہے کہ بے شک آخری زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے زمین پر تشریف لائیں گے مگر وہ اپنے دین کی نشر و اشاعت کرنے کے لیے نہیں اور مسلمانوں سے علیحدہ اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنانے کے لیے بلکہ حضرت مہدی علیہ السلام کے ساتھ مل کر دجال کو قتل کرنے کے لیے دین اسلام پھیلانے کے لیے اور کفر مٹانے کے لیے تشریف لائیں گے۔

بہرحال ان کو آپؐ سے پہلے نبوت مل چکی ہے اور وہ اپنا وقت گزار چکے ہیں آپ کے خاتم الانبیاء ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اپ کے بعد کوئی شخص عہدہ نبوت وارسالت پر فائز نہیں ہوگا نہ اس تکلالی طور پر اور نہ بروزی طور پر۔یہ اس فرقہ مرزائیہ کی خانہ ساز اصطلاحات ہیں جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔[1] شیخ محمد حسین نجفی اس سوال کے جواب کے میں کیا ختم نبوت سے رسالت بھی ختم ہو جاتی ہے فرماتے ہیں:

رسول اس ہستی کو کہا جاتا ہے جو خدا کا کوئی پیغام اس کے بندوں کے نام لائے اور نبی اس ہستی کو کہا جاتا ہے جو عیب کی خبریں یعنی دین اور اس کے حقائق لوگوں تک پہنچائے اور ختم نبوت کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ اس کے خاتمہ کے ساتھ رسالت بھی ختم ہو جائے کیونکہ رسالت بھی تو غیبی خبروں میں سے ایک خبر ہے تو جب یہ خبریں ہی ختم ہو گئیں تو پھر رسالت بھی ختم ہو جائے گی۔علاوہ ازی بنا بریں مشہور نبوت عام ہے اور رسالت خاص اور یہ بات کسی وضاحت کی محتاج نہیں ہے کہ عام کی نفی خاص کی نفی مستلزم ہوتی ہے یعنی عام کے ختم ہونے سے خاص خود بخود ختم ہو جاتا ہے۔[2]

۱۔ فیضان الرحمٰن تفسیر فی القرآن، شیخ محمد حسین نجفی، جلد ۸، صفحہ ۵۵

۲۔ فیضان الرحمٰن تفسیر فی القرآن، شیخ محمد حسین نجفی، جلد ۸، صفحہ ۵۵

خاتمہ:

تمام مسالک سے تعلق رکھنے والے مفسرین کا خاتمیت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اجماع ہے اور اس بات پر متفق ہیں کہ قرآن کریم کی متعدد آیات خاتمیت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر دلالت کرتی ہیں ۔مشہور ترین آیت سورہ احزاب کی ۴۰ نمبر ہے جس کے ذیل میں اردو شیعہ تفاسیر میں بھی ختم نبوت پر استدلالات پیش کیے گئے ہیں اور تمام کا اس پر اتفاق ہیں کہ "خاتم النبیین" کے معنی یہ ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہ کسی قسم کا کوئی نبی ہوگا اور نہ کسی قسم کا کوئی رسول نیز اس پر بھی اجماع ہے کہ اس لفظ میں کوئی تاویل یا تخصیص نہیں ہے۔

زیر نظر مقالہ میں چار اہم شیعہ تفاسیر (تفسیر فصل الخطاب، تفسیر انوار النجف ، تفسیر فیضان الرحمن ، تفسیر کوثر) کا انتخاب کیا گیا جس میں ان مفسرین کے ختم نبوت کے بارے میں نقطہ نظر کو بیان کیا گیا نیز اس موضوع کی اہمیت کے پیش نظر ختم نبوت سے متعلق اعتراضات اور سوالات کے تسلی بخش جوابات بھی بیان کیے گئے۔

خاتم النبیین

حجت الاسلام سید ظفر الحسن صاحب قبلہ مجتہد

پرنسپل جامع العلوم جوادیہ بنارس

"یہ مضمون ہفت روزہ" سرفراز کے خاتم النبیین نمبر سے حاصل کیا گیاہے جو کہ ۲ نومبر ۱۹۶۷ء میں لکھنؤ، انڈیا سے شائع ہوا۔ یہ مجلہ ختم نبوت پر اہم مضامین کا حامل ہے۔ اسی طرح مکتبہ تعمیر ادب کے زیراہتمام علی غضنفر کراروی اور ابرار شیرازی صاحب نے ۱۹۸۹ء میں المنتظر کا ختم نبوت نمبر شائع کیا۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَآ أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ[1]

تمہید

مسئلہ ختم نبوت ہمیشہ اسلام کے "اصول مسلمہ" میں رہا اور قرآن و احادیث کے ماننے والوں نے کبھی اس میں، اختلاف نہیں کیا لیکن خود غرضی اور ہوس پرستی نے کچھ لوگوں کو اس طرح گمراہ کر دیا کہ انھوں نے

۱۔ احزاب، ۴۰

قرآن مجید کے بعض آیات کو غلط توجیہات کے ساتھ پیش کر کے سیدھے سادے مسلمانوں کو گمراہ کرنا اپنا نصب العین قرار دے لیا ہے۔ چنانچہ انھیں "مساعی غیر مشکورہ" میں مذکورہ بالا آیت کی بے جا تاویل بھی داخل ہے۔

کہا یہ جاتا ہے کہ بے شک پیغمبر اسلام "خاتم النبیینؑ" ہیں مگر خاتم المرسلین نہیں ہو سکتے کیوں کہ نبوت خاص ہے اور رسالت عام خاص چیز کے ختم ہو جانے سے عام شئی کا خاتمہ ضروری نہیں۔ لہٰذا آنحضرت کے بعد کوئی نبی تو ہو نہیں سکتا مگر رسول بن سکتا ہے، اس مغالطے کی بنیاد نبوت اور رسالت کے "مسلم مفہوم" کو پلٹ کر قائم کی گئی ہے۔ اس لیے کہ صدر اول سے دنیا کا ہر مسلمان ہی جانتا اور مانتا چلا آیا ہے کہ نبوت عام ہے اور سالت خاص، یعنی ہر نبی کا رسول ہونا ضروری نہیں ہے مگر ہر رسول کا نبی ہونا لازم ہے چنانچہ علماء محققین نے اس مطلب کو اپنی کتابوں میں واضح طور پر تحریر کیا ہے کہ نبی ہمیشہ رسول کا تابع ہوتا ہے۔

نبوۃ الرسول متقدمه علیٰ رسالته وولایه النبی متقدمة علی نبوته لان النبوۃ بدون الولایة متمنة و تلك الرسالة بدون النبوۃ ممتنعة ولهذا کل رسولٍ نبی و کل نبی ولی ولا عکس۔ فلا یکون الولی اعظم من النبی ولا النبی اعظم من الرسول لان کل واحد منهم تابع للاخر فالولی تابع النبی دائما والنبی تابع للرسول دائما وهذه قاعدة لا خلاف فیها۔[1]

ترجمہ: رسول کو مرتبہ نبوت، رسالت سے پہلے ملتا ہے اور نبی کو مرتبہ ولایت نبوت سے پہلے حاصل ہوتا ہے اس لیے کہ نبوت بدون رسالت ممتنع ہے اسی طرح رسالت بدون نبوت محال ہے یہی وجہ ہے کہ ہر رسول نبی ہوتا ہے اور ہر نبی ولی ہوتا ہے مگر اس کا عکس نہیں ہوتا کہ (ہر ولی نبی ہو جائے یا ہر نبی رسول بن جائے۔) ..... تو ولی نبی سے اور نبی رسول سے بڑھ کر نہ ہو گا۔ کیوں کہ ان میں ہر ایک اپنے ما فوق کا تابع ہوتا ہے ولی ہمیشہ نبی کا تابع اور نبی ہمیشہ رسول کا مطیع ہوتا ہے اور یہ ایک عام قاعدہ ہے اس میں کوئی اختلاف ہی نہیں ہے۔

اسی ذیل میں علماء اور آئمہ کے وہ ارشادات بھی قابل توجہ ہیں جن میں نبوت و رسالت کی تعریفیں مذکور ہیں۔

نبوت اور رسالت کی تعریفیں اور عملی فرق

النبوۃ هی الاخبار عن معرفة الذات والصفات والاسماء والافعال والرسالة مع ذالك تبلیغ الاحکام والتادیب بالاخلاق والتعلیم للاحکام والقیام بالسیاسات[2]

۱۔ مسلک الافہام معروف بہ مجلی ص ۲۳۷

۲۔ مجلی ص ۲۳۷

حقائق و معارف ربانیہ کی خبر دینا نبوت ہے مذکورہ بالا کا رنبوت کے ساتھ ساتھ احکام و اخلاق کی تعلیم اور نظام سیاست کو قائم کرنا سالت ہے ۔ اگر چہ یہ تعریفیں اشکال سے خالی نہیں ہیں تاہم ان سے اتنا ضرور ثابت ہوتا ہے کہ رسول کا میدان عمل نبی سے زیادہ وسیع ہے اور نبوت رسالت کے ایک جز کی حیثیت رکھتی ہے۔

نبی اور رسول کی تعریفیں اورعملی فرق

زرارہ ابن اعین جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے نبی و رسول کا فرق دریافت کرتے ہیں حضرتؑ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

النبی الذی یری فی منامہ ویسمع الصوت ولا یعائن الملك والرسول الذی یسمع السوت ویری فی المنام ویائن الملك۔[1]

نبی وہ ہے جو ملک کو خواب میں دیکھتا ہے۔ اور اس کی آواز سنتا ہے مگر اس کو آنکھوں سے نہیں دیکھتا۔ رسول مندرجہ بالا امور کے ساتھ اپنی آنکھوں سے ملک کو دیکھتا بھی ہے ۔

اس مضمون کی اصول کافی وغیرہ کی بہت سی حدیثیں موجود ہیں اور خود قرآن مجید بھی انھیں مراتب کی طرف متوجہ کررہا ہے کہ

وما کان لبشر ان یکلمہ اللہ الا وحیا اومن وراء حجاب اویرسل رسولا فیوحی باذنہ مایشاء[2]

ترجمہ: کسی بشر کے لیے یہ (قابلیت) نہیں ہے کہ خدا اس سے باتیں کرے مگر وحی کے ذریعہ سے یا کسی آڑ سے یا کسی قاصد (ملک) کو بھیج دیتا ہے اور وہ ذریعہ وحی بنتا ہے۔

اس مختصر بیان سے واضح ہو گیا کہ علماً و عملاً ہر طرح رسول نبی سے افضل ہوتا ہے اور ہمیشہ نبوت کے بعد ہی منصب رسالت ملتا ہے چنانچہ واقعات سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے مثلا قدرت نے جناب ابراہیمؑ کو سب سے پہلے عبد بنایا پھر نبی کیا اس کے بعد رسول قرار دیا۔ پھر خلیل کہا اور آخر میں امام بنایا۔[3] یہاں پر مسئلہ امامت زیر بحث نہیں ہے تاکہ اس کی بعدیت پر تفصیلی تبصرہ کیا جائے البتہ ایک ایسی حدیث تحریر کر دیتا ہوں جس سے امامت کی توضیح کے ساتھ طبقات انبیاء کی تفصیل بھی معلوم ہو جائیگی۔ صادق آل محمد ارشاد فرماتے ہیں:

۱۔ اصول کافی

۲۔ پ۲۵۔ع۶

۳۔ الحدیث سفینۃ البحار، جلد اول ص ۷۶

طبقات انبیاء اور امام کی منزل

الانبیاء والمرسلون علی اربع طبقات فنبی منبا فی نفسہ لا بعد وغیرھا و نبی یری فی النوم ویسمع الصوت ولایعائنہ فی الیقظۃ ولم یبعث الی احد و علیہ امام مثل ما کان ابراھیم علی لوط و نبی یری فی منامہ والسیمع الصوت ولیائن الملک وقد ارسل الی طائفۃ۔

فلوا او کثر وا کیونس علیہ السلام قال اللہ تعالیٰ لیونس علیہ السلام وارسلنا الیٰ مانہ الف اوپن یدوف قال یزیدون، ثلثین الفاً وعلیہ امام والذی فی منامہ یسمع الصوت ویعائن فی البنطہ وھو امام مثل اولی العزم و قد کان ابراھیم بنیاد لیس بامام حتی قال اللہ تعالیٰ ذکرہ انی جاعلک للناس اماماً وقال ومن ذریتی قال لاینال عھدی الظالمین من عبد صنما او دثنا لایکون اماماً۔[1]

ابنیاء ورسل کے چار طبقے ہیں (اول) وہ نبی جو صرف اپنی ذات کے لیے نبی ہوتا ہے (ودم) وہ نبی جو خواب میں فرشتوں کو دیکھتا ہے اور کسی پر مبعوث نہیں ہوتا اور اس پر ایک امام (حاکم) ہوتا ہے جناب لوط پر حضرت ابراہیم امام تھے (سوم) وہ نبی جو خواب میں فرشتوں کو کو دیکھتا اور اس کی آواز کو سنتا ہے اور بیداری میں بھی اس کو دیکھتا ہے اور کسی گروہ کی ہدایت پر مامور ہوتا ہے خواہ وہ گروہ کم ہو یا زیادہ جیسے حضرت یونس، چنانچہ خدا وند عالم کا ارشاد ہے کہ ہم نے (یونس) کو ایک لاکھ یا اس بھی زیادہ کی طرف رسول بنا کر بھیجا۔ حضرت ارشاد فرماتے ہیں کہ اس آیت میں زیادہ سے تیس ہزار کی تعداد مراد ہے اور اس پر بھی امام (حاکم) ہوتا ہے۔ (چھارم) وہ نبی جو ملک کو خواب میں دیکھتا ہے اور آواز سنتا ہے نیز بیداری میں اسے دیکھتا ہے اور خود امام بھی ہے جیسے ابنیاء اولو العزم (پہلے) حضرت ابراہیم نبی تھے اور امام نہ تھے تا اینکہ خداوند عالم نے ارشاد فرمایا کہ میں تم کو لوگوں کا امام مقرر کرتا ہوں (حضرت ابراہیم نے)عرض کی کہ میری اولاد میں سے ؟ ارشاد ہوا کہ جو ظالم ہوں گے ان کو میرا عہدہ نہ پہنچے گا (حضرت فرماتے ہیں کہ) جو شخص بت پوجے گاوہ امام نہیں ہوگا۔

اس مختصر بیان کی روشنی میں ارباب فہم غور فرمائیں کہ قرآن مجید نے اپنی شان "ایجاز" باقی رکھتے ہوئے خاتم النبین کا لفظ استعمال کر کے کسی خوبی سے نبوت کے تمام اقسام کا دروازہ بند کر دیا جس کی ایک قسم رسالت

۱۔ اصول کافی

بھی ہے بلکہ آخری حدیث سے تو یہ واضح ہوتا ہے کہ ہم مرتبہء نبوت ہے بالجملہ رسالت کو ہم مرتبہ نبوت قرار دیجیے یا کم رتبہ یا زیادہ بہر طور نبوت کے ساتھ رسالت کا خاتمہ ضروری ہے ورنہ جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے کہ نبوت عام ہے اور رسالت خاص لہذا عام کے خاتمہ سے خاص کا خاتمہ از خود لازم آتا ہے۔ کسی مزید صراحت کی ضرورت نہیں جس طرح ذی روح کی نفی سے انسان کی نفی خود بخود ثابت ہو جاتی ہے۔ اس مطلب کے اثبات کے لیے قراءتوں کا اختلاف مضر نہیں ہے۔

خاتم النبیین کی قراءتوں کا اختلاف مضر نہیں

اور نہ لفظ "ختم" کے طرق استعمال مخل ہیں۔ اس اجمال کی مختصر تفصیل یہ ہے کہ خاتم النبیین کو قاریوں نے تین طرح سے پڑھا ہے (۱) خاتم النبیین (اسم آلہ)بروزن عالم یعنی جس سے کسی کو جانا جائے اسی طرح خاتم جس سے کسی چیز کو چھاپا جائے۔ (۲) خاتم النبیین (اسم فاعل) یعنی تمام نبیوں کا آخر (۳) خاتم النبین (فعل ماضی) یعنی حضرت پر تمام نبیوں کا خاتمہ ہوا۔ اسی طرح صاحب قاموس نے لفظ ختم کے استعمال کے تین طریقے تحریر کیے ہیں۔

۱۔ ختمہ ای بلغ طبعه: یعنی کسی شئ کو چھاپ دیا

۲۔ ختمہ ای بلغ آخرہ: یعنی کسی شئ کے آخری حصہ پر پہونچا

۳۔ختم علیہ: یعنی کسی چیز پر مہر کردیا

مذکورہ بالا قراءتوں میں سے جس قرآت کو بھی اختیار کیا جائے پیغمبر اسلام پر سلسلہ نبوت کا خاتمہ لازم آتا ہے۔

حتی کہ خاتم (مہر) قرار دینے کی صورت میں بھی ۔ اس لیے کہ مہر کسی چیز کو ختم کر دینے کے بعد ہی کی جاتی ہے تاکہ اب اس ملفوت اور محدود شئ میں کوئی اپنی طرف سے اضافہ نہ کر سکے ۔ باقی دو معانی تو خود انتہاء اور خاتمہ پر صراحتً دلالت کررہے ہیں۔ اسی طرح لفظ ختم کے موارد استعمال بھی اس امر کا ثبوت دے رہے ہیں کہ حضرت پر سلسلہ نبوت ختم ہو گیا۔

احادیث سے ختم نبوت کا واضح ثبوت

قرآنی ثبوت کے بعد احادیث کا ایک طولانی سلسلہ ہے جس سے ختم نبوت کا مسئلہ بلا اشکال واضح ہورہا ہے ۔

۱۔ سیکون فی امتی کذابون ثلثون کلھم یزعم انہ نبی اللہ وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی۔[1]

۲۔ مثلی و مثل الانبیاء کمثل قصر احسن بنیانہ ترک منہ موضع لنبۃ فطاف بھا انظار بتعحبون من حسن بنیانہ الا موضع تلك اللنبتہ نکنت اناسہ دت موضع تلك النبۃ ختم بی البنیون

۱۔ مشکوۃ۔ ص ۶۵

وختم بی الرسل۔ [1]

۳۔ انا الحاشر الذی یحشر الناس علی قدمی وانا العاقب والعاقب الذی لیس بعدہ نبی ۔ [2]

۴۔ قال رسول اللہ انت منی بمنزلۃ ھارون من موسی الا انہ لا نبی بعدی۔ [3]

ترجمہ: (۱) میری امت میں تیس جھوٹے ہوں گے جن میں سے ہر ایک نبی خدا ہونے کا دعویدار ہوگا حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔

(۲) میری اور تمام نبیوں کی مثال اس قصر کی ہے جس کی بناوٹ بہت خوب ہو مگر ایک اینٹ کی جگہ اس میں چھوڑ دی گئی ہو دیکھنے والے اس کا طواف کرتے ہوئے کلمہ تحسین و آفرین زبان پر جاری کر رہے ہوں، مگر وہی اینٹ کی خالی جگہ (کو دیکھ کر متحیر ہوں اتنے میں) میں نے آکر اس خالی جگہ کو پر کر دیا ۔ میری ذات پر انبیاء و رسل کا خاتمہ ہو گیا ۔

(۳) میں ہی حاشر ہوں یعنی وہ شخص ہوں کہ تمام لوگ میرے سامنے محشور ہوں گے اور میں عاقب ہوں اور عاقب وہ ہے جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو۔

(۴) پیغمبر اسلامؐ نے امیر المومنینؑ سے فرمایا کہ تم کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ "انہ" کی ضمیر کا مرجع علی کی ذات نہیں ہے بلکہ یہ ضمیر شان ہے اسی لیے حضرت نے لائے نفی جنس استعمال کیا ہے ورنہ لیس استعمال فرماتے کما لا یخفی۔

پیغمبر اسلام کی کامل ترین شریعت خود ختم نبوت کا ثبوت ہے :

احادیث

مذکورہ بالا میں جس شدومد سے حضرت کے بعد مدعیان نبوت و رسالت کی تردید گئی ہے وہ اہل عربیت سے مخفی نہیں لیکن ہمارے پیغمبر کی ہمہ گیر اور کامل ترین شریعت کا وجود ارباب عقل اور صاحبان فکر کو خود سمجھا رہا ہے کہ اب کسی نبی کی ضرورت نہیں ہے سابق کے تمام انبیاء ورسل اسی شریعت کا ملہ "اسلام" کی تمہید تھے جس طرح عالم تکوین چھ دور کے بعد اوج کمال کو پہنچا، عالم تشریع بھی چھ دور کے بعد اوج کمال پر پہونچا عالم تکوین میں عالم اصغر کی مثالی ہمارے سامنے ہے اس کے وجود کا پہلا نقطہ نطفہ ہے پھر علقہ پھر مصنفہ پھر عظام پھر اکسا اللحم پھر خلق آخرغرض کہ انسانی وجود ان منازل ستہ کو طے کرنے کے بعد مرتبہ کمال کو پہونچا

۱۔ متفق علیہ مشکوۃ ص۵۱۱

۲۔ مشکوۃ ،ص ۳۱۵

۳۔ مشکوۃ، ص ۵۶۳ چھاپ لکھنو

اور مرکز روحانیت قرار پایا(ملاحظہ ہو سورہ مومنون آیت ۱۳) عالم اکبر کے تغیرات ستہ کی طرف یہ آیت شعر ہے خلق السموات والارض فی ستۃ ایام۔ [1]

صاحبان شریعت کے چھ دور

بس اسی انداز پر قدرت نے "عالم شریعت" کو بھی چھ دور کے بعد کامل بنایا آدم۔ نوح۔ ابراہیم۔ موسیٰ۔ عیسیٰ محمد مصطفیٰؐ یہی چھ حضرات صاحبان شریعت تھے اور ان کی بعثت "تاسیسی" حیثیت رکھتی تھی ورنہ انبیاء و مرسلین تو اور بھی گزرے ہیں لیکن ان کی بعثت صرف تبلیغی پہلو رکھتی تھی اور وہ انھیں چھے حضرات میں سے کسی ایک کی شریعت کے تابع اور مبلغ تھے۔ جیسے جناب لوط کے متعلق قرآن کا ارشاد ہے کہ ان لوطا من المرسلین(یقیناً لوط کا شمار مرسلین میں ہے) اور پھر انھیں کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے کہ فامن لہ لوط (پس ابراہیم پر لوط ایمان لائے)معلوم ہوا کہ لوط درجہ رسالت پر فائز ہونے کے بعد بھی "موسس شریعت نہ تھے بلکہ شریعت ابراہیمی کے تابع تھے۔ اسی طرح قرآن کا فرمان ہے کہ انا انزلنا التوراۃ فیھا ھدیً ونور یحکم بھا النبیون

ترجمہ: ہم نے توریت کو نور و ہدایت دے کر نازل کیا اسی توریت کے مطابق سب نبی حکم کرتے تھے۔ یعنی موسیٰ کے بعد اور عیسیٰ سے قبل کے کل انبیاء توریت کے مبلغ تھے۔ قرآن کے بعداحادیث میں بھی اس دعوی کا ثبوت موجود ہے۔چنانچہ

> عن سماعہ قال قلت لابی عبداللہ قول اللہ عزوجل فاصبر کما صبر الوالعزم من الرسل فقال نوح و ابراھیم و موسیٰ وعیسیٰ محمد قلت کیف صاروا اولالعزم قال لان نوحا بعث بکتاب و شریعۃ و کل من جاء بعد نوح اخذ بکتاب نوح و شریعتہ و منھاجہ حتی جاء ابراھیم بالصحف وبعزیمۃ ترک کتاب نوح لا کفرا بہ فکل نبی جاء بعد ابراھیم اخذ بشریعۃ ابراھیم و منھاجہ حتی جاء موسیٰ التوراۃ و شریعۃ و منھاجہ و بمعزیمۃ ترک الصحف لا کفر ابہ فکل نبی جاء بعد موسیٰ اخذ بشریۃ موسیٰ و منھاجہ حتی جاء المسیح بالانجیل و بعزیمۃ ترک شریعۃ موسیٰ فکل نبی جاء بعد عیسیٰ اخذ بشریۃ عیسیٰ و منھاجۃ حتی جاء محمد فجاء بالقرآن وبشریعۃ ومنھاجہ نحلالہ حلال الی یوم القیمۃ وحرامہ حرام الی یوم القیمۃ [2]

۱۔ کمالی التفسیر

۲۔ بحار، جلد۶، ص ۲۳۹

ترجمہ: سماعہ کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق سے آیتہ فاصبر کما صبرا الوالعزم من الرسل کی توضیح چاہی تو حضرت نے فرمایا کہ "الوالعزم"نوح و ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ اور محمد مصطفیٰ ہیں۔ میں نے کہا کہ یہ حضرات کس وجہ سے الوالعزم ہو گئے فرمایا اس لیے کہ نوح ایک کتاب و شریعت کے ساتھ مبعوث ہوئے اور کے بعد جو بھی آیا انھیں کی کتاب و شریعت و دستور العمل پر گامزن ہوا اما اینکہ ابراہیم صحیفوں کو لے کر کتاب نوح کے ناسخ بن کر آئے مگر وہ کتاب نوح کے منکر نہ تھے پھر ابراہیم کے بعد جو نبی آیا وہ شریعت ابراہیم اور ان کے دستور العمل پر عامل رہا یہاں تک کہ موسیٰ توریت لے کر صحف ابراہیمی کے ناسخ بن کر آئے مگر وہ صحف ابراہیمی کے منکر نہ تھے پھر موسیٰ کے بعد جو نبی آیا وہ شریعت موسیٰ اور ان کے دستور العمل پر عامل رہا حتیٰ کہ عیسیٰ انجیل لے کر شریعت موسیٰ کے ناسخ بن کر آئے مگر وہ کتاب موسیٰ کے منکر نہ تھے پھر عیسیٰ کے بعد جو نبی آیا وہ شریعت عیسیٰ اور ان کے دستور العمل کا پابند رہا حتیٰ کہ محمد و قرآن و شریعت اور اپنا دستور العمل لے کر شریعت عیسیٰ کے ناسخ بن کر آئے پس حلال محمد قیامت تک حلال رہے گا اور حرام محمد قیامت تک حرام رہے گا۔

اس قسم کے صریحی نصوص پر نظر کرنے کے بعد یہ امر تو بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ یہی حضرات صاحبان شریعت تھے اور ان کے درمیانی زمانے کے انبیاء انھیں کے تابع تھے۔ اس مقام پر دو سوالوں کا حل باقی رہ جاتا ہے پہلا سوال یہ ہوتا ہے کہ نوح سے پہلے کسی کی شریعت تھی؟ اس کا واضح جواب بحکم عقل و نقل یہ ے کہ آدم سب سے پہلے نبی تھے۔ لہٰذا بر بناء اولیت (نہ بر بناء الوالعزمی) ایک شریعت کے بانی تھے اور نوح تک کے تمام آدمی شریعت آدم کے مکلف تھے۔ اس طرح (قوس نزولی) (عالم تخلیق) کے چھ درجات کے مانند قوس صعودی (عالم تشریع) بھی چھ درجات کے بعد حد کمال کو پہنچی۔ لہٰذا جس طرح عالم تخلیق کی صورت کاملہ (انسان) کے لیے اب کسی مادی کمال کا انتظار نہیں باقی ہے اس طرح عالم تشریع کی صورت کاملہ (اسلام) کے لیے اب کسی روحانی کمال کا انتظار نہیں باقی ہے چنانچہ آیت الیوم الملکت لکم دینکم سے قدرت نے اسی مطلب کو ثابت کیا ہے۔

سابق شریعتیں کیوں منسوخ ہوئیں

دوسرا سوال یہ ہوتا ہے کہ سابق شریعتوں کو کیوں منسوخ کیا گیا ۔ جبکہ سب کا بھیجنے والا ایک حکیم علی الاطلاق ہے؟ اس سوال کا حل ایک عقلی مقدمہ کے سمجھ لینے پر موقوف ہے۔ وہ یہ کہ احکام کی دو حیثیتیں ہوتی ہیں، ایک جزئی دوسری کلی چونکہ جزئی احکام کے مقتضیات و اسباب بھی شخصی اور جزئی ہوا کرتے ہیں اس لیےاشخاص و افراد کے اعتبار سے احکام جزئیہ میں برابرتبدیلی ہوا کرتی ہے مثلاً نماز کے بہت سے احکام جزئی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس لیے اشخاص و افراد کے حالات کی بناء پر بدلتے رہتے ہیں۔ جیسے نماز کو کھڑے ہو کر پڑھنا واجب ہے لیکن بیمار ہو تو بیٹھ کر پڑھے اور زیادہ معذور ہو تو لیٹ کر پڑھے و ھکذا مگر اصل نماز کاوجوب کلی

حیثیت رکھتا ہے، جس کا مقتضی اور سبب بھی کلی ہے لہٰذا اصل نماز سے کوئی مکلف مستثنیٰ نہیں ہے حتیٰ کہ غرق ہوتا ہوا انسان بھی اگر با حواس ہے تو اس کی ایک تکبیر ایک رکعت کی قائم مقام ہو جائے گی مگر حکم نماز ساقط نہیں ہو گا۔ اسی طرح دنیوی معاشرت میں کچھ احکام کلی حیثیت کے ہوتے ہیں جو ہر شخص کے لیے یکساں ہوتے ہیں اور کچھ احکام جزئی حیثیت کے ہوتے ہیں جو اشخاص واحوال کے لحاظ سے (فیشن) کی طرح بدلتے رہتے ہیں نہ اس لیے کہ بنانے والے مستقبل پر ناظر نہ تھے ۔ بلکہ اس لیے کہ مستقبل والے اب ماضی کے احکام بجالانے کے قابل نہیں رہے یوں ہی عالم تکوین میں بھی کچھ چیزیں جزئی حیثیت رکھتی ہیں اور بلحاظ از مان داد دار تغیر پذیر ہوتی ہیں۔ مثلا زمانہ سابق میں انسان طویل العمر، طویل القامت ، کثیر الغذاء اور قلیل الفہم ہوتا تھا۔ مگر ہمارے زمانے کا انسان قیصر العمر، قیصر القامت قلیل الغذاء اور جدید الذہن ہوتا ہے اور کچھ چیزیں کلی حیثیت رکھتی ہیں جو ہر زمانے میں نا قابل تبدیلی تھیں۔ مثلا انسان کا مستقیم القامت ہونا اور بھیڑ بکریوں کا اپنی ہئیت پر پیدا ہونا لہٰذا جب ہم شریعتوں کا منسوخ ہونا سنیں تو متوحش نہ ہوں بلکہ یہ سمجھیں کہ عالم تکوین کی طرح عالم تشریع کی جزئی حیثیتیں اختلاف از زمان و قابلیت اشخاص کے لحاظ سے تبدیل ہوتی رہی ہیں مگر کلی حیثیت اپنی جگہ بہت محفوظ رہی ہے یہی وجہ ہے کہ منسوخ شریعتوں کے احکام کلیہ ناسخ شریعت میں بالکل محفوظ رکھے گئے جن کی وجہ سے بعض مستشرقین اسلام پر اعتراض کرتے ہیں کہ ”ملت اسلامیہ“ نے کوئی نیا پروگرام نہیں پیش کیا بلکہ سابق کی شریعتوں کے منتخبات کا نام اسلام رکھ دیا ہے حالانکہ نظر حقیقت میں یہی اعتراض اسلام کی حقانیت کی بین دلیل ہے اور اس امر کا واضح ثبوت ہے کہ جس منبع سے اور شریعتوں کے چشمے پھوٹے ہیں وہی اسلام کا بھی چشمہ ہے بلکہ اگر اسلام سابق کے انبیاء کی تکذیب کرتا یا ان کے احکام کی بالکلیہ تردید کر دیتا اور بالکل ہی نرالی اور اچھوتی شریعت پیش کرتا تو ارباب فہم کو اس کی حقانیت تسلیم کر لینے میں تامل ہوتا۔ اسی لیے قرآن مجید میں جگہ جگہ اس امر کا اعلان کر دیا گیاہے کہ اسلام کوئی نیا مذہب نہیں ہے۔

اسلام کی قدامت

۱۔ ملته ابیکم ابراهیم هو سماکم المسلمین من قبل [1]
اسلام تمھارے بزرگوار ابراہیم کی ملت ہے انھیں نے تم لوگوں کا نام مسلمان قرار دیا۔

۲۔ ثم اوحینا الیك ان اتبع ملته ابراهیم [2]
پھر ہم نے تمھاری طرف وحی کی کہ ملت ابراہیم کی پیروی کرو۔

۱۔ الحج
۲۔ نحل

۳۔ ومن یرغب عن ملته ابراھیم الامن سفھه نفسه [۱]

سوائے بے عقل و سفیہ کے ملت ابراہیمی سے اور کون روگردانی کر سکتا ہے؟ ان آیات میں ملتہ آدم و نوح کہا اور نہ ملتہ موسیٰ و عیسیٰ بلکہ "واسطۂ اعقد"(ہار کے بیچ کا موتی) حضرت ابراہیم کی ملت سے تعبیر کیا شاید اس لیے کہ عدم تجدد کے ساتھ ہی اسلام کے اعتدال پر بھی روشنی پڑ جائے غرضکہ قرآن ہمیں خود بتا رہا ہے کہ نہ انبیاء ما سبق کی تعلیمات و ہدایات اسلام سے جدا تھیں اور نہ اسلام ان کے دین سے علیحدہ بلکہ اسلام کا وجود تو حضرت آدم کے وجود سے بھی سابق نے پیغمبر اسلام کی مشہور حدیث ہے کہ" کنت نبیاً و آدم بین الماء والطین " میں اس وقت بھی نبی تھا جبکہ آدم کے عناصر وجود منتشر تھے، ظاہر ہے کہ نبی یعنی مخبر ہونے کے لیے لازم ہے کہ کوئی خیر کا سننے والا بھی ہوا اور عملی طور پر نبی کا ذریعہ گمراہی سے بچانا بھی ہے لہذا یہ دونوں کام پیغمبر اسلام کو وجود آدم سے قبل انجام دینا چا ہیں اس لیے کہ آپ اس وقت بھی نبی تھے چنانچہ ملائکہ نے جب نور سر در عالم کو بالکل پہلی دفعہ عرش پر جلوہ گر دیکھا تو اسے اپنا رب سمجھ کر قریب تھا کہ سجدے میں جھک جائیں کہ اس نور نے تسبیح و تہلیل شروع کر دیا جس سے ملائکہ کے کو تنبہ ہوا اور وہ غیر خالق کو سجدہ کرنے سے باز رہے (بحار) معلوم ہوا کہ ہمارے نبی نے اس وقت بھی نبوت کے فرائض انجام دیے جبکہ آدم کا وجود بھی نہ تھا۔ اس واقعہ سے ایک طرف اسلام کی قدامت کا ثبوت ملتا ہے اور دوسری طرف پیغمبر اسلام کی "نبوت مطلقہ" ثابت ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں اشارۃ اور احادیث میں صراحتاً اس امر کو ظاہر کر دیا گیا ہے کہ ہر ماسبق نبی سے آخری نبی کی نبوت کا میثاق لے لیا گیا تھا چنانچہ ارشاد ہورہا ہے کہ

انبیاء سے میثاق در باب خاتم النبیین

وَاِذۡ اَخَذَ اللّٰهُ مِيۡثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَاۤ اٰتَيۡتُكُمۡ مِّنۡ كِتٰبٍ وَّحِكۡمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمۡ رَسُوۡلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمۡ لَتُؤۡمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنۡصُرُنَّهٗ قَالَ ءَاَقۡرَرۡتُمۡ وَاَخَذۡتُمۡ عَلٰى ذٰ لِكُمۡ اِصۡرِىۡ قَالُوۡۤا اَقۡرَرۡنَا قَالَ فَاشۡهَدُوۡا وَاَنَا مَعَكُمۡ مِّنَ الشّٰهِدِيۡنَ [۲]

اور جس وقت کہ خدا نے پیغمبروں سے اقرار لیا کہ ہم جب تم کو کتاب و حکمتہ (وغیرہ) دیں اس کے بعد تمھارے پاس وہ رسول آئے جو تمھاری کتاب وغیرہ کی تصدیق کرے تو تم ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور اس کی مدد کرنا را در خدا نے فرمایا کہ تم نے اقرار کیا؟ اور ان سب باتوں کا عہد کر لیا ؟ سب نے عرض کی

۱۔ بقرہ

۲۔ آل عمران

کہ ہم نے اقرار کیا ارشاد ہوا تو تم آپس میں ایک دوسرے کے گواہ رہنا اور تمھارے ساتھ میں بھی گواہ ہوں ۔

روی عن امیر المومنین علیہ اسلام انہ قال لم یبعث اللہ سبحانہ نبیا من لدن آدم الی محمد الا اخذ علیہ العھد فی محمد لئن بعث وھو حی لیومن بہ ولتصرنہ و کذا روی عن الحسن البصری وعن السدی فی معنی ھذہ الایتہ۔[1]

ترجمہ: امیرالمومنین علیہ السلام سے روایت کی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ خلاق عالم نے کسی نبی کو آدم سے خاتم تک نہیں مبعوث کیا مگر محمد مصطفے کے بارے میں یہ عہد لے کہ کہ اگر وہ مبعوث ہوئے اور تم (ان کے زمانے میں) زندہ رہے تو ان پر ضرور ایمان لانا اور ان کی ضرور نصرت کرنا بالکل اسی مضمون کی روایت حسن بصری اورسدی سے بھی اس آیت کی توضیح میں وارد ہوتی ہے۔

غرض کہ حضرت کا خاتم النبیین ہونا آپ کی شریعت۔

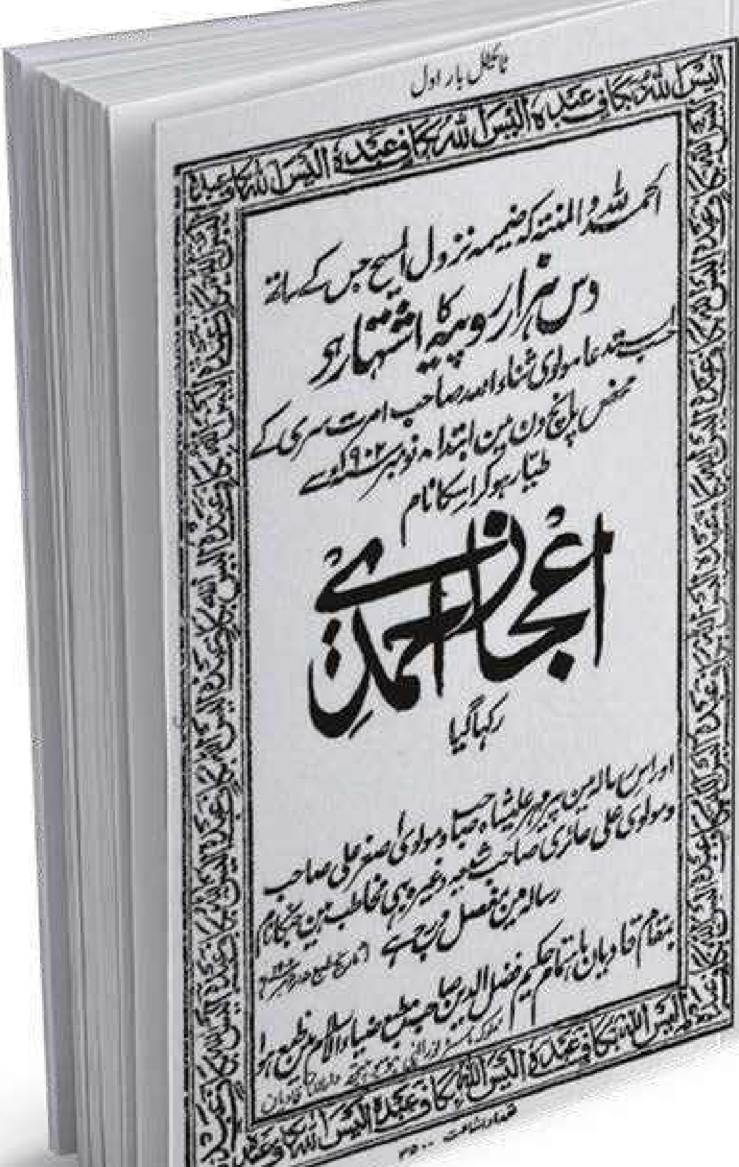
کا مطابق فطرت اور ہمہ گیر ہونا اور قیام قیامت تک اسی شریعت کا ملہ کا باقی رہنا نہ فقط قرآن و حدیث کی دو ایک آیتوں اور روایوں سے ثابت ہے بلکہ متعدد آیتیں اور کثیر روایتیں اس باب میں موجود ہیں۔

ختم نبوت کے لیے عقلی معیار

البتہ ختم نبوت محمدؐ اور دوام شریعت اسلام پر کسی کو صرف عقلی دلیل مطلوب ہو تو میں اسے دعوت دوں گا کہ وہ اسلام کے نظام معاش و معاد کا دنیا کے تمام نظامات سے (خواہ وہ مذہبی ہوں یا غیر مذہبی) مقابلہ و موازنہ کرے ۔ اگر اسلامی نظام سب سے بہتر اور زمانے کے مطابق فطرت ترقی کے ساتھ برا بر ہمرا ہی کرنے کے قابل ثابت ہو تو پھر کسی اور نظام شرعی و غیر شرعی کی ضرورت نہیں ہے اور اگر نظر انصاف میں اس کے خلاف ثابت ہو جائے تو ہر انسان اپنے محل پر خود مختار ہے مگر چونکہ عام طور پر اس "جدو جہد کی دنیا" میں لوگوں کو ایسے امور پر غور کرنے کی فرصت کم ملتی ہے اس لیے ان کے واسطے "الجواد" برابر ایسے تحقیقی مطالب کو مہیا کرتا رہے گا جس سے عقل کو فیصلہ کرنے میں سہولت ہو سکے۔[2]

۱۔ حقائق التاویل، ص ۱۳۳

۲۔ شکریہ ماہنامہ الجواد ماہ جنوری سنہ ۵۰ء


الحمد للہ والمنّة کہ ضمیمہ نزول المسیح جس کے ساتھ
دس ہزار روپیہ کا اشتہار ہے
مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کے
محض پانچ دن میں ابتداء نومبر ۱۹۰۲ء کو
طیار ہو کر اسکا نام
اعجاز احمدی
رکھا گیا
اور اس رسالہ میں پیر مہر علیشاہ صاحب و مولوی اصغر علی صاحب
و مولوی علی حائری صاحب شیعہ وغیرہ بھی مخاطب ہیں
بمقام قادیان باہتمام حکیم فضل الدین صاحب مطبع ضیاء الاسلام میں طبع ہوا

تحفظ ختم نبوت اور مرزائیت کا بطلان

حجت الاسلام علامہ آفتاب حسین جوادی(جامعۃ الکوثر اسلام آباد)

اللہ تعالیٰ نے سلسلہ نبوت کاآغاز حضرت آدم علی نبینا علیہ الصلوۃ والسلام سے کیا اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت اور رسالت کو ختم کر دیا، لہذا آپ آخری نبی ہیں، آپ کے بعد یقینا کوئی نیا نبی نہیں آئے گا۔ پوری امت اسلامیہ کا اس بات پر اتفاق اور اجماع ہے کہ حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نبوت ختم ہو چکی ہے۔ختم نبوت کا عقیدہ اہل اسلام کا متفقہ عقیدہ ہے کیوں کہ ضروریات اسلام میں سے ایک بنیادی عقیدہ ختم نبوت ہے۔ اس سلسلہ میں شیعہ و سنی مسلمانوں کے نزدیک آپ کے بعد خلافت و امامت کا سلسلہ جاری رہا کہ جو ختم نبوت کی ناقابل تردید محکم دلیل ہے چونکہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس طرح نبوت اور رسالت کے الٰہی منصب پر فائز تھے اسی طرح امامت و خلافت کے عہدے پر بھی فائز تھے۔

منصب رسالت و نبوت کی اہم ذمہ داری وحی الٰہی کے ذریعے شریعت اسلامیہ کو دریافت کر کے امت تک پہنچانا تھا تو منصب امامت و خلافت کے ذمہ دار اسی شریعت الٰہی کی حفاظت تبیین اور نفاذ تھا۔ بنا برایں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد رسالت نبوت کا سلسلہ قطعی طور پر ختم ہو چکا ہے اور اس کے بعد کسی نئے نبی اور نئی شریعت کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند ہو چکا ہے اور ان کے آنے کی ہرگز ضرورت نہیں ہے۔ یہی شریعت محمدیہ طلوع آفتاب قیامت تک تمام انسانوں کی رشد و ہدایت اور فلاح و

سعادت کے لیے کافی و شافی ہے، تا ہم اس شریعت محمدیہ کی حفاظت اس کی توضیح و تشریح اور نفاذ کا سلسلہ قیامت تک جاری و ساری ہے، لہذا خلافت و امامت کا سلسلہ بھی قیامت تک جاری ہے۔ ختم نبوت و رسالت کے عقیدے کی قوی ترین دلیل ہے جس پر تمام مسلمان تاہنوز قائم ہیں اس کی عملی مثال ہم تاریخی تواتر میں تسلسل دیکھتے ہیں کہ اس آب وگل میں جس نے بھی نبی خاتم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دعوی نبوت کیا تو دنیا اسلام نے اسے بالاجماع کافر و کذاب بلکہ بوجہ ارتداد اسے با لاتفاق دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ قرآن و حدیث کے وزنی دلائل و براہین کے باوجود لوگوں کی کثیر تعداد نے دعوی ٔنبوت کیا ہے۔ حتی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عہد مبارک اور بعد میں میں بھی نبوت کا دعوی کرنے والے پائے گئے ہیں۔ چنانچہ جھوٹے مدعیانِ نبوت کے بدبخت افراد کے نام یہ ہیں (۱) مسیلمہ بن حبیب،(۲) علیحہ بن خویلد،(۳) اسود عنسی یمن والا، (۴)ساف بن سعاد (سعید)،(۵) شجاع بنت حارث جو بنو تمیم سے تھی بلکہ مسیلمہ کذاب کی بیوی بھی نبی ہونے کی دعویٰ دار تھی جس نے اپنے مہر میں دو نمازیں بھی معاف کر دیں۔ اسی تناظر میں بعد میں آنے والے لوگوں میں سے بعض نے دعوی نبوت کیے ہیں۔ انیسویں صدی کے آخری عشرے میں برطانوی سامراج کی طرف سے انڈیا کے ضلع گورداس پور کے نواہی قصبے (قادیان)سے مرزا غلام احمد نامی بدبخت کو مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کے لیے خریدا گیا کہ وہ نبی خاتم حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گستاخی کا ارتکاب کرتے ہوئے مسیح موعود نبی اور خود محمد رسول اللہ ہونے کا دعوی کرے۔ وہ دعوی اس نے کر دیا جس کی بدولت ذلت اور رسوائی اس کا مقدر بن گئی۔

انگریزوں کا آلہ کار ہونے کا اعتراف خود مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی کتابوں میں کئی مقامات پر کیا ہے۔ یہ اوراق اس بات کے متحمل نہیں کہ وہ اعترافی عبارات ہم یہاں نقل کریں لہذا مزید تفصیلات احقر کی کتاب "تحفظ عقیدہ ختم نبوت اور مرزائیت کا بطلان"میں ملاحظہ فرمائیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی کی تاریخ پیدائش میں اختلاف پایا جاتا ہے البتہ خود مرزا نے اپنی تاریخ پیدائش ۱۸۳۹ عیسوی یا ۱۸۴۰ عیسوی لکھی ہے اور۲۴ ربیع الثانی ۱۳۲۶ ہجری و مطابق ۱۶ مئی ۱۹۰۸ کو آنجہانی ہوا۔ مرزا غلام احمد قادیانی کذاب مدعی نبوت ہونے کی وجہ سے کافر ہے کیونکہ شریعت مقدسہ میں امام الانبیاء خاتم النبیین نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی نبی تشریعی یا غیر تشریعی ظلی و بروزی کے دعویدار کو مرتد قرار دیا ہے۔ اس عقیدے کا حامل وجود قطعی طور پر دائرہ اسلام سے خارج ہے چنانچہ مرزا نے نہ صرف دعوی نبوت کیا ہے بلکہ اس ملعون نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے افضل ہونے کا دعوی کیا۔[1]

۱۔ براہین احمدیہ ،حصہ پنجم صفحہ ۵۶ ،اعجاز احمدی صفحہ ۱۷۱

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برابری کا دعویٰ[1] حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے افضل ہونے کا دعوی اور ان کو غلیظ بازاری گالیاں،[2] حضرت نوح علیہ السلام سے افضل ہونے کا دعویٰ،[3] نوح علیہ السلام، یعقوب علیہ السلام، موسی علیہ السلام، داؤد علیہ السلام، شیث علیہ السلام، یوسف علیہ السلام، اسحاق علیہ السلام اور عیسیٰ بن مریم ہونے کا دعویٰ [4] علاوہ ازیں نزول وحی اور مہدی ہونے کا دعویٰ بھی شامل ہیں۔ مرزا احمد قادیانی نے اپنی کتب میں آخری نبی ہونے کا دعوی ان الفاظ میں کیا: " چودھویں خصوصیت یسوع مسیح میں یہ تھی کہ وہ باپ کے نہ ہونے کی وجہ سے بنی اسرائیل میں سے نہ تھا مگر بایں ہمہ موسوی سلسلہ کا آخری پیغمبر تھا، جو موسیٰؑ کے بعد پیدا ہوا۔ ایسا ہی میں بھی خاندان قریش میں سے نہیں ہوں اور چودھویں صدی میں مبعث ہوا ہوں اور سب سے آخر ہوں " [5]

نیز اسی کتاب کے ص نمبر ۶۹ اور ۷۰ پر لکھتا ہے: " دو قسم کے مرسل من اللہ قتل نہیں ہوا کرتے (۱) ایک وہ نبی جو سلسلہ کے اول پر آتے ہیں جیسا کہ سلسلہ موسویہ میں حضرت موسی اور سلسلہ محمدیہ میں ہمارے سید و مولی آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم (۲) دوسرے وہ نبی اور مامور من اللہ جو سلسلہ کے آخر میں آتے ہیں جیسے کہ سلسلہ موسویہ میں حضرت عیسی علیہ السلام اور سلسلہ محمدیہ مین یہ عاجز (مرزا قادیانی)" بلکہ مزید برآں یہاں تک جسارت کی گئی ہے کہ " آخری زمانہ میں ایک اوتار کے ظہور کے متعلق جو وعدہ انھیں دیا گیا تھا وہ خدا کی طرف سے تھا اور اس کو ہندوستان کے مقدس نبی مرزا غلام احمد قادیانی کے وجود میں خدا تعالی نے پورا کر دکھایا ہے " [6]

مزید برآں اس کذاب نے شان رسالت میں گستاخیاں، انبیاء کرام علیہم السلام کی توہین اور اہل بیت اطہار علیہم السلام کی اعلانیہ توہین و گستاخی کی ہے۔ انہی عقائد و افکار کی وجہ سے علمائے اسلام نے شرعی حکم کے تحت بالا جماع مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے ماننے والے مرزائیوں کو خارج از اسلام قرار دیا ہے۔ بنا بریں ۱۹۷۴ عیسوی میں پاکستان کی قومی اسمبلی نے بالاتفاق آئین کی دفعہ نمبر ۲۶۰ میں ایک نئی شق نمبر ۲ کا اضافہ کر کے ”مسلمان“ کی تعریف یہ قرار دی گئی ہے۔

”کوئی شخص جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کامل اور غیر مشروط ختم نبوت پر ایمان نہ رکھتا ہو جو خدا

۱۔ ایک غلطی کا ازالہ ضمیمہ، حقیقۃ النبوۃ، ص۲۶۵، ضمیمہ حقیقۃ الوحی ۸۱تا۸۵

۲۔ دافع البلاء صفحہ ۲ ،حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۸او ۱۵۳، حاشیہ انجام آتھم صفحہ ۷، ازالہ اوہام صفحہ ۱۳۲و۱۳۳

۳۔ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۳۷

۴۔ حاشیہ حقیقۃ الوحی ص ۷۲، نزول المسیح ص۴، اربعین نمبر ۳، ص ۲۳۔

۵۔ تذکرہ الشھادتین مشمولہ روحانی خزائن ص ۳۵

۶۔ ملاحظہ ہو ریویو آف ریلیجنز نومبر ۱۹۰۴، ص ۴۱۱

کے آخری نبی یا لفظ نبی کے کسی معنی یا تعریف کے مطابق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد نبی ہونے کا دعویٰ کرے یا کسی ایسے مدعی نبوت کو نبی تسلیم کرے یا مذہبی مسئلہ مانے وہ آئین یا قانون کے مقاصد کے لیے مسلمان نہیں ہے۔“

پاکستان میں مرزائیوں کے لیے تبلیغی و اشاعتی کی سرگرمیوں پر نہایت شدت سے پابندی عائد کی گئی ہے۔ مرزائیوں کے تمام گروہوں خواہ اس کا تعلق عبدالغفار چنبہ سے ہو خواہ لاہوری گروپ، بشیر الدین محمود گروپ یا ناصر سلطانی گروپ سے ہو ان کی تبلیغ پر پابندی ہے لیکن ستم یہ ہے کہ آج بھی مرزائی اعلیٰ کلیدی عہدوں پر مسلط ہیں، خفیہ طور پر وطن عزیز میں سرگرم عمل ہیں ۔ان کا لٹریچر بکثرت شائع ہو رہا ہے۔ قادیانی فتنہ جنوبی لندن میں ٹورنٹو، فینکفرٹ، امریکہ کے متعدد متعدد شہروں اور اسرائیل میں بڑی تیزی سے پھیل رہا ہے کیونکہ انھوں نے پاکستان سے باہر اپنے تبلیغی واشاعتی ادارے قائم کیے ہوئے ہیں پاکستان میں ان کا تبلیغی مرکز چناب نگر (ربوہ) ہے اس کے علاوہ لاہور، کراچی اور ضلع چکوال اور اس کے مضافات میں تنظیمیں بنائی ہوئی ہیں لہذا مسلمانوں کو ان کا استیصال کرنا چاہیے اور انھیں ہدایت کی دعوت دینا نہایت ضروری ہے تاکہ عوام ان کی گمراہیوں سے محفوظ رہے، کیونکہ یہ بات تو اظہر من الشمس ہے کہ عقیدہ ختم نبوت اسلام کا جز لاینفک ہے۔ اس کےانکار سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صریح تکذیب لازم آتی ہے اس عقیدے کے متعلق ہم بالاختصار قرآن و حدیث اور مقتدر علماء وفقہاء کی واضح تصریحات کو ہدیہ قارئین کرتے ہیں۔

عقیدہ ختم نبوت قرآنی نقطہ نظر سے

واضح رہے کہ اس سلسلے میں آیات کی کثیر تعداد پیش کی جا سکتی ہیں مگر اختصار و ایجاز کے مدنظر صرف چند ایک آیات پر اکتفا کیا جاتا ہے کہ جو بعبارۃ النص غیر مبہم طور پر اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تمام انبیاء کرام علیہم السلام کا سلسلہ نبوت ورسالت ختم کر دیا گیا ہے اور اپ کے بعد نہ کوئی نبی آسکتا ہے اور نہ ہی نئی شریعت من جانب اللہ آ سکتی ہے۔ آپ پر نبوت و رسالت کے سلسلے کا خاتمہ ہو چکا ہے۔ انسانوں کی رشد و ہدایت کے لیے آفاقی الٰہی منشور قرآن مجید میں بھی اس امر کی طرف رہنمائی کر رہا ہے مندرجہ ذیل صرف چند ایک آیات مبارکہ ہدیہ قارئین پیش کی جاتی ہیں ان پر غور وفکر کیجیے۔

ارشاد رب العزت ہے :

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ[۱]

۱۔ احزاب، ۴۰

ترجمہ: محمدؐ تمھارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہے وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔

یہ آیت مجیدہ اس زیر بحث مسئلہ ہمیں قطعی نص صریح ہے کہ لفظ خاتم کے یہی معنی ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو ہم نبیوں کے خاتم ہیں اس لفظ کو دونوں طرح سے پڑھا جائے بفتح تائے فوقانیہ یا بکسر تائے فوقانیہ پھر بھی اس کا معنی ایک ہی ہے یعنی انبیاء کرامؑ کا آخری نبی جیسا کہ کتب لغات عربیہ کے دیکھنے سے یہی ثابت ہوتا ہے جسے ایک مبتدی بھی سمجھ سکتا ہے کہ اس کا مطلب ختم کرنے والے یا آخری ہے اور لفظ "النبیین"میں الف ولام استغراق حقیقی کا ہے جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی بھی ن یا نبی نہیں آسکتا۔ نیز جلیل القدر علماء اسلام نے مذکورہ آیۃ مبارکہ کا یہی معنی و مفہوم کیا ہے۔ چنانچہ دنیا اسلام کے شہرہ آفاق مفسر علامہ علی بن ابراہیم القمیؒ محولہ بالا آیت کے ذیل میں رقم طراز ہیں:

وخاتم النبیین یعنی لا نبی بعد محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم[1]

خاتم النبیین کا معنی یہ ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

شیخ الطائفہ المحققہ شیخ محمد بن حسن الطوسی متوفی ۴۶۰ھ لکھتے ہیں:

ای آخر لانہ لا نبی بعدہ الی یوم القامیۃ[2]

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انبیاء کرام علیہ السلام کے آخر ہیں کیونکہ آپ کے بعد قیامت تک کوئی نبی نہیں ہے۔

مشہور مفسر امین الاسلام علامہ شیخ ابوالفضل الطبرسی متوفی ۵۴۸ھ اس آیت مبارکہ کی تشریح کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

"ای و آخر النبیین ختمت النبوۃ بہ فشریعتہ باقیۃ الی یوم الدین وھذا فضیلۃ لہ صلوات اللہ علیہ وآلہ اختص بھا من بین سائرالمرسلین،[3]

خاتم النبیین کا معنی آخر النبیین ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے نبوت ختم ہو گئی ہے پس آپ کی شریعت طلوع آفتاب قیامت تک باقی ہے اور یہ آپ کی وہ فضیلت ہے کہ جو تمام انبیاء و مرسلین علیہم السلام سے صرف آپ ہی کے ساتھ مخصوص ہے۔

۱۔ تفسیر القمی جلد ۲،ص ۱۹۴، طبع مکتبہ الھدی النجف ۱۳۸۷ھ

۲۔ تفسیر التبیان جلد ۸،ص۳۴۶ مطبوعہ نجف

۳۔ تفسیر مجمع البیان جلد ۸، صفحہ ۳۶۲، طبع شرکۃ المعارف الاسلامیہ ایران ۱۳۷۹ھ

علامہ شیخ محمد جواد مغنیہ اس آیت مبارکہ کے ذیل میں فرماتے ہیں:

وخاتم النبیین فلا نبی بعد محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ولا شریعۃ بعد شریعۃ الاسلام[1]

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں ہے اسلامی شریعت کے بعد کوئی نئی شریعت نہیں ہے۔

ان مذکورہ بالا تفاسیر کے علاوہ بہت سی دیگر کتب تفاسیر میں بھی یہی بات تحریر کی گئی ہے۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُکُمْ مِّنْ کِتٰبٍ وَّ حِکْمَۃٍ ثُمَّ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ وَ لَتَنْصُرُنَّہٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَ اَخَذْتُمْ عَلٰی ذٰلِکُمْ اِصْرِیْ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْہَدُوْا وَ اَنَا مَعَکُمْ مِّنَ الشّٰہِدِیْنَ ٭ فَمَنْ تَوَلّٰی بَعْدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الْفٰسِقُوْنَ[2]

ترجمہ: جب اللہ نے پیغمبروں سے عہد لیا کہ جب میں تمھیں کتاب اور حکمت عطا کر دوں پھر تمھارے پاس ایک رسول آئے، جو کچھ تمھارے پاس ہے اس کی تصدیق کرے تو تمھیں اس پر ضرور ایمان لانا ہوگا اور ضرور اس کی نصرت کرنا ہوگی (پھر) اللہ نے فرمایا کیا تم اس کا اقرار کرتے ہو اور میری طرف سے (عہد کی) بھاری ذمہ داری لیتے ہو؟ انھوں نے کہا ہاں ہم نے اقرار کیا اللہ نے فرمایا پس تم گواہ رہو اور میں بھی تمھارے ساتھ گواہ ہوں۔

اس آیت مجیدہ میں انبیاء کرام علیہم السلام کے کمالات و اوصاف کا بیان ہے کہ انھیں اللہ تعالی کی طرف سے کتاب و حکمت عطا کی گئی ہے اور وہ ان کا علم بھی رکھتے ہیں۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ وہ آنے والا رسولؐ ان انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد ہی آئے گا جیسا کہ آیہ مبارکہ میں وارد لفظ (ثم) سے مستفاد ہوتا ہے لہٰذا تمام عالم اسلام کا اس امر پر اجماع ہے کہ انبیاء و مرسلین علیہ السلام کے بعد آخری آنے والا نبی صرف ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہیں۔

ختم نبوت احادیث متواترہ و صحیحہ کی روشنی میں

مندرجہ بالا آیات مبارکہ ہمارے مدعی و موقف پر نص صریح ہیں جس طرح قرآن مجید میں ختم نبوت کا عقیدہ نہایت صراحت کے ساتھ آپ نے ملاحظہ فرما لیا ہے بالکل اسی طرح متواتر اور صحیح السند احادیث بھی وارد ہوئی ہیں جن میں اس اصولی و ضروری عقیدے کا غیر مبہم الفاظ میں اظہار کیا گیا ہے۔ اگرچہ قرآنی آیات باہرہ

۱۔ التفسیر الکاشف جلد ۶، صفحہ ۲۲۴، طبع دار العلم للملایین بیروت ۱۹۷۰

۲۔ آل عمران۔۸۱و۸۲

کے بعد احادیث سے استدلال و استشہاد کی ضرورت باقی نہیں رہتی لیکن اسے مزید مستحکم اور پختہ کرنے کے لیے بالاختصار ان احادیث متواترہ و صحیحہ کو بھی درج کیے دیتے ہیں جن سے یہ عقیدہ متحقق ہوجاتا ہے۔ علوم انبیاء کے وارث آئمہ اہل بیت علیہم السلام سے مروی احادیث پر غور و فکر کرنے والے انسان کے تذکر وبصیرت کا باعث ہیں۔ ذراان پر نظر کیجیے۔

محمد بن مسلم بیان کرتے ہیں کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

یا علی انما انت منی بمنزلة هارون من موسیٰ الا انه لا نبی بعدی[1]

اے علی! تم کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو حضرت ہارون علیہ السلام کو حضرت موسی علیہ السلام سے تھی، ہاں اگر فرق ہے تو صرف اس قدر کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے،(اسنادہ صحیح)۔

اس حدیث کی صحت و وثاقت پر تمام اہل اسلام کا اجماع ہے۔ چنانچہ حافظ ابن عبدالبر الاندلسی نے "الاستیعاب، ج۲، ص۴۷۳،۴۵۹، طبع حیدرآباد دکن میں اس حدیث کے ذیل میں لکھا ہے:

عن جماعة من الصحابة وهو من اثبت الآثار واصحها[2]

صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت نے اسے نقل کیا ہے یہ حدیث ثابت و صحیح ترین اخبار و آثار میں سے ہے۔ حتی کہ حافظ ابن تیمیہ حرانی جیسے متعصب نے بھی بایں الفاظ اعتراف کیا ہے ان هذه الحدیث ثبت فی الصحیحین بلا ریب وغیرهما بلا شک و شبہ یہ حدیث صحیح ہے جو بخاری و مسلم وغیرہ میں مذکور ہے۔[3](منہاج السنہ جلد۷، ص ۳۲۶، تحقیق ڈاکٹر محمد رشاد سالم طبع جامعة الامام محمد بن مسعود الاسلامیہ ، الطبعة الاولیٰ ۱۹۸۶ء)بلکہ علماء اسلام نے اسے بالاتفاق متواتر کہا ہے۔ اس حدیث مبارکہ میں وارد"انہ" ضمیر شان ہے جس کا مفسر جملہ ما بعد "لا نبی بعدی" ہے اور اس میں لفظ "نبی" کا نکرہ واقع ہونا اور نفی کے ماتحت ہونا، اس کا ناقابل رد ثبوت ہے کہ نبی خاتم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے بعد کوئی نبی خواہ تشریعی ہو یا غیر تشریعی ، ظلی ہو یا بروزی ہر گز نہیں ہوگا ۔

(۲) تین اسانید کے ساتھ مروی ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے اپنے آبا و اجداد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب اسماء بنت عمیس سے دونوں نواسوں حضرات امام حسن و امام حسین علیہما السلام کے فضائل و کمالات بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ جناب جبرائیل اللہ تعالی کا پیغام لے کر حاضر

۱۔ ملاحظہ ہو: علی الشرائع، جلد ۲، صفحہ ۴۷۴، مطبوعہ نجف، امالی للشیخ صدوقؒ، ص۱۷۳، طبع ایران

۲۔ منہاج السنہ جلد ص طبع بولاق مصر

۳۔ (منہاج السنہ جلد۷، ص ۳۲۶، تحقیق ڈاکٹر محمد رشاد سالم طبع جامعة الامام محمد بن مسعود الاسلامیہ ، الطبعة الاولیٰ ۱۹۸۶ء)

ہوئے اور کہنے لگے یا محمد العلی الاعلیٰ یقرلک السلام و یقول علیؑ منک بمنزلۃ ھارون من موسی ولا نبی بعدک۔[1] اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ آپ کو سلام دیتا ہے اور کہتا ہے علیؑ کی نسبت تجھ سے ایسے جس طرح ہارونؑ کی موسیٰؑ سے ہے اور تیرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

(۳) ایوب بن حر سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ ان اللہ عز ذکرہ ختم نبیکم النبیین فلا نبی بعدہ ابداً وختم بکتابکم الکتاب فلاکتاب بعدہ ابداً و انزل فیہ تبیان کل شئی وخلقکم و خلق السماوات والارض ونباء قبلکم و فصل ما بینکم و خبرہ مابعدکم وامرالجنۃ والنار وما انتم ضائرون الیہ۔[2])

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے تمھارے نبیؐ کے ذریعے انبیاء کرامؑ کا سلسلہ (نبوت) ختم کیا ہے پس آپ کے بعد ہرگز کوئی نبی نہیں آئے گا اور تمھاری کتاب (قرآن مجید) کے ساتھ آسمانی کتابوں کا سلسلہ ختم کر دیا اور اس کے بعد ہرگز کوئی آسمانی کتاب نہیں اور اس (قرآن) میں ہر چیز کا صحیح و کامل بیان نازل کیا۔ تمھاری خلقت اور زمین و آسمان کی خلقت اور تم سے پہلے کے واقعات کی خبر اور تمھارے درمیان ہونے والے جھگڑوں کو ختم کرنے کا وسیلہ ہے اور تمھارے بعد بہشت و دوزخ اور تمھارے انجام کی خبریں ہیں۔ (اسنادہ صحیح)۔

(۴)جناب علی بن سوید نے کچھ شرعی مسائل بذریعہ خط حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام سے پوچھے تو امام علیہ السلام نے اس طرف جواباً طویل خط ارسال کیا جس میں آپ نے فرمایا:

ولا نبی بعد نبینا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔[3]

اور ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

(۵)سدیر الصیرفی، محمد بن نعمان مومن الطاق اور عمر بن اذینہ تینوں کا بیان ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک طویل حدیث ہے کہ جس میں آپ فرماتے ہیں کہ فرشتوں نے کہا:

مرحبا بالاول و مرحبا بالآخر و مرحبا بالحاشر و مرحبا بالناشر محمد خاتم النبیین وعلی خیر الواصیین۔[4]

اول خوش آمدید(بعثت کے لحاظ سے) آخر خوش آمدید حاشر حوش آمدید، اور ناشر خوش آمدید محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبیوں کے آخری نبی اور علی علیہ السلام وصیوں کے افضل وصی ہیں۔(اسنادہ صحیح)۔

۱۔ عیون اخبار الرضا جلد۲، ص ۲۶ طبع ایران

۲۔ اصول کافی کتاب الحجہ باب فی ان الائمۃ بمن یشھبون مضی جلد ۱، صفحہ ۲۶۹ ، طبع ایران

۳۔ روضۃ الکافی جلد ۸، صفحہ ۱۲۴و صفحہ ۱۲۶، طبع دارالکتب الاسلامیہ تہران

۴۔ علل الشرائع جلد ۲، صفحہ ۳۱۶۔مطبعۃ النعمان نجف

(۶)ختم نبوت کا عقیدہ حضرت امام مہدی علیہ السلام سے توقیع مبارک میں ثابت ہے چنانچہ امام آخر الزمان عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف اپنی توقیع مبارک میں ارشاد فرماتے ہیں:

ثم بعث محمداً صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رحمۃ للعالمین و تمم بہ نعمتہ و ختم بہ انبیائہ وارسلہ الی الناس کافۃ[1]

پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عالمین کے لیے رحمت مبعوث فرمایا اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے اللہ تعالی نے اپنی نعمت پوری کی ہے اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو آپ پر ختم کیا، تمام لوگوں کی جانب آپ کو رسول بنا کر بھیجا۔(اسنادہ صحیح)۔

(۷)علی بن رئاب اور یعقوب سراج دونوں کا بیان ہے کہ صادق آل محمد علیہ السلام نے فرمایا کہ جب قتل عثمان کے بعد حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی بیعت کی گئی تو آپ ممبر پر تشریف لے گئے اللہ تعالی کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا:

اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریك لہ واشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ خاتم النبیین وحجۃ اللہ علیٰ العالمین مصدقاً للرسل الاولین[2]

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں،خاتم النبیین، عالمین پر حجت خدا ہیں اور پہلے آنے والے انبیاء کرام علیہ السلام کی تصدیق کرنے والے ہیں۔(اسنادہ صحیح)۔

(۸)حسن بن فضال سے مروی ہے حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے پانچ اولی العزم انبیاء کرام کا تذکرہ کرنے کے بعد ارشاد فرمایا:

فھولاء الخمسۃ اولوالعزم وھم افضل الانبیاء والرسل و شریعۃ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لا تنسخ الی یوم القیامۃ ولا نبی بعدہ الی یوم القیامۃ فمن ادعی بعدہ نبوتۃ او اتی بعد القرآن لکتاب فدمہ مباح لکل من سمع ذالك منہ[3]

یہی پانچ پیغمبر اولوالعزم ہیں اور یہ دوسرے انبیاء اور رسولوں سے افضل ہیں۔ محمد صلی اللہ

۱۔ کتاب الغیبہ للشیخ طوسیؒ،ص۱۸۷، طبع ایران قدیم
۲۔ روضۃ الکافی بذیل عنوان "خطبۃ امیر المومنین علیہ السلام" جلد ۸ صفحہ ۶۷، رقم ۲۳
۳۔ عیون الاخبار، الرضا ،ج۲، ص ۸۰،مطبوعہ قم المقدسہ

علیہ وآلہ وسلم کی شریعت قیامت کے دن تک منسوخ نہیں ہوگی۔ آپ کے بعد قیامت تک کوئی نبی نہیں آئے گا۔ جو شخص ہمارے نبی کے بعد نبوت کا دعوی کرے یا قرآن کے بعد کوئی(نئی) کتاب لائے تو اس کا خون ہر اس شخص پر مباح ہے جو اس سے یہ دعویٰ سنے۔

(۹)جناب زرارہ بن اعین کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے حلال و حرام مسائل کے متعلق پوچھا تو آپ نے ارشاد فرمایا:

حلال محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حلال ابداً الی یوم القیامۃ وحرامہ حرام ابداً الی یوم القیامۃ لا یکون غیرہ ولا یجیئ غیرہ۔[1]

حلال محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ کے لیے قیامت کے دن تک حلال ہے اور اپ کا حرام کیا ہوا، ہمیشہ کے لیے قیامت کے دن تک حرام ہے اس کے علاوہ نہ کچھ ہوگا اور نہ ہی کوئی (نبی) آئے گا۔ (اسنادہ صحیح) ۔

(۱۰)ساتویں لعل ولایت حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام فرماتے ہیں۔

مبلغ علمنا علیٰ ثلاثۃ وجوہ ماض و غابر و حادث فاما الماضی فمفسر واما الغابر فمزبور واما الحادث فقذف فی القلوب ونقر فی السماع وھو افضل علمنا ولا نبی بعد نبینا۔[2]

ہمارا علم تین طرف سے پہنچتا ہے گزشتہ، آئندہ اور جو حادث ہوتا ہے۔ گزشتہ علم تفسیر کیا گیا ہے اور آئندہ کا علم لکھا جا چکا ہے اور جو حادث ہوتا ہے وہ قلوب میں آتا ہے اور بھی کانوں کے ذریعے اور یہی ہمارا بہترین علم ہے اور ہمارے نبی کے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔(اسنادہ صحیح)۔

مندرجہ بالا متواتر و صحیح احادیث سے بخوبی واضح ولائح ہوا کہ ہمارے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری رسول و نبی ہیں ان کے بعد نبوت و رسالت کا سلسلہ ختم ہوچکا ہے ان احادیث مبارکہ میں "خاتم النبیین" اور "لا نبی بعدہ" کے الفاظ اس موقف پر نص صریح ہیں اور یہ احادیث متواترہ مرزائیت کے کاسہ سر پر ایک گرز انبار ہے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک سے لے کر تاہنوز اور قیامت تک آنے والے تمام محدثین و فقہاء اور علماء اسلام کا اس امر اجماع ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی جانب سے آخری نبی ہیں آپ کے بعد کسی فرد کو بھی نبوت کا منصب عطا نہیں کیا جائے گا۔ آپ کے بعد جو شخص اجرائے نبوت کا عقیدہ رکھتا ہے وہ شخص دائرہ اسلام سے خارج ہوجاتا ہے۔

۱۔ اصول کافی، جلد ا، صفحہ ۵۸، طبع دارالکتب الاسلامیہ تہران

۲۔ اصول کافی، جلدا، ص ۲۶۴، کتاب الحجۃ

عقیدہ ختم نبوت پر محدثین و فقہاء کاملین کی تصریحات

اس سلسلے میں نہایت مقتدر اور اعاظم و کبار علماء وعظام کی تصریحات اس قدر موجود ہیں کہ ان سب کے پیش کرنے کی ان مختصر صفحات میں گنجائش نہیں ہے صرف بعض علماء اعلام کے کلام حقیقت ترجمان اور بیانات عالیہ کو پیش کیا جاتا ہے۔

ا۔ ثقۃ الاسلام حضرت علامہ شیخ محمد بن یعقوب الرازی الکلینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اصول کافی کے مقدمہ میں ص ۷ طبع نول کشور لکھنؤ میں فرماتے ہیں:

اذا الرب جل و عزواحدٌ والرسول محمدٌ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واحدٌ والشریعۃ واحدۃ وحلال محمد حلال وحرامہ حرام الیٰ یوم القیامۃ۔[1]

رب بزرگ و برتر ایک ہے اور رسول حضرت محمد خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ہیں شریعت ایک ہے اور قیامت کے دن تک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حلال کیا ہوا حلال ہے اور آپ کا حرام کیا ہوا حرام ہے۔

۲۔ رئیس المحدثین حضرت شیخ محمد بن علی بن حسین بن بابویہ القمی رحمہ اللہ تعالیٰ کی "امالی" کی "المجلس الثالث والتسعون، یوم الجمعۃ۔۔۔" میں ہے کہ شیعہ کے عقائد کے متعلق جب ان سے دریافت کیا گیا تو جواب دیتے ہوئے بالاختصار فرماتے ہیں:

هو الاقرار بتوحید اللہ تعالیٰ ذکرہ ونفی التشبیہ عنہ وتنزیھہ کما لا یلیق بہ والاقرار بانبیاء اللہ ورسلہ وحججہ وملائکتہ وکتبہ والاقرار بان محمداً صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ھو سید الانبیاء والمرسلین وانہ افضل منھم ومن جمیع الملائکۃ المقربین وانہ خاتم النبیین فلا نبی بعدہ الیٰ یوم القیامۃ وان جمیع الانبیاء والمرسلین والائمۃ علیھم السلام افضل من الملائکۃ وانھم معصومون مطھرون من کل دنس و رجس لا یھمون بذنب صغیر ولا کبیر ولا یرتکبونہ۔[2]

شیعہ عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی واحدنیت کا اقرار، اس سے تشبیہ کی نفی اور ان چیزوں سے منزہ ہے جو اس کے لائق نہیں، اللہ تعالیٰ کے تمام انبیاء و رسولوں، حجج، ملائکہ اور تمام کتابوں کااقرار ہے اور یہ کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو تمام انبیاء و رسولوں کے سردار اور ان تمام سے افضل ہیں اور وہ خاتم النبیین ہیں آپ کے بعد قیامت کے دن تک

ا۔ مقدمہ اصول کافی، ص۷، طبع نول کشور لکھنؤ ۱۳۰۲ھ

۲۔ امالی للشیخ الصدوق، ص ۵۱۰، مجلس نمبر ۹۳ طبع موسسہ الاعلمی للمطبوعات بیروت ۱۴۰۰ھ

کوئی نبی نہیں ہے اور بلاشبہ سب انبیاء و رسول اور آئمہ اطہار علیہم السلام فرشتوں سے افضل ہیں اور یہ نفوس قدسیہ ہر آلودگی اور پلیدی سے پاک و پاکیزہ ہیں اور تمام گناہان صغیرہ و کبیرہ سے پاک ہیں۔

۳۔ مفید الفرقۃ المحقہ حضرت علامہ شیخ محمد بن نعمان المفید رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی جملہ عقائد کی کتب میں اس امر پر وضاحت فرمادی ہے چنانچہ اس سلسلہ میں رقمطراز ہیں:

علمنا ذلك بالقرآن والحديث اما القرآن فقوله تعالىٰ ما كان محمد ابا احد من رجالكم ولكن رسول الله وخاتم النبيين واما الحديث فقوله عليه السلام لعلي عليه السلام تعلى عليه السلام انت مني بمنزلة هارون من موسىٰ عليه السلام الا انه لا نبي بعدي[1]

ہمیں قرآن و حدیث سے یہ عقیدہ معلوم ہوا ہے اور قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ محمد تمھارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں اور سب پیغمبروں کے آخری ہیں اور حدیث مبارک میں نبی خاتم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کے لیے فرمایا اے علیؑ تیری نسبت مجھ سے ایسے ہیں حضرت ہارونؑ کی حضرت موسیٰؑ سے تھی مگر یہ کہ میرے بعد نبی نہیں ہے۔

۴۔ شیخ الطائفہ شیخ جلیل علامہ شیخ محمد بن حسن الطوسیؒ اپنی شہرہ آفاق کتاب "تہذیب الاحکام" کی کتاب المزار کے باب "نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" کے ذیل میں پیغمبر خاتم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تعارف باین الفاظ فرماتے ہیں:

ورسول الله صلى الله عليه وآله وسلم محمد بن عبدالله بن عبدالمطلب بن هاشم بن عبد مناف سيد المرسلين و خاتم النبيين صلى الله عليه وآله الطاهرين[2]

۵۔ مشہور فقیہ عارف علامہ محمد تقی مجلسی اول رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت امام جعفر الصادق علیہ السلام سے مروی ایک مؤثق حدیث کے ذیل میں تشریح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

اما مدعي النبوة فالاخبار المتواترة مع ان هذا الدعوى تكذيب للنبي صلى الله عليه وآله وسلم حيث تواتر عنه سيما في حديث المنزلة انه قال صلى الله عليه وآله وسلم انت مني بمنزلة هارون من موسى الا انه لا نبي بعدي و تكذيب للقرآن حيث قال الله

۱۔ النکت الاعتقادیہ ص ۲۵ طبع بمبئی

۲۔ تہذیب الاحکام جلد ۶، ص ۵ تحقیق علامہ شیخ محمد جواد الفقیہ طبع دارالاضواء بیروت

تعالیٰ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین،[1]

رہا نبوت کا دعوی کرنے والا تو متواتر احادیث ہیں کہ (نبی اکرمؐ کے بعد) دعوت نبوت سے نبی خاتمؐ کی تکذیب لازم آتی ہے۔اس سلسلے میں آپ سے تواتر کے ساتھ مروی ہے بالخصوص حدیث منزلت جس میں آپ نے فرمایا اے علی میری تجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں اور دعوی نبوت سے تکذیب قرآن لازم آتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور خاتم النبیین ہیں۔

۶۔ مروج تعلیمات اہل بیتؑ حضرت علامہ محمد باقر مجلسی رحمۃ اللہ تعالیٰ آقائے دو جہان پیغمبر خاتم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل و کمالات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

و دین او ناسخ ادیان جمیع پیغمبراں و بعداز پیغمبری نہ خواھد بود و آن اشرف ست از جمیع مخلوقات از ملائکۃ و جن و انس،

نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دین تمام پیغمبروں کے دین کا ناسخ ہے آپ کے بعد کوئی پیغمبر نہ ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرشتوں اور جن و انس تمام مخلوقات سے افضل و اشرف ہیں۔

علامہ موصوف باب ''مقصد اول دروجوب نصب امام است'' میں وجہ اول کے تحت فرماتے ہیں:

و چنیں کسی یا نبی است یا امام کہ جانشین او است خصوصاً بعداز حضرت رسالت کہ خاتم پیغمبران است و بعد از او امید بعثت پیغمبر دیگر نیست،[2]

ترجمہ: پس ایسا شخص یا نبی ہے یا امام کہ جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جانشین ہے اور خصوصاً نبی خاتم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد جو خاتم انبیاء ہیں اور آپ کے بعد دوسرے پیغمبر کے مبعوث ہونے کی امید نہیں ہے۔

۷۔ افتخار السالکین علامہ مقدس اردبیلی رحمۃ اللہ تعالیٰ تحریر کرتے ہیں:

ازیں دلائل ثابت شد کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیغمبر برحق بلکہ خاتم انبیاء مطلق است،[3]

ترجمہ : ان دلائل سے ثابت ہوگیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برحق پیغمبر ہیں بلکہ علی الاطلاق انبیاء کرام کے آخری نبی ہیں۔

۸۔ شیخ الفقہاوالاصولیین آیہ اللہ العظمی سید ابو القاسم الخوئی قدس اللہ سرہ نے ایک کتاب ''علی امام

۱۔ روضۃ المتقین جلد۷،ص ۲۱۰ طبع بیروت

۲۔ حق الیقین ص ۳۱، ۳۶، طبع انتشارات اسلامیہ تہران

۳۔ عقائد الاسلام ص۳۵ مطبعہ علویہ نجف

البرۃ" کے نام سے منظوم رقم فرمائی ہے جس کی شرح کرنے کی سعادت آیۃ اللہ سید محمد مہدی الخراسان رحمۃ اللہ تعالیٰ کو حاصل ہوئی ہے مذکورہ کتاب میں آقائے خوئی رحمۃ اللہ علیہ عنوان "نبینا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم الانبیاء و المرسلین" کے ذیل میں جلد۱، ص ۷۰ پر فرماتے ہیں: "نبوۃ اللہ بہ قد ختمت" اللہ کی عطا کردہ نبوت آپ کے ذریعہ سے ختم کی گئی۔ اس شعر کی شرح میں شارح حضرت آیۃ اللہ سید محمد مہدی الخرسان رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اشارۃ منہ دام ظلہ الیٰ ماورد فی الکتاب المجید فی قولہ تعالیٰ مکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ و ختم النبیین والیٰ قولہ تعالیٰ و انزلنا الیك الکتاب بالحق مصدقا لما بین یدیہ من الکتاب و مھیمنا علیہ و الیٰ قولہ تعالیٰ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علیٰ الدین کلہ و قد استدل لھاتین الآیتین علیٰ ان شرعہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ناسخ لکل شرح قبلہ و فی ھیمنۃ کتابہ علیٰ ماسبقہ من کتاب واظھار دینہ علیٰ الدین کلہ.

آقائے خوئیؒ کا اشارہ ان قرآنی آیات کی طرف ہے کہ "محمد تمھارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں ہاں وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔" (احزاب۔۴۰) اور "(اے رسولؐ) ہم نے آپ پر ایک کتاب نازل کی ہے جو حق پر مبنی ہے اور اپنے سے پہلے والی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے اور ان پر نگران وحاکم ہے (مائدہ۔۴۸)اور اس آیت کی طرف بھی "اپنے رسول کو ہدات اور دین حق کے ساتھ اسی نے بھیجاہے تاکہ اسے ہر دین پرغالب کردے۔"

۹۔ مرجع شیعان جہان حضرت آیت اللہ سید محمد سعید الطباطبائی النجفیؒ تحریر فرماتے ہیں:

و یجب الاعتقاد ایضاً بانہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم الانبیاء وان شریعتہ خاتمہ الشرائع لان ذلك من ضروریات الدین التی یکون انکارھا خروجاً عنہ لرجوعہ الیٰ تکذیب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فیما ادعا وبلغ بہ۱

نیز یہ اعتقاد رکھنا واجب ہے کہ آپ خاتم الانبیاء ہیں اور آپ کی شریعت تمام شریعتوں کا اختتام کرنے والی ہے کیونکہ یہ بات ضروریات دین میں سے وہ ضروریات دین کہ جن کا انکار کرنا دین سے خروج کا سبب بنتا ہے کیونکہ اس سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکذیب لازم آتی ہے جس کا آپ نے دعویٰ کیا اور اسے (ہم تک) پہنچایا ہے۔

۱۔ اصول العقیدہ ص ۲۰۳، طبع دارالھلال بیروت

۱۰۔ مدارس دینیہ اور حوزہائے علمیہ کے نصاف میں داخل مشہور کتاب "الروضۃ البھیہ شرح اللمعۃ الدمشقیہ" کے فقیہ مصنف شیخ زین الدین العاملی شہید ثانیؒ متن عبارت "ویقتل مدعی النبوۃ" (مدعی نبوت کو قتل کیا جائے گا) کی تشریح میں لکھتے ہیں:

بعد نبینا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لثبوت ختمۃ الانبیاء من الدین ضرورۃ فیکون دعواها کفراً و کذا یقتل الشاك فی النبوۃ نبینا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔[1]

ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنے والے کو قتل کیا جائے گا کیونکہ آپ کا خاتم الانبیاء ہونا ضروریات دین میں سے ثابت ہے پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنا کفر ہے اور اسی طرح ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت میں شک کرنے والے کو بھی قتل کیا جائے گا۔

۱۱۔ عالم ربانی فاضل جلیل علامہ سید مہدی الصدر النجفی رحمہ اللہ تعالیٰ اس سلسلے میں رقمطراز ہیں :

وندرك الیٰ ذلك سر ختم الانبیاء بمحمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واقفال ابواب الوحی عن الارض فهو النبی الاعظم الذی جمع اللہ فیہ فضائل الانبیاء وامجادهم جمیعاً وفضله علیهم بما منحه من صنوف الخصائص والمواهب ما اهله ان یکون سید المرسلین و خاتم النبیین والمبعوث رحمۃ للعالمین فلا نبی بعد محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ولا شریعۃ بعد شریعۃ السماء ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین۔[2]

اور ہم اس سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر انبیاء کرام علیہم السلام کے خاتمے اور زمین پر وحی کے دروازے بند کیے جانے کے راز کو سمجھتے ہیں پس وہ عظیم ترین نبی ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء علیہم السلام کے فضائل اور عظمتوں کو جمع کردیا ہے اور انھیں ایسی خصوصیات اور نعمتیں عطا فرمائیں کہ جن کی بنا پر وہ تمام رسولوں کے سردار اور تمام نبیوں (کی نبوتوں) کے خاتم اور تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجے گئے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں اور آپ کی شریعت کے بعد کوئی آسمانی شریعت نہیں ہے محمد تمھارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں۔ مگر وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔

۱۔ شرح اللمعۃ الدمشقیہ کتاب الحدود جلد۹، ص ۱۹۵، طبع جامعۃ النجف الدینیۃ نجف عراق
۲۔ اصول العقیدۃ فی النبوۃ، جلد۲، ص ۱۷۳، مطبوعہ دارالزہراء بیروت

۱۲۔ استاد الفقہاء علامہ شیخ محمد رضا مظفر نجفی اپنی بیش بہا تصنیف ''عقائد الشیعہ'' میں زیر عنوان ''عقید تنا فی مشرع الاسلام'' آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مراتب و کمالات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

نعتقد ان صاحب الرسالہ الاسلامیہ هو محمد بن عبداللہ و هو خاتم النبیین و سید المرسلین وافضلهم علیٰ الاطلاق کما انه سید البشر جمیعاً لا یوازیه فاضل فی فضل، ولا یرانیه احد فی مکرمه ولا یقاربه عاقل فی عقل ولا یشبهه شخص فی خلق وانه لعلی خلق عظیم ذلك من اول نشاۃ البشر الی یوم القیامة۔[1]

ہمارا عقیدہ ہے کہ حضرت محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقیناً صاحب رسالت اسلامیہ ہیں وہی انبیاء کرام علیہم السلام کی نبوت کے خاتم ، تمام رسولوں کے سردار ہیں اور مطلقاً ان سب سے افضل ہیں۔ اسی طرح وہ تمام انسانوں کے سردار ہیں۔ کوئی فضیلت رکھنے والا آپ کے برابر فضیلت نہیں رکھتا اور نہ ہی کوئی عزت و اکرام میں ان کے برابر ہے۔

۱۳۔ زبدۃ العلماء علامہ شیخ محمد جواد مغنیہ بذیل عنوان ''لماذ اختمت النبوۃ بمحمد'' رقمطراز ہیں:

اتفق المسلمون قولا واحداً علیٰ انه لا وحی الی احد بعد محمد صلی اللہ علیه وآله وسلم ومن انکبر ذلك فما هو بمسلم ومن ادعی النبوة بعد محمدﷺ وجب قتله ومن طلب الدلیل علیٰ نبوة هذا الدعی محتملاً الصدق فی قوله فهو کافر۔[2]

تمام مسلمانوں کا اس ایک ہی بات پر اتفاق ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی وحی کا سلسلہ نہیں ہے اور جو شخص اس بات کا انکار کرے تو وہ مسلمان نہیں ہے اور جو شخص حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے تو وہ واجب القتل ہے۔

۱۴۔ آیۃ اللہ شیخ محمد حسین آل کاشف الغطاء النجفیؒ عنوان ''النبوۃ'' کے ذیل میں لکھتے ہیں:

ویعتقد الامامیة ان کل من اعتقد او ادعی نبوة بعد محمد صلی اللہ علیه وآله وسلم نزول وحی او کتاب فهو کافر یجب قتله۔[3]

شیعہ امامیہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد جو شخص بھی نبوت یا نزول وحی اور یا دوسری کتاب کے (نزول) کا دعویٰ کرے اسے قتل کرنا واجب ہوگا۔

۱۔ عقائد الشیعہ ص ۷۰، مطبعۃ حیدریہ نجف ۱۹۵۴ء

۲۔ التفسیر الکاشف، جلد۶، ص ۲۲۵، طبع دارالعلم للملایین بیروت ۱۹۷۰ء

۳۔ اصل الشیعہ واصولھا، ص۸۸، مطبوعہ نجف اشرف

اور اسی طرح رئیس النحاۃ علامہ شیخ رضی الدین محمد بن حسن استر آبادیؒ نے اپنی شہرہ آفاق تصنیف "شرح الکافیہ" کے ابتدائی خطبے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاتمیت کا ذکر کیا ہے۔

عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ میں علماء اور دانشوران کی تصنیفی خدمات

یہ حقیقت مسلم ہے کہ ختم نبوت اہل ایمان کا متفقہ نظریہ نہیں بلکہ عقیدہ ہے اس لیے کہ نظریات تغیر پذیر ہوتے ہیں لیکن اس کے برعکس عقائد حتمی و اٹل اور محکم ہوتے ہیں۔ نبوت کے مدعین آتے رہے حتی کہ یہ سلسلہ مرزا قادیانی تک پہنچا۔ علماء شائخین اور اہل علم طبقے نے مدعین نبوت کی گستاخیوں اور جسارتوں کا ہر دور میں بھرپور جواب دیا اور اس سلسلے میں تحریری و تقریری طور پر جہاد کیا۔ مختلف نوعیت کی صعوبتوں اور تکالیف سے دوچار ہوئے۔ قید و بند کی اذیت ناک سزائیں برداشت کی لیکن عقیدہ ختم نبوت پر آنچ نہ آنے دی۔ اس ضمن میں عرب و عجم سے علماء اعلام نے قرآن مجید کی متعدد آیات اور کئی صحیح و متواتر احادیث سے استدلال کرتے ہوئے عقیدہ ختم نبوت کا دفاع کیا اور اس کے خلاف ہر قسم کے نظریات کا رد بلیغ فرمایا چنانچہ ماضی قریب میں جب مرزا قادیانی نے دعوی نبوت کیا تو علماء اسلام نے اسے اسلام کی دعوت دی۔

۱۔مثال کے طور پر آیت اللہ شیخ مرتضی انصاریؒ متوفی ۱۸۶۵ء کے ایک شاگرد علامہ شیخ محمد رضا نجفی رحمہ اللہ متوفی ۱۹۰۷ء تبلیغ اسلام کے سلسلے میں لاہور تشریف لائے تو اس وقت مرزا غلام احمد قادیانی لاہور آیا ہوا تھا۔ انھوں نے اسے دعوت اسلام دی اور مناظرے کا چیلنج کر دیا لیکن اس نے نہ اسلام قبول کیا اور نہ ہی مناظرہ کرنے کے لیے علامہ موصوف کے سامنے آیا۔ بعدازاں اس ملعون نے اپنی کتابوں میں علامہ صاحب کی شان میں گستاخیاں اور نازیبا کلمات تحریر کر دیے جیسا کہ اہل باطل کی روش ہے۔ مرزا قادیانی ان کے متعلق لکھتا ہے:

"پھر ایک اور صاحب اپنا نام شیخ نجفی ظاہر کر کے میرے مقابل پر آئے ہیں اور مجھے کذاب اور دجال اور جاہل ٹھہراتے ہیں۔۔۔اور پھر یہی صاحب اپنے خط عربی میں جو ژولیدہ بیانی سے بھرا ہوا ہے مجھ کو لکھتے ہیں کہ "اگر تو میرے مقابل پر آوے تو میں اپنا علم عربی تجھ کو دکھلاؤں۔"[1]

مزید لکھتا ہے :

ونج النجفی والغزنوی وقالا انه جاهل غوی۔ و کذلك ظن النجفی۔ وشابهه فی قوله شیخ طویل اللسان کثیر الهذیان وزعم انه من فضلاء الزمان وانه نجفی ومن المتشیعین وانه ارسل الی مکتوبة الی العربیة۔[2]

۱۔ ملاحظہ ہو حجۃ اللہ ص ۲۲، مطبع ضیاء الاسلام قادیان ۱۳۱۴

۲۔ ایضاً ص ۷، ۵، ۴۴، ۴۰، ۷، ۳، ۳۴

ترجمہ: اور نجفی اور غزنوی نے یا وہ گوئی کی اور کہا کہ یہ (مرزا) ایک جاہل گمراہ ہے اور اسی طرح نجفی نے گمان کیا۔ اور ایک شیخ نجفی لمبی زبان والا۔ عبدالحق سے مشابہ ہے اس نے گمان کیا ہے کہ وہ زمانہ کے فاضلوں میں سے ہے اور یہ شیخ نجفی ہے اور شیعہ ہے اور اس نے عربی میں میری طرف ایک خط لکھا۔

اور اپنی دوسری تصنیف "نزول المسیح" ص ۲۰۹ پیش گوئی نمبر ۷۹ مطبوعہ قادیان ۱۹۰۹ء میں لکھتا ہے :

" ایک شخص اہل تشیع میں سے جو اپنے آپ کو شیخ نجفی کے نام سے مشہور کرتا تھا ایک دفعہ لاہور میں آکر ہمارے مقابلہ میں بہت شور مچانے لگا اور نشان کا طلب گار ہوا۔"

مزید برآں مرزا قادیانی کتاب "تذکرہ" کہ جو مرزا کے مکاشفات و رؤیاہائے اور مزعومہ الہامات کا مجموعہ ہے میں کہتا ہے:

ترجمہ: حضرت (حاجی شیخ محمد رضا طہرانی نجفی ملقب بہ) شیخ الاسلام(جو شیعہ ہیں) اپنے خط میں وعدہ کرتے ہیں کہ ہم چالیس منٹ میں نشان دکھانے کے لیے تیار ہیں بہت اچھا۔[1]

(۱) اور اسی طرح ڈاکٹر بشارت احمد قادیانی زیر عنوان "شیخ محمد رضا طہرانی نجفی کی طرف سے مخالفت" اس امر کا اعتراف بایں الفاظ کرتا ہے کہ "شیخ محمد رضا طہرانی نجفی ایک شیعہ مجتہد تھے جنھوں نے حضرت اقدس مرزا صاحب کی مخالفت میں علم بلند کیا۔۔۔ شیخ نجفی صاحب کی ان باتوں پر حضرات شیعہ پھولے نہ سمائے اور حضرت اقدس کو خط لکھا کہ آکر شیخ نجفی صاحب سے مناظرہ اور مقابلہ کرلو۔۔۔ الخ [2]

(۲) علامہ سید علی الحائری رحمہ اللہ متوفی ۱۹۴۱ء لاہور کے رہنے والے تھے ان کے والد بزرگوار علامہ سید ابوالقاسم الحائری الرضوی رحمہ اللہ متوفی ۱۸۰۸ء کا شمار بھی مقتدر علماء میں ہوتا ہے۔ حضرت علامہ سید علی الحائری رحمہ اللہ نے اپنے زمانے کے مشہور مدعی نبوت مزا غلام احمد قادیانی ملعون کے خلاف صدائے حق بلند کی اوراس کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ اسے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی لیکن یہ بدبخت اپنے کفر پرہی مصر رہا۔ آپ نے اس کے خلاف علمی و تحقیقی متعدد کتب تحریر کیں، مرزا مدلل جواب تو نہ دے سکا بے جا تنقید کا نشانہ بنایا۔ مرزا نے "ضمیمہ اعجاز احمدی" کے ٹائٹل پیج پر اپنے مخالفین میں علامہ موصوف کا نام درج کیا ہے اور اس کتاب میں اہل تشیع کے خلاف زہر اگلا گیا ہے۔ علامہ رحمہ اللہ نے مرزا کے خلاف قلمی جہاد کیا، ذلت و رسوائی مرزا کا مقدر بن گئی۔

(۳) مولانا محمد ہارون زنگی پوریؒ متوفی ۱۹۲۰ء نے مرزا قادیانی کے رد میں ایک لاجواب کتاب "السیف الیمانی علی المسیح القادیانی جو ۱۹۲۳ء میں انڈیا سے طبع ہو چکی ہے نیز "مکالمہ علمیہ قادیانی و شیعہ" تحریر کی جو شائع ہوئی۔

۱۔ تذکرہ، ص ۲۸۶،۳۵۵ مطبوعہ بک ڈپو تالیف و اشاعت قادیان ضلع گورداسپور دسمبر ۱۹۳۵ء طبع اول

۲۔ مجدد اعظم سوانح عمری مرزا غلام احمد قادیانی، جلد ۱، ص ۷۰۴، ۷۱۴، ناشر احمد انجمن اشاعت لاہور، طبع اول ۱۹۳۹ء

(۴) حضرت مولانا سید برکت علی گوشہ نشین وزیرآبادیؒ نے مرزائیوں کے خلاف ڈٹ کر بنیادی کام کیا چنانچہ قادیانیت کے ردمیں ان کی چند کتب منظر عام پر آئی ہیں۔ (۱)آئینہ مرزائیت،(۲)قادیان کا جھوٹا نبی۔

(۵)حضرت مولانا خواجہ غلام ثقلین پانی پتیؒ نے قادیانیوں کے رد میں ایک مستقل کتاب ''آئینہ قادیان'' تصنیف کی ہے جو مطبوعہ ہے۔

(۶) مولانا علی حسین مبارک پوریؒ نے مرزا غلام احمد قادیانی کے رد میں ''وفات قادیانی در ابطال نبوت غلام احمد آنجہانی'' رقم فرمائی ہے۔

(۷) مولانا ڈاکٹر نورحسین سیالوی جھنگوی متوفی ۱۹۴۰ء نے مرزائیوں کے خلاف بہت تحریری کام کیا ان کی تصنیفات میں سے ''تحفہ نورانی ایمان قادیانی'' اور ''خاتم النبوۃ'' شائع ہو چکی ہیں۔

(۸) حضرت مولانا مرزا احمد علی امرتسری لاہوری متوفی ۱۹۷۰ء نے مرزائیوں سے مناظرے کیے اور ان کے باطل نظریہ کا ابطال کیا چنانچہ آپ نے مرزا کے رد میں '' مراۃ القادیانیہ''اور ''دلیل العرفان'' جیسی مدلل کتب تصنیف فرمائی ہیں اور انھیں مناظروں میں شکست دی۔

(۹) جناب پروفیسر سید تصدق حسین بخاری آف بھیرہ نے ''تحفہ قادیان'' تحریر کی ہے۔

(۱۰)مشہور فقیہ و عالم علامہ محمد حسین النجفی رحمہ اللہ تعالیٰ آف سرگودھا نے قادیانیوں کے الحادی عقیدہ کے رد میں ''ختم نبوت بر ختمی مرتبت'' کے نام سے نہایت تحقیقی کتاب رقم فرمائی جسے انجمن حیدری بھون روڈ چکوال نے شائع کرنے کی سعادت حاصل کی۔

(۱۱) جناب سید امیر حسین بخاری آف راولپنڈی نے ''قاطع البرھان'' کے نام سے ایک کتاب رد مرزائیت میں لکھی ہے جس کا پہلا ایڈیشن راولپنڈی سے جب کہ دوسرا ایڈیشن علامہ سید قلب عباس کاظمی صاحب کی کاوش سے حال ہی میں لکھنؤ انڈیا سے شائع ہوا ہے۔ ان کے علاوہ بھی علماء نے کثیر تعداد میں کتب تصنیف کیں، مولانا سید محمد احمد سونی پتیؒ متوفی ۱۹۵۸ء نے ''ختم نبوت'' کے نام سے کتاب رقم کی، مولانا القاعلی حیدری بدایوانیؒ متوفی ۱۹۶۴ء نے مرزائیوں کی جانب سے ایک کتاب کا جواب ''حیات مسیح از قرآن پاک پر تبصرہ'' تحریر کی ہے، مولانا سید محمد عسکری امروہویؒ متوفی ۱۹۶۲ء نے ''القول المتین فی قطع الوتین'' اور ''تحفہ رحمانیہ'' کے نام سے کتابیں رد مرزائیت میں لکھی ہیں۔ جناب الحاج سید اظہار حسنین صاحبؒ نے قرآن کے قادیانی ترجمہ و تفسیر پر تنقید میں ''خون ثقلین'' کے عنوان سے کتاب لکھی جو اصلاح مشین پریس کھجوا ضلع صوبہ بہار سے شائع ہوئی ہے۔ بہرکیف مرزائیت کے بطلان پر لکھی گئی کتب کا احصا نہایت مشکل ہے۔ اس کا احاطہ کرنا ہمارے بس میں نہیں ہے لہٰذا مزید نشاندہی کی یہاں ہرگز گنجائش نہیں ہے۔ اس سلسلے میں متعدد رسائل و جرائد بالخصوص مدرسۃ الواعظین لکھنؤ کی طرف سے ماہنامہ ''الواعظ'' کی ہزاروں صفحات پر محیط ابحاث دیکھی جاسکتی ہیں جن میں قادیانیوں کی ہرزہ سرائیوں کا دندان شکن جوابات دے کر مسئلہ ختم نبوت کا بھرپور تحفظ کیا گیا ہے۔

مذکورہ بالا شخصیات کا تعلق برصغیر پاک و ہند سے ہے جنھوں نے تحفظ ناموس ختم نبوت پر تقریری و تحریری کام انجام دیا ہے اب عرب و عجم بالخصوص عراق و ایران کے جلیل القدر علماء اعلام نے اس سلسلے میں جو کاوشیں کی ہیں ان کا صرف ایک نمونہ ملاحظہ فرمائیے۔

مشرق وسطی کے شیعہ علماء و مجتہدین کی مثالی خدمات

(۱۲) عراق کے مشہور محقق و مورخ ڈاکٹر محمد سعید طریحی دام ظلہ، نے قادیانیوں کے رد میں ایک نہایت مدلل کتاب ”القادیانیۃ الاحمدیۃ فی میزان الحق“ کے نام سے تصنیف کی ہے جو شائع ہو کر منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوئی اور اہل علم سے خراج تحسین وصول کر چکی ہے۔ڈاکٹر موصوف نے اپنی اس کتاب میں ایک مناظرے کا ذکر کیا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کا بیٹا اور اس کا جانشین مرزا بشیر الدین محمود جب مشرق وسطی کے دورہ کے ضمن میں دمشق پہنچا تو شام میں علامہ محسن الامین عاملیؒ نے مسئلہ ختم نبوت پر مرزا بشیر الدین سے مناظرہ کیا۔ یہ مناظرہ بروز جمعۃ المبارک ۱۷ محرم الحرام ۱۳۴۳ھ بمطابق اگست ۱۹۲۴ء کو ہوا۔ جو کہ ایک کتابچے کی صورت میں مکتب الرشاد دمشق سے شائع ہوا، جسے ڈاکٹر صاحب نے ”نص المناظرۃ التی جرت بدمشق بین اتباع غلام احمد القادیانی الھندی والعلامۃ السید محسن الامین الحسینی العاملی“ کے عنوان سے اپنی مذکورہ کتاب میں شامل کیا ہے کہ جو آٹھ صفحات پر مشتمل ہے۔

(۱۳) آیت اللہ شیخ محمد جواد بن حسن بلاغی النجفی متوفی ۱۹۳۳ء نے قادیانیت، بابیت، بہائیت اور ازلیہ باطل فرقوں کے رد میں ایک مبسوط کتاب ”مصابیح الھدیٰ اوالمصابیح فی بعض من ابدع فی الدین فی القرآن الثالث عشر“ کے نام سے لکھی ہے اور دوسری کتاب کا نام ”الشھاب“ ہے جو مرزا غلام احمد قادیانی کے حیات المسیح کے نظریے کا رد بلیغ ہے۔ یہ دونوں کتابیں لائق مطالعہ ہیں۔ آیت اللہ موصوف نجف میں رہتے تھے۔

(۱۴) علامہ شیخ سلیمان بن محمد ظاہر العاملیؒ متوفی ۱۹۶۰ء جو جبل عامل لبنان کے رہنے والے تھے انھوں نے جلال شمس قادیانی کی کتاب ”توضیح المرام“ کے جواب میں ”رفع اوھام“ کے نام سے کتاب تحریر کی ہے جس پر نجف اشرف کے مشہور عالم علامہ شیخ محمد حسن طالقانیؒ متوفی ۲۰۰۳ء نے تحقیق و تخریج کی اور طویل مقدمہ لکھا ہے، اسے ادارہ الغدیر لدراسات والنشر نے ۱۹۹۹ء میں پہلی بار شائع کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔

(۱۵) آیۃ اللہ شیخ حسن بن محمد الحسینی اللواسانی النجفی متوفی ۱۹۸۰ء نے مرزائیت کے رد میں ایک ضخیم کتاب ”فضیحۃ الکذابین فی نقض الدعاوی الکاذبۃ ورد الاباطیل الفاسدۃ من المتنبی القادیانی“ کے نام سے لکھی ہے جو دوسری مرتبہ ۱۹۵۷ء میں تہران سے شائع ہوئی ہے۔

(۱۵) آیت اللہ شیخ جعفر سبحانی تبریزی حفظہ اللہ تعالیٰ قم المقدسہ مختلف مذاہب و مسالک پر پوری دسترس رکھتے ہیں ان کی شہرۂ آفاق تصنیف ”المذاہب الاسلامیۃ“ کے آخر میں نو صفحات پر مشتمل مضمون ”القادیانیۃ“ کے

عنوان سے موجود ہے۔یہ کتاب ۱۴۲۶ھ بمطابق ۲۰۰۵ء میں دوسری مرتبہ ادارہ دارالولاء بیروت سے شائع ہو چکی ہے۔[۱]

مذکورہ بالا شخصیات پر ہی اکتفا کرتے ہیں مزید تفصیل کے لیے راقم السطور کی ردقادنیت پر لکھی ہوئی مبسوط کتاب کی طرف رجوع فرمائیں ۔

تحریک پاکستان میں شیعہ زعماء کا کردار

یہ بات تاریخی حقیقت رکھتی ہے کہ تحریک پاکستان میں تمام مکاتب فکر کے علما اور زعماء نے مل کر بھر پور حصہ لیا۔ جب برصغیر کی پوری ملت اسلامیہ اپنے حقوق کی بازیابی ، غاصب حکمرانوں سے نجات اور علیحدہ اسلامی مملکت کے حصول کی جدو جہد میں مصروف عمل تھی ، اس وقت شیعہ مسلمانوں نے دیگر مکاتب اسلامیہ کے شانہ بشانہ بے دریغ قربانیوں کے ذریعے وطن عزیز کی بنیادیں اپنے لہو کے ساتھ استوار کیں۔

جب تحریک پاکستان میں قیادت کی فراہمی کا دشوار مسئلہ سامنے آیا تو محمد علی جناح سامنے آئے جو بانی پاکستان اور مسلمانوں کے نجات دہندہ بن گئے ۔ جب تحریک پاکستان کو سرمائے کی ضرورت پڑی تو راجہ صاحب محمود آباد جیسی شخصیات نے دست تعاون دراز کیا اور اس خطے کے قیام و استحکام کی بقاء کے لئے بے دریغ اپنا سر مایہ صرف کیا۔ جب کبھی علمی وفکری میدان میں دفاع وطن کا مقام آیا تو علمائے شیعہ نے اپنی بے پناہ علمی صلاحیتوں سے نہ صرف وطن عزیز بلکہ امت اسلامیہ کا دفاع کیا۔ یوں یہ سلسلہ قیام پاکستان تک چلتا رہا۔ مارچ ۱۹۴۸ء میں آل پاکستان شیعہ کانفرنس ، اس کے بعد ادارہ تحفظ حقوق شیعہ کا قیام عمل میں لایا گیا ۔ قرارداد مقاصد کی تدوین میں شیعہ علماء کا کردار اور ۱۹۴۹ء میں نوابزادہ لیاقت علی خان کے دور حکومت میں تعلیمات اسلامیہ بورڈ میں شیعہ علماء کی خدمات بھی اظہر من الشمس ہیں ۔

جنوری ۱۹۵۱ء میں تمام مکاتب فکر کے جید علمائے کرام نے اسلامی دستور کی ۲۲ نکاتی دستاویز مرتب کی جس میں شیعہ علماء نے بھر پور نمائندگی کی اور ۱۹۷۱ء میں اسلامی مشاورتی کونسل میں شیعہ علماء کا بے مثال کردار بھی ہر صاحب مفکر و نظر کے سامنے ہے۔ لیکن ستم بالائے ستم تو یہ ہے کہ ان حقائق کے با وجود زمانہ حاضر کے ناصبی بڑی ہٹ دھرمی سے شیعہ خیر البریہ کو ختم نبوت کا منکر قرار دینے کی سعی لا حاصل کر رہے ہیں۔

تحریک ختم نبوت میں شیعہ اکابرو زعماء کا کردار

جب پاکستان میں سیاسی ثقافتی اور دوسرے معاشرتی معاملات میں قادیانیوں کی مداخلت بڑھی اور اُنھوں

۱۔ بحوالہ کتاب عربی میں رد قادیانیت، ایک تاریخی جائزہ مولفہ برادر محترم سید عابد حسین شاہ پیرزادہ

نے پاکستانی سیاست میں اپنی سامراج پسندانہ سرگرمیاں تیز کر دیں تو تمام مسلمان علمائے دین نے اس فتنے کے خلاف علم جہاد بلند کرنے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ دیو بندی، بریلوی، اہلحدیث، شیعہ مکاتب الفکر اکٹھے ہوئے اور قادیانیوں کے خلاف تحریک چلی جسے تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کہا جاتا ہے ۔

شروع ہی سے تحریک ختم نبوت میں ہر جگہ شیعہ علماء پیش پیش رہے ہیں ۔ تحریک ختم نبوت میں پہلا نام علامہ السید علی الحائری قدس سرہ کا آتا ہے جنھوں نے اپنے علمی دلائل و براہین کے ذریعے مرزائیت کے براہین کی ڈٹ کر مخالفت کی اور میرزا احمد قادیانی نے اپنی متعدد کتابوں میں سرکار علامہ موصوف کے بارے میں نازیباکلمات استعمال کیے ہیں۔ ضمیمہ اعجاز احمد کے ٹائٹل پر لکھا ہے کہ مولوی حائری صاحب شیعہ غیرہ بھی مخاطب ہیں جن کا نام رسالے میں مفصل درج ہے۔ ناموس رسالت کے تحفظ کی وجہ سے علامہ موصوف کے بارے میں زبان درازی کرتے ہوئے یوں گالیاں دیں، وہ جاہل تر ، حسینؑ کی عبادت کرنے والا ، دیو کھوٹی آنکھ والا،یک چشم۔[۱]

مولانا مظہر حسن مصطفیٰ آبادی متوفی ۱۳۱۹ھ کا مرزا احمد قادیانی سے خط و کتابت کے ذریعے مناظرہ رہا ہے۔ جب مرزا جواب دینے سے عاجز ہو گیا تو آپ نے کسی اخبار میں وہ اعتراضات طبع کرا دیے لیکن پھر بھی وہ کچھ جواب نہ دے سکا۔[۲]

علامہ مرزا یوسف حسین نے قادیانیوں کے مناظر ابوالعطاء جالندھری اور دوسرے قادیانیوں سے مناظرے کیے جن میں ایک مناظرہ مہت پور، ضلع ہوشیار پورمیں منعقد ہوا۔ مولانا سید محبوب علی شاہ (سکھر تلہ گنگ) بھی اس مناظرے میں آپ کے ساتھ تھے ۔ علامہ مرزا یوسف اور مولانا سید محبوب علی شاہ صاحب نے مرزائیوں کو شکست فاش دی۔ اس مناظرہ کی روئیداد تحریری مناظرہ مہت پور کے نام سے خود مرزائیوں کی جانب سے مکتبہ الفرقان ربوہ سے شائع ہو چکی ہے جو راقم السطور کے ذخیرہ کتب میں موجود ہے۔ اس کے علاوہ ختم نبوت کے موضوع پر شیعہ علماء کے مرزائیوں سے کئی مناظرے ہوئے جو اس زمانے میں شیعہ رسائل وجرائد میں شائع ہوتے رہے بلکہ خود قادیانیوں نے بھی اپنے اخبارو رسائل میں انھیں شامل کیا ہے چنانچہ ایک دفعہ ضلع گوجرانوالہ کے گاؤں مدرسہ چٹھہ میں ختم نبوت کے موقوضع پر مناظرہ ہوا، شیعہ کی جانب سے مولانا فضل الدین صاحب جو لکھنؤ سے تشریف لائے تھے ۔ [۳]ملک العلماء مولانا ملک فیض محمد مکھیارلویؒ اور مولانا سید احمد کاظمیؒ راولپنڈی نے متعدد مناظرے مرزائیوں سے کیے ہیں۔ جن کی فائلیں آج ہمارے ذخیرہ کتب کی زینت ہیں اللہ تعالیٰ ان علماء

۱۔ اعجاز احمد،ص۷۴ا، طبع قادیان، خبردار شیخ ضال نجفئے، تبلیغ رسالت،ج۶،ص۳۱

۲۔ تذکرہ بے بہائی، تاریخ العلماء ، تاریخ الخلفاء، ۳۵۸ھ

۳۔ ملاحظہ: مقالات قدرسیہ فی افادات احمدیہ مولف علام رسول راجیکی قادیانی حصو سوم صفحہ ۱۳۰ مطبوعہ نقوش پریس لاہور

اسلام کے درجات عالی سے متعالی فرمائے۔ آمین۔ قیام پاکستان کے بعد تحریک ختم نبوت میں علامہ حافظ کفایت حسین نائب امیر تھے جبکہ مولانا ابوالحسنات امیر تھے۔

ان کی وفات کے بعد مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری نے منصب امارت سنبھالا تو حافظ صاحب نائب امیر رہے اور مشہور شیعہ رہنماء جناب مظفر علی شمسی صاحب اور مولانا سید اظہر حسن زیدی مرکزی رکن رہے۔ علامہ حافظ کفایت حسین کی وفات کے بعد جناب مظفر علی شمسی نائب امیر منتخب ہوئے ، جبکہ عطاء اللہ شاہ بخاری کے بعد مولانا سید محمد یوسف بنوری امیر ہوئے ۔ زعیم ملت آغا مرتضیٰ پویا صاحب تحریک ختم نبوت میں ۱۹۷۹ء سے لیکر ۱۹۸۶ء تک شامل رہے۔ کچھ نا گزیر وجوہات کی بنا پر آغا صاحب کو اس تحریک سے الگ ہونا پڑا۔علامہ محمد حسین النجفیؒ نے اس سلسلہ میں ایک مثالی کردار ادا کیا ہے۔

ذرائع ابلاغ کی روشنی میں تحریک ختم نبوت میں شیعہ زعما کی سرگرمیاں

ہفت روزہ لولاک فیصل آبا دایڈیٹر مولانا تاج محمود ۵ مئی ۱۹۷۸ء جلد / ۱۵ شمارہ/ ۶ ص/ ۱۶ کے مطابق زیر عنوان مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کی طرف سے جناب ریاض الحسن گیلانی ایڈووکیٹ اور شیخ اظہار الحق ایڈووکیٹ کے اعزاز میں ایک استقبالیہ دعوت دی گئی جس میں ممتاز علماء و وکلاء اور دوسری دینی جماعتوں کے کئی رہنما شریک ہوئے، جن میں سے مولا نا ملیک الرحمن صدر علماء کونسل لاہور (بریلوی) مولانا ع غ کراروی (شیعہ) ..... اس نے اجتماع سے خطاب کیا۔ اسی طرح ہفت روزہ لولاک فیصل آبا د نومبر ۱۹۷۷ء صفحہ ۲ ۲، ۱۲۳ اور ۲۵ جون ۱۹۷۶ا، ص۳،۴ پر زیر عنوان، مجاہد ختم نبوت سید مظفر علی شمسی تحریر ہے۔

۱۹ جون ۱۹۷۶ء کو تحریک آزادی کے نامور مجاہد شمع ختم رسالت کے پروانے اور اتحاد بین المسلمین کے علمبر دار سید مظفر علی شمسی اس دار فانی سے رحلت کر کے اپنے خالق حقیقی سے جاملے ۔ انھوں نے تحریک آزادی کے علاوہ تحریک ختم نبوت میں زندگی بھر حصہ لیا۔ وہ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ بخاری کے رفقاء میں سے تھے اور مجلس عمل تحفظ ختم نبوت پاکستان کے نائب صدر تھے۔ شمسی صاحب مرحوم ختم رسالت کے زبردست شیدائی اور فدائی تھے اس میدان میں بھی شمسی صاحب مرحوم نے حضرت شاہ صاحب مرحوم کے شانہ بشانہ بڑی قربانیاں دیں ۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں بھی وہ صف اول کے رہنماؤں میں تھے۔

نیز ص ۱۴ پر لکھا ہے:

> مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے مرکزی رہنما حضرت مولانا تاج محمود کی قیادت میں مجلس تحفظ ختم نبوت کے ایک وفد نے جس میں مولانا اللہ وسایا مولانا کریم بخش اور بیسیوں دیگر کا رکن شریک تھے تحریک ختم نبوت کے مجاہد جناب سید مظفر علی شمسی کے جنازہ میں شرکت کی اور ان کے پسماندگان سے اظہار تعزیت کیا۔

شیعہ اکابرین کی تحریک ختم نبوت کے سلسلہ میں انتھک محنتیں دیکھنے کے لئے ملاحظہ ہو "ہفت روزہ لولاک" ۲۳ مارچ ۱۹۷۴ء ص ۲۰۱۹ زیر عنوان " مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان سرگرمیاں بیانات قرار دیں ۔ اسی طرح ۹ دسمبر ۱۹۷۷، ص ۲۴، زیر عنوان "۲۵ ویں سالانہ کل پاکستان ختم نبوت کا نفرنس" ان کے علاوہ "ہفت روزہ چٹان لاہور" کی فائلیں دیکھی جاسکتی ہیں۔ ۱۹۷۲ء کی تحریک ختم نبوت میں گوجرانوالہ میں ایک بڑا جلسہ مدرسہ نصرت العلوم کی جامع مسجد نور میں مولانا سید یوسف بنوری بانی و مہتم الجامعہ العلوم اسلامیہ بنوری ٹاون کراچی کی صدارت میں ہوا۔ جس میں تمام مکاتب فکر کے علماء شریک تھے حتی کہ سید محبوب علی شمسی اور علی غضنفر کراروی جن کا تعلق شیعہ مکتب فکر سے تھا انھوں نے بھی خطاب کیا۔

"ماہنامہ نصرت العلوم" جنوری ۲۰۱۰، گجرانوال ص ۵۱، جسٹس منیر رپورٹ میں شاہد ہے کہ اہل تشیع نے انفرادی اور اجتماعی طور پر تحریک ختم نبوت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ شیعہ علماء اور زعما نے نہایت خلوص اور مکمل یکجہتی سے جو ایمان افروز کردار ادا کیا۔ اس کا نتیجہ ہے کہ یہ تحریک کامیابی سے ہمکنار ہوئی۔

۱۹۷۳ء میں جو قادیانیوں کے خلاف تحریک چلی اس وقت جناب مظفر علی شمسی صاحب تحفظ ختم نبوت کے سلسلہ میں کارہائے نمایاں سر انجام دے رہے تھے مرکزی ارکان میں جناب علی غضنفر کراروی صاحب (جو تحریک ختم نبوت کے تاحیات مرکزی نائب امیر تھے) اور مولانا ملک مہدی حسن علوی صاحب وغیرہ شامل تھے ۔ جب کوئی خصوصی کنونشن یا ملک گیر اجلاس ہوتا علمائے شیعہ صف اول کے مقررین میں نظر آتے اور قومی اسمبلی میں بھی بڑی گھن گرج کے ساتھ نظر آتے ہیں۔ جب قادیانی مسئلہ قومی اسمبلی میں پیش کیا گیا شیعہ نقطہ نظر سے مرزائیت کے کفر پر نا قابل تردید دلائل پیش کئے تھے۔

۲ جون ۱۹۵۲ء میں تھو سوفیکل ہال کراچی میں مولانا لال حسین اختر کی طلب کردہ آل پاکستان مسلم پارٹیز کانفرنس ہو یا آل ڈریکو مسلم کنونشن کا بورڈ ۱۳ جولائی ۱۹۵۲ء کو مسٹر محمد ہاشم گزدر کے مکان پر ہونے والا اجلاس ہو یا ۱۳ جولائی کو برکت علی محمڈن ہال میں مذہبی جماعتوں کا کنونشن، تمام مذہبی جماعتوں کی مجلس عمل ہو یا سکولوں کالجوں اور جیلوں میں مرزائیوں کے خلاف اور دینیات پر لیکچر دینے کے معاملہ پر گرفتاریاں، ۲۰ جولائی ۱۹۵۲ ء کو ملتان میں ہونے والے واقعے پر احتجاج ہو یا ۱۴ اگست ۱۹۵۲ء کو وزیر اعظم سے ملاقات، ۱۹ اگست کو ملتان کا جلسہ ہو یا ۲۳ اگست کو لاہور کا جلسہ عام ،۲۸ ستمبر کو سمندری کا جلسہ عام ہو یا ۱۴ تا ۱۸ جنوری ۱۹۵۳ء کو لاہور میں ہونے والا آل پاکستان مسلم پارٹیز کنونشن اور مجلس عمل کا انتخاب، ۲۰ فروری ۱۹۵۳ء کو وزیر اعلی سے ملاقات کرنے والا وفد ہو یا ۲۲ فروری کو خواجہ ناظم الدین سے ملاقات ، ۲۴ فروری مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس میں ڈائریکٹ ایکشن کا فیصلہ ہو یا اس کے بعد ہونے والی گرفتاریاں، غرضیکہ مرزائیوں کے خلاف تحریک کے آغاز سے لیکر پارلیمنٹ میں مرزائیوں کی شکست اور انھیں کا فر قرار دینے تک ، ہر مقام پر شیعہ علمائے کرام اور نمائندگان نے اپنا بھر پور کردار ادا کیا ہے۔چنانچہ جمعہ المبارک ۲۷ اپریل ۱۹۸۴ء کو دارالعلوم تعلیم القرآن

راجہ بازار راولپنڈی میں کل پاکستان ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی جس میں شیعہ کی نمائندگی قائد ملت اسلامیہ علامہ سید ساجد علی نقوی، جناب مولانا منظور حسینؒ، جناب مولانا ابرار حسین شیرازی جناب مولانا علی غضنفر کرارویؒ، جناب آغا مرتضیٰ پویا اور جناب محبوب علی شمسیؒ صاحب نے فرمائی۔ اس کانفرنس میں محتاط اندازے کے مطابق تقریباً دو لاکھ کے لگ بھگ مسلمانوں نے پابندیوں کے باوجود شرکت کی تھی اور شیعہ علماء و اکابر کی سعی تسلسل سے صدر پاکستان سے ضیاء الحق سے مرزائیوں کے خلاف ایک تاریخی آرڈیننس منظور کروایا جسے افادہ قارئین کے لیے پندرہ روزہ "المنتظر "لاہور"ختم نبوت نمبر" ۱۲۰کتوبر ۱۹۸۴ء بمطابق ۲۴محرم الحرام ۱۴۰۵ھ ص ۶ سے من وعن نقل کیا جاتا ہے ملاحظہ کیجیے۔(تاریخی آرڈیننس صفحہ نمبر ۲۰۶ پیام ہذا)

اس کے متعدد ثبوت تحریک ختم نبوت کے مرکزی رہنما مولانا اللہ وسایا کی مرتب کردہ تازہ کتاب"پارلیمنٹ میں قادیانی شکست" میں موجود ہیں۔ اس کتاب کے صفحہ ۱۶،۱۵ پر واضح تحریر ہے کہ ۱۴ جون ۱۹۷۴ء کو مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کا اجلاس ہوا جس میں جناب مظفر علی شمسی نے بطور نائب صدر شرکت فرمائی، رئیس الحفاظ مولانا حافظ کفایت حسین اور علامہ مفتی جعفر حسین پہلے ہی اس کارواں کے روح رواں تھے، اسی طرح دیگر مقامات پر بھی شیعہ رہنماؤں کی خدمات کا ذکر موجود ہے یوں یہ عظیم تحریک بھی شیعہ کے بغیر نامکمل نظر آتی ہے۔ شیعہ علماء نے ناموس ختم نبوت کی حفاظت و دفاع میں اپنی مساعی مشکورہ کو بروئے کار لایا ہے۔

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

تمام امت اسلامیہ کا اس پر اتفاق ہے کہ جو بھی نبی مکرمؐ کی توہین و گستاخی کرتا ہے وہ واجب القتل ہے۔ چنانچہ حضرت امام جعفر صادقؑ سے پوچھا گیا کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین کرے اس کا کیا حکم ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا:

یقتله الادنی فالادنی قبل ان یرفع الی الامام[1]

یعنی کہ جو بھی اس (گستاخی کرنے والے) کے قریب تر ہو، اسے قتل کر دے قبل اس کے کہ امام کے پاس معاملہ آئے۔ (اس حدیث کی سند صحیح ہے)

یہی وجہ تھی کہ پیپلز پارٹی کی ایم این اے شیری رحمن کی طرف سے امتناع توہین رسالت قانون میں ترمیم کرنے کے لیے پارلیمنٹ میں بل جمع کرانے کے بعد دینی طبقات میں تشویش کی لہر دوڑ گئی جس کے بعد مختلف دینی جماعتوں نے آل پارٹیز تحفظ ناموس رسالت کانفرنسیں منعقد کیں۔ سب سے بڑی کانفرنس عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام اسلام آباد کے ڈریم لینڈ ہوٹل میں ۱۵ دسمبر ۲۰۱۰ء میں منعقد ہوئی، جس میں علامہ سید ساجد علی نقوی سمیت دیگر شیعہ علماء نے شرکت کی، جس میں ناموس رسالت کے تحفظ کے لیے تحریک

۱۔ الکافی، ج۷، ص ۲۱، تہذیب الاحکام جلد۹، ص ۵۶۰، وسائل الشیعہ ج ۲۸، ص ۳۳۷، حدیث نمبر ۳۴۸۹۸

چلانے کا فیصلہ ہوا، اور درج ذیل مطالبات پیش کئے گئے ۔
(ا) آسیہ مسیح کیس میں عدالتی پروسیجر میں مداخلت نہ کی جائے ۔
(۲) وزیر اعظم اسمبلی کے فلور پر قانون میں کسی قسم کی ترامیم نہ کرنے کا اعلان کریں ۔
(۳) وزیر اقلیتی امور کی سرکردگی میں قائم کی گئی کمیٹی ختم کی جائے۔
(۴) شیری رحمن بل اسمبلی سے واپس لیا جائے ۔

مطالبات تسلیم کرانے کے لیے دسمبر ۲۰۱۰ء کو ملک گیر یوم احتجاج منایا گیا جس میں تمام اسلامی مکاتب فکر کے علماء کرام نے یوم احتجاج میں بھرپور شرکت کی اور حکمرانوں پر واضح کیا کہ قانون امتناع توہین رسالت میں کسی قسم کی ترمیم برداشت نہیں کی جائے گی ۔ ۳۱ دسمبر ۲۰۱۰ ء کو ملک گیر شٹر ڈاؤن ہڑتال کی گئی۔

۹ جنوری ۲۰۱۱ء کو کراچی میں تحریک ناموس رسالت کے زیر اہتمام احتجاجی ریلی نکالی گئی جس میں لاکھوں مسلمانوں نے شرکت کر کے قانون کو برقرار رکھنے کا اعلان کیا۔ آل پاکستان تحفظ ناموس رسالت کانفرسوں میں شیعہ راہنماؤں نے شرکت فرما کر آئندہ کالائحہ عمل پیش کیا اور مطالبات پیش کئے۔

ختم نبوت کا عقلی پہلو

مولانا محمد رضوان الحسنین

"یہ مضمون ہفت روزہ " سرفراز کے خاتم النبیین نمبر سے حاصل کیا گیاہے جو کہ ۲ نومبر ۱۹۶۷ء میں لکھنؤ، انڈیا سے شائع ہوا۔ یہ مجلہ ختم نبوت پر اہم مضامین کا حامل ہے۔ اسی طرح مکتبہ تعمیر ادب کے زیرِاہتمام علی غضنفر کراروی اور ابرار شیرازی صاحب نے ۱۹۸۹ء میں المنتظر کا ختم نبوت نمبر شائع کیا۔

یقینی باتوں کو مشکوک بنانے کا شمار اب فنون لطیفہ میں ہو چکا ہے اور اسے "ریسرچ" کا خوبصورت نام دیا جاتا ہے۔ مسئلہ ختم نبوت بھی اسی ریسرچ اور فن لطیف کا شکار بن چکا ہے ور نہ حضور کے عہد اور آپ کے بعد صدیوں تک یہ مسئلہ اصول مسلمہ اور متفق علیہ مسائل میں تھا کہ آپ پر نبوت ختم ہو چکی ہے ۔

قادیانی مذہب کے ظہور پذیر ہونے کے بعد سے مسئلہ ختم نبوت کی تحقیق و ر یسرچ کا شکار بنا اور ایک نہ ختم ہونے والی بحث کا آغاز ہوا ور نہ قرآن مجید نے جن واضح اور غیر مبہم الفاظ میں بیان کیا ہے کہ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلٰكِن رَّسُولَ اللهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّنَ محمد امت کے کسی مرد کے باپ نہیں ہیں بلکہ اللہ کے رسول ہیں اور خاتم النبین ہیں ۔

آج "خاتم النبین" کی لفظ پر بحث کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ حضور خاتم النبین

تو ہیں مگر آپ پر نبوت ختم نہیں ہوئی ، کیا عجب ہے کہ کل کوئی نیا مدعی اور محقق اپنی یہ تحقیق پیش کر دے کہ حضور اللہ کے رسول ہیں مگر رسالت آپ کو ملی نہیں ہے ۔

''خاتم النبیین'' کے دونوں لفظ بے جا بحث کی سولی پر لٹکائے جا چکے ہیں۔ خاتم کے معنی ختم کرنے والے کے بجائے تصدیق کرنے والے کے قرار دیئے گئے ہیں اور نبوت کی ظلی، بروزی قسمیں ایجاد کی گئی ہیں اور مذکورہ بالا باتوں کے ذریعہ یہ کہنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ اولاً تو حضور نبوت ختم ہے کرنے والے نہیں ہیں بلکہ انبیاء کی صدیق کرنے والے ہیں اور اگر ''خاتم النبیین'' بھی ہیں تو مستقل انبیاء کے ختم کرنے والے ہیں۔ آپ کے بعد ظلی نبی (نبی کا سایہ نبی) بروزی نبی (حضور کے پیغام کی تجدید کرنے والانبی) بہر حال آپ کے بعد آ سکتا ہے اس لیے کہ ظلی اور بروزی نبی مستقل نبی نہیں ہوتا ۔

غرض کہ جس طرح ایک جھوٹ کے لیے کئی جھوٹ بولنا پڑتے ہیں اسی طرح ایک غلط بات کو ثابت کرنے کے لیے مسلسل غلط باتوں کی ایجاد کر ناپڑتی ہے ورنہ قادیانی مذہب سے پہلے ہزاروں سال کی دینی تاریخ میں ظلی و بروزی نبوتوں کا نہ ذکر ہے اور نہ تذکرہ ۔

بات کی پیچ میں عقل کھو دینے والے یہ بھی نہیں سوچتے کہ اگر حضورؐ سارے انبیاء کی تصدیق کرنے والے ہیں تب بھی نبوت آپ پر ختم ہے اور آپ ۔ بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔ کیونکہ تصدیق گذشتہ واقعہ کی ہوتی ہے آئندہ پیش آنے والے واقعہ کی تصدیق نہیں کی جاتی بلکہ پیشین گوئی کی جاتی ہے۔

حضورؐ سارے انبیاء کی تصدیق تب ہی کر سکتے ہیں جب ان کی نبوتیں آپ سے پہلے گزر چکی ہوں ۔ چونکہ گذشتہ چیز ہی کی تصدیق ممکن ہے لہٰذا کوئی نبی حضور کے بعد آئے گا تو وہ حضور کا تصدیق کردہ کر نہ ہو گا اور ظاہر ہے کہ غیر مصدقہ نبوت نہ قابل توجہ ہے نہ لائق اعتناء-

منکرین ختم نبوت نے ہارے جواری کے آخری داؤ کے طور پر آخری اور لچر بات یہ کہی ہے کہ ''لفظ خاتم النبیین سے حضور کی ختم نبوت ثابت ہوتی ہے مگر ختم رسالت نہیں ثابت ہوتی ۔'' ان سے صرف اتنا کہنا ہے کہ تاریخ، حدیث اور تفسیر میں یہ تذکرہ تو بہت ملتا ہے کہ بہت سے حضرات انبیاء تھے مگر رسول نہ تھے۔ کوئی ایک تذکرہ ایسا نہیں ہے جس سے معلوم ہوتا ہو کہ کوئی رسول تھا مگر ''نبی'' نہ تھا ۔ معلوم ہوا کہ رسول کا ''نبی'' ہونا ضروری ہے۔ مگر نبی کا رسول ہونا ضروری نہیں ہے اسی بناء پر خداوند عالم نے ''خاتم المرسلین'' کے بجائے خاتم النبیین کا لفظ ارشاد فرمایا ورنہ خاتم المرسلین کے بعد یہ کہنا درست ہوتا کہ رسالت ختم ہوئی ہے مگر نبوت ختم نہیں ہوئی ۔ لفظ ''خاتم النبیین'' کے بعد طے ہو جاتا ہے کہ جب نبوت ختم ہو گئی تو رسالت بدرجہ اولیٰ ختم ہو گئی ۔

تاریخ کا عجب اتفاق یہ بھی ہے کہ جھوٹے مدعیان نبوت کا سلسلہ حضورؐ کے عہد میں مسیلمہ کذاب سے شروع ہوا اور ہر صدی میں کسی نہ کسی اسلامی دنیا کے حصہ میں کوئی نہ کوئی دعویٰ نبوت کرتا رہا اور دنیا کے تمام مسلمان اس کو جھوٹا اور کذاب قرار دیتے رہے اور ان کی تکذیب کی بنیاد حضورؐ کی مسلم الثبوت ختم نبوت

تھی۔ احادیث میں" لا نبی بعدی" (میرے بعد کوئی بھی نہ ہو گا) اس کثرت سے ہے کہ جس کے بعد دیانت دار مسلمان کو نبوت کے ختم نہ ہونے کا گمان یا شک تو در کنار وہم بھی نہیں ہو سکتا۔ ختم نبوت پر نقلی دلائل کتاب وسنت کے حوالے مسلمان، علماء اور عوام کا سینکڑوں سال کا اتفاق بار ہا اور مفصل پیش کیا جا چکا ہے جس کی تکرار کر کے مضمون پڑھنے والے ذہنوں کو بوجھل نہیں کرنا چاہتا البتہ مسئلہ ختم نبوت کے ایک عقلی پہلو کو پیش کرنا چاہتا ہوں اور اس سے پہلے چند باتیں پیش کرنا ضرور ہیں تاکہ مسئلہ کے عقلی پہلو پر اچھی طرح روشنی پڑ سکے ۔

ہر سمجھ دار میری اس بات سے اتفاق کرے گا کہ ہر واقعہ اپنے واقع ہونے کے وقت یقینی اور ناقابل اختلاف ہوتا ہے مگر واقعہ کے بعد وقت اور زمانہ جتنا آگے بڑھتا جاتا ہے واقعہ روایت کی شکل میں تبدیل ہوتا جاتا ہے اور اس کے بعد روایت صحیح ہے یا غلط کی بحث سچے واقعہ کو مشکوک بنا دیتی ہے جس سے عیار دماغ فائدہ اٹھا کر پر سکون ذہنوں کو ہیجان میں مبتلا کرتے ہیں اور نت نئے عقیدوں کی ایجاد کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔

میرے خیال میں کچھ ایسے ذہن بھی ہیں جو ختم نبوت کو صرف خدا کا ایک حاکمانہ فرمان سمجھ کر قبول کرتے ہیں، ان کی نظر نہ تاریخ کی تدریج پر ہے نہ فطرت کے ارتقاء پر، نہ سلسلہ نبوت کے نظم وربط پر ۔ اگر لوگ جان لیں کہ خدا نے صرف اپنی فرمانروائی کی طاقت پر نبوت آنحضورؐ پر ختم نہیں کی بلکہ ہدایت کی تاریخ کی تدریج اور امتوں کی فطرت کا ارتقاء عہد حضورؐ میں خود ایسی منزل پر پہونچ گیا تھا جس کے بعد نبوت آگے بڑھ ہی نہ سکتی تھی لہذا خدا نے حضورؐ پر نبوت ختم نہیں کی بلکہ وہ نبوت جو اپنی طبعی نشود نما اور معراج کمال پر پہنچنے کے باعث حضورؐ پر ختم ہوگئی تھی ۔ خدا نے اس کے ختم ہونے کا اعلان کیا۔

مذکورہ بالا اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ ہر تعمیری کام جس طرح بتدریج بڑھتا ہے اسی طرح حضرت آدمؑ سے شروع ہونے والی نبوت رفتہ رفتہ بڑھتی رہی اور جیسے جیسے انسانی ذہن مضبوط ہوتا گیا ویسے ویسے شریعت کی تفصیلات میں نظری اور علمی اضافہ ہوتا رہا۔ ہر بنی کے بعد دوسرے نبی کو وسیع تر ذمہ داریاں اس کی صلاحیت تبلیغ کی وسعت کی بنا پر دی گئیں ۔ جب تک صلاحیت تبلیغ وسیع سے وسیع تر ہونے کے باوجود کسی نہ کسی حد پر محدود تھیں نبوتیں بھی محدود رکھی گئیں مگر نبوت کے ارتقائی اصول کے پیش نظر جب سب کے آخر میں غیر محدود صلاحیت تبلیغ کے مالک حضور تشریف لائے تو نبوت بھی غیر محدود دی گئی اور اسی نبوت کے غیر محدود ہونے کی دوسری تعبیر ختم نبوت ہے ورنہ اگر سرور انبیاء کے بعد دوسرا نبی آئے تو آپ کی غیر محدود نبوت کی سرحد آجائے گی ۔

انبیاء ما سبق کی تبلیغی صلاحیتیں محدود تھیں اور سرور انبیاء کی صلاحیت تبلیغ غیر محدود تھی اس کے لیے اتنا کہنا کافی ہے کہ انبیاء ما سبق نے اپنی اپنی موذی قوموں کے بے حد تکلیف دہ اور کربناک افعال سے تنگ آکر ان کے لیے اجتماعی ہلاکت کی بدعائیں کی ہیں۔ مگر حضور رحمۃ العالمین ایسے ہی مواقع پر بجائے بددعا کے

اپنے دشمنوں اور خون کے پیا سے انسان نما درندوں کے لیےدعائے ہدایت فرماتے تھے ۔

گذشتہ انبیاء کی بددعائیں ان کی صلاحیت تبلیغ کی حد کے ختم ہونے کی نشاندہی کرتی ہیں اور حضور کا بد دعا کے موقع پر دعا دنیا بتا دیتا ہے کہ حالات و انقلابات اور گوناگوں تغیرات و حادثات کی سرحدیں تو آسکتی ہیں مگر ''خاتم النبین'' کی صلاحیت تبلیغ میں تنگی وعا جزی اور درماندگی کا نشان نہیں مل سکتا۔

مذکورہ بالا بات کے سمجھ لینے کے بعد معمولی نہم کے بعد ہم کا آدمی بھی یہی کہے گا کہ جب تک مرسل اعظم سے وسیع تر تبلیقی صلاحیت کا مالک شخص نہ پیدا ہو اس وقت تک آپ کے بعد کسی نبی کے آنے کا کوئی امکان نہیں۔ تاریخ شاہد ہے کہ سرور کائنات کے بعد آج تک چودہ سو سال کے عرصہ میں کوئی بھی دعویٰ نبوت کرنے والا حضور سے بہتر تو کیا ہوتا ایسا بھی نہ ہوا کہ اس کو حضور سے وہ نسبت دی جاسکے جو قطرے کو سمندر سے ہوتی ہے۔ چودہ سو سال کے واقعات گواہی دیتے ہیں کہ کردار کی تاریخ حضور کا مثل پیدا کرنے سے عاجز ہو چکی ہے۔ لہذا یہ واقعات اس بات کے بھی گواہ ہیں کہ نبوت آپ پر ختم ہے اور نیا نبی نہیں آسکتا۔

مسئلہ کا دوسرا پہلو یہ بھی ہے کہ حضور نے جو شریعت پیش کی ہے چودہ سو سال میں جب انسان عرب کی شتر سواری سے راکٹ تک کا سفر طے کر چکا ہے اور ہزاروں سیاسی ، سماجی، تمدنی معاشی ، ثقافتی، نظریاتی ، علمی اور عملی انقلاب آچکے ہیں جنھوں نے بے شمار علوم و نظریات کو ناکارہ اور فرسودہ ثابت کر دیا ہے اور نہ معلوم علمی بازار کے کتنے رائج الوقت سکے اب آثار قدیمہ کے زینت بن چکے ہیں۔ پھر بھی ''خاتم النبین'' کی پیش کردہ اسلامی شریعت نہ ناکارہ ہوئی نہ فرسودہ نہ اس کی ترو تازگی زائل ہوئی ۔ نہ وہ بے برگ وبار بنی اور نہ اب تک کوئی ایسا مسئلہ سامنے آسکا جس کے بارے میں شریعت فیصلہ نہ کر سکے نہ ایسا کوئی سوال اٹھایا جا سکا مذہب نبی کا حل نہ پیش کر سکے نہ اس بات کی ضرورت ہوئی کہ دین کے درخت میں ترمیم کا قلم لگایا جائے ۔ (واضح رہے کہ زیر بحث شریعت محمدی ہے نہ کہ مسلمان علماء کے وہ فتاوی جو ان کے ذہنوں کی پید ا وار ہیں اور جو حالات کے رخ بدلنے پر ہمیشہ بدلتے رہتے ہیں ۔) غرض کہ شریعت کا ماضی یہ کہتا ہے کہ مستقبل میں بھی اس کی جامعیت پر حرف گیری کرنا ممکن نہ ہو گی۔

جدید نبی کا آنا تب ہی ممکن ہے جب شریعت محمدی ناکارہ اور ناکام ہو چکی ہو اور جب تک ایسا نہیں ہوتا تب تک نئے نبی کا آنا فعل عبث ہوگا بلکہ مضر اقدام ہوگا جس کا خدائے حکیم سے کوئی امکان نہیں ہے لہذا خاتم النبینؐ کا افضل ناس ہونا اور آپ کی شریعت کا جامع ترین ہونا ختم نبوت کو ثابت کرنے کے لیے کافی ہے۔ ختم نبوت کا انکار وہ کرے جس سے آپ کی شریعت کی جامعیت اور آپ کے افضل ناس ہونے کا انکار ہو اور ظاہر ہے کہ یہ انکار کوئی مسلمان نہ کرے گا اور نہ اس انکار کے بعد کوئی مسلمان مسلمان رہے گا ۔[1]

۱۔ بشکریہ ہفت روزہ سرفراز، خاتم النبیین نمبر، ص ۴۴۔۴۷، ۲ رجب ۱۳۸۷ ھ بمطابق ۲نومبر ۱۹۶۷ء

ختم نبوت کے بارے شیعہ نقطہ نظر

حجت الاسلام و المسلمین علامہ سید افتخار نقوی

چیئرمین امام خمینی ٹرسٹ

ختم نبوت یا خاتمیت ایک کلامی اصطلاح ہے جو تمام اسلامی فرقوں کے مشترکہ اعتقادات میں سے ہے۔ قرآن و سنت کی روشنی میں تمام اسلامی فرقوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں اور آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، نیز دین اسلام ایک ایسا جامع اور کامل دین ہے جس کی تعلیمات ابدی اور قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کے لیے ہدایت کا سرچشمہ ہیں اور اس کے بعد کوئی اور شریعت نہیں آئے گی اسلیے جس طرح آپؐ اللہ کے آخری نبی ہیں اسی طرح آپکا لایا ہوا دین بھی آخری الٰہی دین ہے۔ اس مقالہ میں قرآنی آیات، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ اور آئمہ اہل بیت علیہم السلام کی احادیث اور شیعہ علماء کے اقوال کی روشنی میں اس عقیدے کے کا مختصر جائزہ لیا گیا ہے۔

مفہوم شناسی

خاتمیت عربی لغت میں "خَتَم" کے مادے سے ہے جس کے معنی کسی چیز کی انتہاء کو پہنچنے کے ہیں۔[1] خاتم النبیین سے مراد وہ ہستی ہے جس پر نبوّت کے سلسلے کا خاتمہ ہوا۔[2] علم عقائد کی اصطلاح میں خاتمیت اسی معنی میں ہے کہ پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے آخری نبی ہیں اور آپؐ کے بعد کوئی اور نبی نہیں آئے گا[3]۔ قرآن مجید کی مختلف سورتوں میں "خَتَمَ" اور اس کی مشتقات استعمال ہوئی ہیں جن میں سورہ یٰسین آیت ۶۵ میں "نَخْتِمُ"؛ سورہ بقرہ آیت ۷ میں "خَتَمَ" سورہ جاثیہ آیت ۲۳ میں "خَتَم" اور سورہ مطففین آیات ۲۵ و ۲۶ میں "مَخْتُوم" کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں جو مہر لگانے کے معنی میں ہیں۔ تمام مسلمان فرقوں کا متفقہ عقیدہ ہے کہ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں اور آپکے خاتم النبیین ہونے کا لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ آپ کی شریعت بھی آخری شریعت ہو۔[4]

ختم نبوت کی اہمیت

ختم نبوت کا مسئلہ قرآن کریم اور احادیث میں بیان ہوا ہے اور مسلمان علماء نے اسے دین اسلام کے ضروریات میں سے قرار دیا ہے۔[5] بعض محققین کے مطابق بیسویں صدی عیسوی کے اواخر سے پہلے ختم نبوت کا مسئلہ اسلامی مآخذ میں وسیع اور مستقل طور پر مورد بحث واقع نہیں ہوتا تھا۔ اسلام میں قادیانیت اور بہائیّت جیسے فرقوں کے ظہور اور نئی شریعت کا دعویٰ نیز دین سے متعلق جدید نظریات کا مطرح ہونا جس میں نبوّت، وحی اور ختم نبوت کی ایک نئی تفسیر پیش کی گئی ہے، من جملہ ان عوامل میں سے ہیں جن کی وجہ سے ختم نبوت کے مسئلے کی اہمیت زیادہ اجاگر ہو گئی ہے اور مختلف اسلامی فرقوں کے علماء نے اس موضوع پر کتابیں لکھیں اور علمی مباحثے ہوئے۔ ان علمی کاوشوں میں شیعہ مکتب فکر سے تعلق رکھنے والے علماء کی علمی کاوشیں بھی شامل ہیں جن میں سے ایک معاصر شیعہ مجتہد آیت اللہ جعفر سبحانی کی کتاب "الخاتمیۃ فی الکتاب و السنۃ و العقل الصریح" ہے۔[6]

۱۔ ابن فارس، معجم مقائیس اللغۃ، ۱۴۰۴ق، ج۲، ص۲۴۵۔
۲۔ مرتضی مطہری، خاتمیت، ۱۳۸۰ش، ص ۲۶۔
۳۔ سید محمد حسین طباطبایی، المیزان فی تفسیر القرآن، ۱۴۱۷ق، ج۱۶، ص ۳۲۵۔
۴۔ محمد تقی مصباح یزدی، راہنماشناسی، ۱۳۷۶ش، ص۱۷۷۔
۵۔ عارفی، خاتمیت و پرسش ہای نو، ۱۳۸۶ش، ص۱۹۔
۶۔ رضانژاد، "خاتمیت، نفی بابیت"، ص۳۹۷۔

خاتمیت پر دلائل

شیعہ علماء نےاپنی کلامی، تفسیری اور دیگر موضوعات پر لکھی گئی کتابوں میں خاتمیت کو ثابت کرنے کے لیے قرآنی آیات، احادیث آئمہ اہل بیت علیہم السلام اور عقلی دلائلسے استدلال کیا ہے جن میں سے بعض کو بطور اختصار ذکر کیا جاتا ہے۔ قرآنی آیات میں سے بعض میں صراحت کے ساتھ آنحضرتؐ کے خاتم النبین ہونے کا تذکروہ ہوا ہے اور کچھ جن میں آپ کی رسالت اور نبوت کو آفاقی اور ساری دنیا والوں کے لیے قرار دیا گیا ہے یا آپ کی رسالت اور نبوت کو ابدی کہا گیا ہے، ان آیات سے شیعہ علما نے پیغمبر اسلام کی خاتمیت پر استدلال کیا ہے۔ آئمہ اہل بیت علیہم السلام سے مروی احادیث نیز ان سے منقول دعاؤں میں متعدد مقامات پر خاتمیت کے بارے تصریحات موجود ہیں جن میں سے کچھ اس مقالہ میں بیان ہوں گی۔

قرآنی آیات

خاتمیت کے قرآنی دلائل میں اہم ترین دلیلجس سے شیعہ علما نے خاتمیت پر استدلال کیا ہے سورہ احزاب کی آیتیہ ہےجس آیت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّين)[۱]

ترجمہ: محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں ہاں وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیّین ہیں۔[۲]

اس آیت میں لفظ "خاتم" کو "تا" پر زبر کے ساتھ "خاتَم" اور زیر کے ساتھ "خاتِم" دونوں طریقوں سے پڑھا گیاہے: عاصم کی قرأت میں "تا" پر فتحہ کے ساتھ پڑھا گیا ہے جو یا باب مفاعلہ سے فعل ماضِی ہے جس کے معنی ختم کرنے کے ہیں، یا اسم ہے جس کے معنی مُہر اور آخری پیغمبر کے ہیں۔[۳] دوسرے قراء حضرات کی قرائت میں "تا" پر کسرہ کے ساتھ "خاتِم" پڑھا گیا ہے جو اسم فاعل کا صیغہ ہے جس کے معنی ختم کرنے والے کے ہیں۔[۴] شہید مرتضی مطہری کے مطابق دونوں قرائتوں کی بنا پر مذکورہ آیت کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے آخری نبی ہیں۔[۵]

اس آیت کے علاوہ ختم نبوت کو ثابت کرنے کے لیےانآیات سے بھی استدلال کیا گیا ہے جن میں پیغمبر

۱۔ سورہ احزاب، آیت ۴۰۔

۲۔ سید محمد حسین طباطبائی، المیزان فی تفسیر القرآن، ج ۱۷، ص ۱۵۶؛ ج ۱، ص ۸۳ و ج ۱۸، ص ۲۶۴۔

۳۔ مرتضی مطہری، خاتمیت، ۱۳۸۰ش، ص ۱۴۔

۴۔ میبدی، کشف الاسرار، ۱۳۷۱ش، ج۸، ص ۶۲۔

۵۔ مرتضی مطہری، خاتمیت، ۱۳۸۰ش، ص ۱۴۔ سید محمد حسین طباطبایی، المیزان فی تفسیر القرآن، ج۱۶، ص ۳۲۵۔

اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کو عام اور وسیع بیان کیا گیا ہے۔[۱] اس بنا پر درج ذیل آیات کو ان ہی آیا تمیں سے قرار دیتے ہیں۔[۲]

(تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَى عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيراً)

ترجمہ: بابرکت ہے وہ (خدا) جس نے اپنے (خاص) بندہ پر فرقان نازل کیا ہے تاکہ وہ تمام جہانوں کیلئے ڈرانے والا بن جائے۔[۳]

(وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِلنَّاسِ بَشِيراً وَنَذِيراً)

ترجمہ: اور ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر تمام انسانوں کیلئے بشیر و نذیر بنا کر۔[۴]

(وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ)

ترجمہ: اور (اے رسول) ہم نے آپ کو بس عالمین کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔[۵]

(وَأُوحِيَ إِلَيَّ هَذَا الْقُرْآنُ لِأُنْذِرَكُمْ بِهِ وَمَنْ بَلَغَ)

ترجمہ: اور یہ قرآن میری طرف بذریعہ وحی نازل کیا گیا ہے تاکہ میں تمہیں اور جس تک یہ پیغام پہنچے سب کو تنبیہ کروں۔[۶]

ان آیات کی تفسیر میں تمام شیعہ مفسرین نے متفقہ طور پر کہا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور آپؐ کے بعد کسی کو ''منصب نبوت'' پر فائز نہیں کیا جائے گا۔[۷]

عقیدہ ختم نبوت جس طرح قرآنی آیات سے ثابت ہے، اسی طرح آئمہ اہل بیت علیہم السلام کیا احادیث سے بھی ثابت ہے۔ چند احادیث ملاحظہ ہوں۔

۱۔ مرتضی مطہری، خاتمیت، ۱۳۸۰ش، ص۱۷۔

۲۔ ناصر مکارم شیرازی، تفسیر نمونہ، ۱۳۷۴ش، ج۱۷، ص۳۴۱-۳۴۲۔

۳۔ سورہ فرقان، آیت ۱۔

۴۔ سورہ سبا، آیت ۲۸۔

۵۔ سورہ انبیاء، آیت ۱۰۷۔

۶۔ سورہ انعام، آیت ۱۹۔ سید محمد حسین طباطبایی، المیزان فی تفسیر القرآن، ج۷، ص ۵۲، ۵۳۔

۷۔ مکارم شیرازی، تفسیر نمونہ، ۱۳۷۴ش، ج۱۷، ص۳۴۱-۳۴۲۔ سید محمد حسین طباطبایی، المیزان فی تفسیر القرآن، ج۷، ص ۵۲، ۵۳۔

احادیث اہل بیت علیہم السلام

شیعہ حدیثی مآخذ میں خاتمیت کے بارے میں مختلف احادیث نقل ہوئی ہیں۔ مثال کے طور پر پیغمبر اسلام ﷺ نے حدیث منزلت میں حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا:

أَنْتَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى إِلَّا أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي

ترجمہ: اے علی علیہ السلامآپ کو مجھ سے وہینسبت ہے جو جناب ہارون کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تھی مگر یہکہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔اسی طرح ایک اور حدیث میں آپؐ سے نقل ہوا ہے کہ اگر میرے بعد کسی نے نبوت کا دعوا کیا تو وہ شخص جھوٹا ہے۔[1]

امام جعفر صادق علیہ السلام کافرمان ہے:

حَلَالُ مُحَمَّدٍ حَلَالٌ أَبَداً إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَحَرَامُهُ حَرَامٌ أَبَداً إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ)[2]

ترجمہ:حضرت محمد ﷺ کا حلال ہمیشہ کے لیے قیامت تک حلال اور ان کا حرام قیامت تک ہمیشہ کے لیے حرام ہے۔

حضرت علی نے نہج البلاغہ کے مختلف خطبوں میں خاتمیت کے متعلق گفتگو فرمائی ہے۔ نہج البلاغہ کے پہلے خطبہ میں فرمایا:" اللہ تعالیٰ نے حضرت محمدﷺ کو اپنا وعدہ پورا کرنے اور سلسلہ نبوت کی تکمیل کے لیے بھیجا ہے۔"۱۳۳ویں خطبہ میں پیغمبر اسلام ﷺ کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے فرمایا:" آپ کے ذریعے وحی الٰہی کا خاتمہ ہوا۔" ۱۷۳ویں خطبہ میں حضور اکرم ﷺ کا تعارف خدا کی آخریوحیلانے والے اور آخری رسول کے طور پر کرایا ہے۔"؛ خطبہ ۱۸۳ میں آپ نے فرمایا:" خدا کا دین رسول اسلام کے ذریعے کامل ہوا۔" خطبہ ۲۳۵ میں ہے کہامام علی علیہ السلام نے حضور اکرم ﷺ کے تجہیز و تکفین کے وقت فرمایا:"یا رسول اللہ ﷺ آپ کی وفات سے وہ چیز ختم ہوئی جو کسی دوسرے کی موت پر ختم نہیں ہوئی۔"

آئمہ معصومینؑ سے منقول بعض دعاوں میں بھی ختم نبوت کی طرف اشارہ ہوا ہے۔[3]

عقلی دلائل

ختم نبوت کی عقلیدلیل یہ ہے کہ اسلام مکمل اور جامع دین ہے اور انسانی معاشرے کی رہنمائی اور انتظام

۱۔ شیخ صدوق، مَن لایحضُرُہ الفقیہ، ۱۴۱۴ق، ج۴، ص ۱۶۳۔ محمد بن محمد مفید، الامالی، ج۱، ص۵۳، چاپ حسین استادولی و علی اکبر غفاری، بیروت ۱۴۱۴/۱۹۹۳.

۲۔ اصول کافی ،جلد۱ ، صفحہ ۵۸ ۔

۳۔ طوسی، مصباح المتہجد، ۱۴۱۱ق، ج۱، ص۸۳؛ سید بن طاووس، فلاح السائل، ۱۴۰۶ق، ص۲۲۱۔

کے لیے کسی نئے دین کی ضرورت نہیں۔ شہید مرتضی مطہری اپنی کتاب وحی و نبوت میں اس بارے لکھتے ہیں:
۱) اسلام کے ظہور تک دین اور وحی ارتقائی مراحل طے کرتے رہے۔
۲) اسلام ایک جامع اور مکمل اعتقادی نظام کے طور پر اپنے کمال کو پہنچا۔
۳) خاتمیت کے دور میں امت کے علماء اجتہاد اور معمولی امور کی عمومی اصولوں کی بنیاد پر تشریح کے ساتھ ساتھ نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے یا عمومی امور یا اجتہاد کو نافذ کرنے کے ذمہ دار ہیں۔

دوسرے لفظوں میں خاتمیت کے دور میں علماء اور مجتہد اس قابل ہوتے ہیں کہ دین کے عمومی معیار کے مطابق اسلام کی تشریح کریں اور انسانی معاشروں کے لیے بدلتے ہوئے اور نئے حالات میں ان کا نفاذ کریں۔ بلاشبہ اسلام کی اس خاتمیتکا راز انسان کی "فکری پختگی اور سماجی ترقی" ہے۔

شیعہ معاصر علما میں آیت اللہ جعفر سبحانی نے خاتمیت کے موضوع پر"الخاتمیۃ فی الکتاب و السنۃ و العقل الصریح"کے عنوان سے مستقل کتاب لکھی ہے ۔ یہ کتاب عربی زبان میں لکھی گئی ہے جس میں خاتمیت کے لغوی اور اصطلاحی معنی، قرآنی، حدیثی اور عقلی دلائل اور اس پر ہونے والے اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے۔

نتیجہ

شیعہ نقطہ نظر سے ختم نبوت کا عقیدہ ضروریاتدین سے ہے اور اس پرقرآنی آیات بھی دلالت کرتی ہیں اور بہت سی احادیث بھی ختم نبوت پر تصریح کرتی ہیں۔ شیعہ کا عقیدہ یہ ہے کہ حضورؐ پر نبوت کا دروازہ بند ہو گیااور حضرت محمد مصطفی ﷺ اللہ کے آخری نبی ہیں، ان کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا جو بھی ان کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا، کذاب ہے۔ ختم نبوت کے بارے میں شیعہ متکلمین، مفسرین اور محدثین نے اپنی تصانیف میں نبوت اور متعلقہ ابواب میں تفصیلی بحث کی ہے ان کے علاوہ شیعہ مرجع تقلید آیت اللہ جعفر سبحانی نے"الخاتمیۃ فی الکتاب و السنۃ و العقل الصریح" کے عنوان سے اس موضوع پر مستقلکتاب لکھی ہے۔

نہج البلاغہ اور ختم نبوت

علامہ مقبول حسین علوی
(سربراہ مرکز افکار اسلامی)

جمادی الاول / جمادی الثانی ۱۴۳۶

نہج البلاغہ میں امیر المؤمنین حضرت علی علیہ السلامؑ نے نبوت کے موضوع کو بڑے منفرد انداز میں بیان فرمایا ہے ۔اس موضوع کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے ۔ایک عام انبیاء کی بحث اور اُن کے حالات و واقعات و سیرت اور دوسری خصوصی بحث جس میں حضرت محمد ﷺ کے حالات کو بیان کیا گیا ہے ۔

پیغمبر اکرم ﷺ کی زندگی اور نبوت کے متعدد پہلوؤں پر تفصیل سے بحث کی ہے مثلاً آپؐ کے آباء و اجداد ،آپؐ کی سیرت ،آپؐ کا وطن ،آپؐ کی بعثت کے وقت کے حالات ،تبلیغ میں آپؐ کی مشکلات اور آپؐ کے غسل و کفن اور دفن کی تفصیل کا تذکرہ کیا ہے ۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر پیغمبر اکرم ﷺ کی معرفت کا کوئی بہترین ذریعہ ہے تو وہ علی علیہ السلام ہیں اس لیے کہ علی علیہ السلام کی آنکھ کھلی اور تربیت ہوئی تو نبی اکرم ﷺ کی گود میں اور نبیؐ کی آنکھ بند ہوئی تو علی علیہ السلام کی گود میں ۔

اپنے بچپنے کے بارے میں علی علیہ السلام فرماتے ہیں ۔

وَ قَدْ عَلِمْتُمْ مَوْضِعِیَ مِنْ رَّسُوْلِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بِالْقَرَابَةِ الْقَرِیْبَةِ، وَ الْمَنْزِلَةِ الْخَصِیْصَةِ: وَضَعَنِیْ فِیْ حِجْرِهٖ وَ اَنَا وَلَدٌ یَّضُمُّنِیْ اِلٰی صَدْرِهٖ، وَ یَكْنُفُنِیْ فِیْ فِرَاشِهٖ، وَ یُمِسُّنِیْ جَسَدَهٗ، وَ یُشِمُّنِیْ عَرْفَهٗ. وَ كَانَ یَمْضَغُ الشَّیْءَ ثُمَّ یُلْقِمُنِیْهِ، وَمَا وَجَدَ لِیْ كَذْبَةً فِیْ قَوْلٍ، وَلَا خَطْلَةً فِیْ فِعْلٍ۔[1]

تم جانتے ہی ہو کہ رسول اللہ ﷺ سے قریب کی عزیز داری اور مخصوص قدرومنزلت کی وجہ سے میرا مقام ان کے نزدیک کیا تھا۔ میں بچہ ہی تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے گود میں لے لیا تھا، اپنے سینے سے چمٹائے رکھتے تھے، بستر میں اپنے پہلو میں جگہ دیتے تھے، اپنے جسم مبارک کو مجھ سے مس کرتے تھے اور اپنی خوشبو مجھے سنگھاتے تھے۔ پہلے آپؐ کسی چیز کو چباتے پھر اس کے لقمے بنا کر میرے منہ میں دیتے تھے۔ انھوں نے نہ تو میری کسی بات میں جھوٹ کا شائبہ پایا نہ میرے کسی کام میں لغزش و کمزوری دیکھی۔

اور پیغمبر اکرم ﷺ کی رحلت کے بارے میں آپؑ نے ارشاد فرمایا:

وَلَقَدْ قُبِضَ رَسُوْلُ اللهِ-ﷺ وَاِنَّ رَاْسَهٗ لَعَلٰی صَدْرِیْ۔[2]

جب رسول اللہ ﷺ نے رحلت فرمائی تو ان کا سر (اقدس) میرے سینے پر تھا۔

گویا علی علیہ السلام کا بچپنا نبیؐ کے سینے کے ساتھ گزرا اور نبیؐ کی موت علی علیہ السلام کے سینے پر واقع ہوئی۔

اس تعلق اور رشتے کو مد نظر رکھتے ہوئے اہل سنت عالم شارح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید خطبہ ۱۰۴ جہاں امیر المؤمنین علیہ السلام نے نبی اکرم ﷺ کی عظمت بیان فرمائی کی شرح میں لکھتے ہیں ۔

میں نے نقیب ابو جعفر رحمۃ اللہ سے پوچھا کہ میں صحابہ کے خطبوں سے واقف ہوں مگر کسی نے اس شخص (علی علیہ السلام) کی طرح رسول اللہ ﷺ کی عظمت بیان نہیں کی ۔ابو جعفر نے کہا علی علیہ السلام کے علاوہ کسی کے کلام میں ایسی گہرائی کہاں ہے ؟ اور کہا: علی علیہ السلام رسول اللہ ﷺ پر قوی ایمان رکھتے تھے اور آپؐ کی تصدیق کرتے تھے۔وہ ایک جان اور دو پیکر تھے ۔باپ ایک، گھر ایک ،اخلاق ایک تھا۔پس اگر علی علیہ السلام نے نبیؐ کی عظمت بیان کی تو اپنی عظمت بیان کی۔[3]

نہج البلاغہ میں امیر المؤمنین علیہ السلام نے جہاں پیغمبر اکرم ﷺ کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو بیان فرمایا وہیں ختم نبوت کے بارے میں بھی تفصیل سے ارشادات موجود ہیں ۔

ختم نبوت اسلام کا ایک مسلّمہ اور ضروری مسئلہ ہے ۔جیسے توحید کے بعد نبوت کا عقیدہ ضروری ہے اسی

۱۔ نہج البلاغہ ،افکار اسلامی، خطبہ ۱۹۰، ص۵۵۸

۲۔ نہج البلاغہ ،افکار اسلامی، خطبہ ۱۹۵، ص۵۷۷

۳۔ شرح ابن ابی الحدید، ج۷ ص۱۷۴ ، از خلاصہ

طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نبوت و رسالت کے ختم ہو جانے کا عقیدہ بھی لازم ہے ۔قرآن مجید نے واضح طور پر ختم نبوت کو بیان فرمادیا۔ارشاد ہوتا ہے ۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ[1]

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں مگر وہ اللہ کے رسول اور انبیاء کے لیے مہر اختتام ہیں ۔

خاتم دو طرح سے لکھا جاتا ہے ۔خاتِم یعنی ختم کرنے والا اور خاتَم یعنی آخری اور مہر۔مہر بھی چونکہ آخر میں لگائی جاتی ہے اس لیے اسے خاتم کہا گیا ہے۔

خاتمیت کا یہ معنی نہیں ہے کہ اب انسان کو کسی الٰہی قانون یا الٰہی نمائندے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ مقصد یہ ہے کہ انسانیت کے کمال کے لیے جو اصول تھے وہ مکمل کر دیے گئے ہیں اور قیامت تک کے لیے ان پر عمل پیرا ہو کر انسان صراط مستقیم کا راہی ہو کر حقیقی منزل کمال کو پا سکتا ہے اور قرآن کی صورت میں جو قانون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ ہم تک پہنچا وہ دستور کامل ہے اور اس میں کسی قسم کی تحریف کا کوئی امکان نہیں ہے ۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زندگی کے مختلف مواقع پر اپنے بعد کی رہنمائی کے لیے اس قرآن کی تفسیر کے لیے اپنی عترت کا تعارف کرایا اور حدیث ثقلین کی صورت میں قیامت تک کے لیے راہنما اصول ارشاد فرمائے۔

(ا)اتمام نبوت

نہج البلاغہ میں امیر المؤمنین علیہ السلام نے ختم نبوت کو مختلف پہلوؤں سے بیان فرمایا ۔اور اتمام نبوت ،خاتم النبیین ،ختم وحی،خاتم رسل،تمام حجۃ جیسے الفاظ بیان فرمائے۔

خطبہ(ا)میں فرمایا:

اِلٰى اَنْ بَعَثَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ مُحَمَّدًا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رَّسُوْلَ اللّٰهِ لِاِنْجَازِ عِدَتِهٖ وَتَمَامِ نُبُوَّتِهٖ۔[2]

یہاں تک کہ اللہ سبحانہ نے ایفائے عہد و اِتمام نبوت کیلئے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث کیا، جن کے متعلق نبیوں سے عہد وپیمان لیا جا چکا تھا۔

اس خطبے میں امامؑ نے نبوت کے موضوع کو بڑی تفصیل سے بیان فرمایا اور بعثت انبیاء کے مقاصد اور انبیاء کی ذمہ داریوں کو واضح فرمایا ۔اسی خطبہ کے ایک حصہ میں فرمایا ۔

”اللہ سبحانہ نے اپنی مخلوق کو بغیر کسی فرستادہ پیغمبرؐ یا آسمانی کتاب یا دلیلِ قطعی یا طریقِ روشن کے

ا۔ احزاب، ۴۰

۲۔ نہج البلاغہ ،افکار اسلامی، خطبہ ا، ص۹۷

کبھی یونہی نہیں چھوڑا۔ ایسے رسولؑ، جنھیں تعداد کی کمی اور جھٹلانے والوں کی کثرت درماندہ و عاجز نہیں کرتی تھی، ان میں کوئی سابق تھا جس نے بعد میں آنے والے کا نام و نشان بتایا، کوئی بعد میں آیا جسے پہلا پہنچوا چکا تھا۔اسی طرح مدتیں گزر گئیں، زمانے بیت گئے، باپ داداؤں کی جگہ پر ان کی اولادیں بس گئیں۔ یہاں تک کہ اللہ سبحانہ نے ایفائے عہد و اِتمام نبوت کیلئے محمد ﷺ کو مبعوث کیا، جن کے متعلق نبیوں سے عہد وپیمان لیا جا چکا تھا۔"

ان جملوں میں امامؑ نے ایک بات واضح فرمائی کہ اللہ کبھی اپنی مخلوق کو حجت خدا کے بغیر نہیں چھوڑتا اور ان کے لیے ہدایت کی راہیں روشن فرماتا ہے۔

اسی مفہوم کو ایک مقام پر امیر المؤمنین علیہ السلام نے یوں بیان فرمایا:

اَللّٰهُمَّ بَلٰى !لَا تَخْلُو الْاَرْضُ مِنْ قَآئِمٍ لِلّٰهِ بِحُجَّةٍ، اِمَّا ظَاهِرًا مَّشْهُوْرًا، اَوْ خَآئِفًا مَّغْمُوْرًا، لِئَلَّا تَبْطُلَ حُجَجُ اللهِ وَبَيِّنَاتُهٗ۔[1]

ہاں!مگر زمین ایسے فرد سے خالی نہیں رہتی کہ جو خدا کی حجت کو برقرار رکھتا ہے چاہے وہ ظاہر و مشہور ہو ،یا خائف و پنہاں۔ تاکہ اللہ کی دلیلیں اور نشان مٹنے نہ پائیں ۔

حجت خدا کے لازمی ہونے کے تذکرے کے بعد امامؑ نے رسول اللہ ﷺ کی بعثت کا تذکرہ فرمایا اور فرمایا کہ" اللہ نے آپؐ کو مبعوث کیا تاکہ اپنا وعدہ مکمل کرے اور آپؐ کے ذریعہ اتمام نبوت ہو جائے"

یہاں امیر المؤمنین علیہ السلام نے ختم نبوت کے لیے اتمام کا لفظ استعمال کیا جو نبیوں کے پہلے سلسلے کو مکمل اور تمام کرتا ہے اور نبوت اس پر ختم ہو جاتی ہے ۔

(ب) ختم نبوت و خلافت

اتمام و ختم نبوت کے ساتھ پیغمبر اکرم ﷺ کے دیگر بہت سے اوصاف بیان کرنے کے بعد امیر المؤمنین علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ کی رحلت کا تذکرہ فرمایا اور خصوصیت سے آپؐ کے بعد ہدایت انسانی کے لیے خلافت رسول اللہ ﷺ کا تذکرہ بھی فرمایا ۔

ثُمَّ اخْتَارَ سُبْحَانَهٗ لِمحمد صلى الله عليه و آله وسلم لِقَآئَهٗ، وَرَضِیَ لَهٗ مَا عِنْدَهٗ، وَ اَكْرَمَهٗ عَنْ دَارِ الدُّنْيَا، وَ رَغِبَ بِهٖ عَنْ مُّقَارَنَةِ الْبَلْوٰى، فَقَبَضَهٗ اِلَيْهِ كَرِيْمًا ؟صل؟ وَ خَلَّفَ فِيْكُمْ مَا خَلَّفَتِ الْاَنْبِيَآءُ فِیْٓ اُمَمِهَا، اِذْلَمْ يَتْرُكُوْهُمْ هَمَلًا، بِغَيْرِ طَرِيْقٍ وَّاضِحٍ، وَلَا عَلَمٍ قَآئِمٍ۔[2]

۱۔ نہج البلاغہ ،افکار اسلامی، کلمات قصار ۱۴۷، ص ۸۷۰

۲۔ نہج البلاغہ ،افکار اسلامی، خطبہ ۱، ص ۹۷

پھر اللہ سبحانہ نے محمد ﷺ کو اپنے لقاء و قرب کے لیے چنا، اپنے خاص انعامات آپؐ کے لیے پسند فرمائے اور دارِ دنیا کی بود و باش سے آپؐ کو بلند تر سمجھا اور زحمتوں سے گھری ہوئی جگہ سے آپؐ کے رخ کو موڑا اور دنیا سے باعزت آپؐ کو اٹھا لیا۔ حضرتؐ تم میں اسی طرح کی چیز چھوڑ گئے جو انبیاءؑ اپنی اُمتوں میں چھوڑتے چلے آئے تھے۔ اس لیے کہ وہ طریق واضح و نشانِ محکم قائم کیے بغیر یوں ہی بے قید و بند انھیں نہیں چھوڑتے تھے۔

رحلت رسول اللہ ﷺ کو مختلف الفاظ میں بیان کرنے کے ساتھ ساتھ امیر المؤمنین علیہ السلام نے واضح فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ سے پہلے انبیاء بھی امتوں کو بغیر راہنمائی کے نہیں چھوڑ گئے اور آپؐ بھی بغیر راہنمائی و نشاندہی کے نہیں گئے۔

حدیث ثقلین کے مطابق رسول اللہ ﷺ جہاں قرآن چھوڑ گئے وہیں عترت کی طرف بھی رہنمائی فرمائی۔امیر المؤمنین علیہ السلام بھی نہج البلاغہ کے مختلف مقامات پر عترت و آل پیغمبر کو بطور راہنما ذکر فرمایا۔

ایک مقام پر عترت نبی کی عظمت بیان کرتے ہوئے ان کی پیروی کی تاکید کی اور انہی قرآن مجید کا ہم پلّہ و ہم مقام قرار دیا۔

فَاَیْنَ تَذْهَبُوْنَ وَ اَنّٰی تُؤْفَکُوْنَ وَ الْاَعْلَامُ قَآئِمَةٌ، وَ الْاٰیَاتُ وَاضِحَةٌ، وَ الْمَنَارُ مَنْصُوْبَةٌ، فَاَیْنَ یُتَاهُ بِکُمْ؟ بَلْ کَیْفَ تَعْمَهُوْنَ وَ بَیْنَکُمْ عِتْرَةُ نَبِیِّکُمْ؟ وَ هُمْ اَزِمَّةُ الْحَقِّ، وَ اَعْلَامُ الدِّیْنِ، وَ اَلْسِنَةُ الصِّدْقِ! فَاَنْزِلُوْهُمْ بِاَحْسَنِ مَنَازِلِ الْقُرْاٰنِ، وَ رِدُوْهُمْ وُرُوْدَ الْهِیْمِ الْعِطَاشِ۔[1]

اب تم کہاں جا رہے ہو؟ اور تمھیں کدھر موڑا جارہا ہے؟ حالانکہ ہدایت کے جھنڈے بلند، نشانات ظاہر و روشن اور حق کے مینار نصب ہیں اور تمھیں کہاں بہکایا جارہا ہے اور کیوں ادھر ادھر بھٹک رہے ہو؟ جبکہ تمھارے نبی ﷺ کی عترتؑ تمھارے اندر موجود ہے جو حق کی باگیں، دین کے پرچم اور سچائی کی زبانیں ہیں۔ جو قرآن کی بہتر سے بہتر منزل سمجھ سکو وہیں انھیں بھی جگہ دو اور پیاسے اونٹوں کی طرح ان کے سر چشمہ ہدایت پر اترو۔

ختم نبوت کے موضوع کے ساتھ جو ضروری موضوع ہے وہ آپؐ کی خلافت کا موضوع ہے جسے پیغمبر اکرم ﷺ زندگی بھر بیان فرماتے رہے اور نہج البلاغہ میں امیر المؤمنین علیہ السلام نے بھی درجنوں جگہ پر وضاحت فرمائی۔

(۲) خاتم نبوت

اَللّٰهُمَّ دَاحِیَ الْمَدْحُوَّاتِ، وَ دَاعِمَ الْمَسْمُوْکَاتِ، وَ جَابِلَ الْقُلُوْبِ عَلٰی فِطْرَتِهَا: شَقِیِّهَا

۱۔ نہج البلاغہ، افکار اسلامی، خطبہ ۸۵، ص۲۷۸

وَ سَعِيْدِهَا، اجْعَلْ شَرَآئِفَ صَلَوَاتِكَ، وَ نَوَامِيَ بَرَكَاتِكَ، عَلٰى محمد ﷺ عَبْدِكَ وَ رَسُوْلِكَ، الْخَاتِمِ لِمَا سَبَقَ، وَ الْفَاتِحِ لِمَا انْغَلَقَ، وَ الْمُعْلِنِ الْحَقَّ بِالْحَقِّ، وَ الدَّافِعِ جَيْشَاتِ الْاَبَاطِيْلِ، وَ الدَّامِغِ صَوْلَاتِ الْاَضَالِيْلِ۔[1]

اے اللہ! اے فرش زمین کے بچھانے والے اور بلند آسمانوں کو (بغیر سہارے کے) روکنے والے! دلوں کو اچھی اور بُری فطرت پر پیدا کرنے والے! اپنی پاکیزہ رحمتیں اور بڑھنے والی برکتیں قرار دے اپنے عبد اور رسول محمد ﷺ کے لیے جو پہلی (نبوتوں کے) ختم کرنے والے اور بند (دل) کھولنے والے اور حق کے زور سے اعلانِ حق کرنے والے، باطل کی طغیانیوں کو دبانے والے اور ضلالت کے حملوں کو کچلنے والے تھے۔

اس خطبہ میں امامؑ نے پیغمبر اکرم ﷺ پر صلوٰۃ کا طریقہ بتایا اور آپؐ کے بیس اوصاف و فضائل بیان فرمائے۔ تیسری صفت ختم نبوت کو قرار دیا کہ آپؐ وہ ہیں جن پر پہلی نبوتیں ختم ہو گئیں یا جن پر پہلی شریعتیں ختم ہو گئیں۔ یہاں امامؑ نے ختم نبوت کو پہلے خطبے کے الفاظ سے ”الخاتم لما سبق“ الگ الفاظ میں بیان کیا۔

معلوم ہوتا ہے علامہ اقبال نے اپنے فارسی شعر میں اسی جملہ کا ترجمہ کیا ہے۔

اے ترا حق خاتم اقوام کرد برتو ہر آغاز را انجام کرد

وہ جسے حق نے اقوام کا خاتم بنایا اور تجھ پر ہر آغاز کا انجام قرار دیا۔

(۳) خاتم النبیین

ایک مقام پر ارشاد فرمایا:

اَيُّهَا النَّاسُ! خُذُوْهَا عَنْ خَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ ﷺ: اِنَّهٗ يَمُوْتُ مَنْ مَّاتَ مِنَّا وَلَيْسَ بِمَيِّتٍ، وَ يَبْلٰى مَنْ بَلِيَ مِنَّا وَلَيْسَ بِبَالٍ۔[2]

اے لوگو! خاتم النبین ﷺ کے اس ارشادا کو سنو کہ (انھوں نے فرمایا:) ”ہم میں سے جو مر جاتا ہے وہ مردہ نہیں ہے اور ہم میں سے (جو بظاہر مر کر) بوسیدہ ہو جاتا ہے وہ حقیقت میں کبھی بوسیدہ نہیں ہوتا“۔

اس فرمان میں جناب امیر المؤمنین علیہ السلام نے اہل بیت علیہم السلام کی موت و حیات سے متعلق ایک

۱۔ نہج البلاغہ، افکار اسلامی، خطبہ ۷۰، ص ۲۴۷

۲۔ نہج البلاغہ، افکار اسلامی، خطبہ ۸۵، ص ۲۷۸

فرمان رسول خداؑ نقل کیا اور اس میں پیغمبر اکرم ﷺ کی جس صفت کو بیان کیا وہ آپؐ کا خاتم النبیین ہونا ہے۔ پھر امیر المؤمنین علیہ السلام نے ثقلین یعنی قرآن و اہل بیت علیہم السلام کا بھی ذکر کیا ۔

(۴) اتمامِ حجت

نہج البلاغہ کا مشہور "خطبہ اشباح" امامؑ کے بلند پایہ خطبوں میں سے شمار ہوتا ہے اور اس میں معرفت خدا کے خوبصورت جملے ارشاد فرمائے۔

اس خطبے میں اللہ سبحانہ کے احسانات کو یاد دلاتے ہوئے فرمایا:

فَأَهْبَطَهُ بَعْدَ التَّوْبَةِ لِيَعْمُرَ أَرْضَهُ بِنَسْلِهِ، وَلِيُقِيمَ الْحُجَّةَ بِهِ عَلَى عِبَادِهِ، وَلَمْ يُخْلِهِمْ بَعْدَ أَنْ قَبَضَهُ، مِمَّا يُؤَكِّدُ عَلَيْهِمْ حُجَّةَ رُبُوبِيَّتِهِ، وَيَصِلُ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَعْرِفَتِهِ، بَلْ تَعَاهَدَهُمْ بِالْحُجَجِ عَلَى أَلْسُنِ الْخِيَرَةِ مِنْ أَنْبِيَائِهِ، وَمُتَحَمِّلِي وَدَائِعِ رِسَالَاتِهِ، قَرْناً فَقَرْناً، حَتَّى تَمَّتْ بِنَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ صلی؛ حُجَّتُهُ، وَبَلَغَ الْمَقْطَعَ عُذْرُهُ وَنُذُرُهُ.[۱]

چنانچہ توبہ کے بعد انھیں جنت سے نیچے اتار دیا، تاکہ اپنی زمین کو ان کی اولاد سے آباد کرے اور ان کے ذریعے بندوں پر حجت پیش کرے۔ اللہ نے آدم (ع) کو اٹھا لینے کے بعد بھی اپنی مخلوق کو ایسی چیزوں سے خالی نہیں رکھا جو اس کی ربوبیت کی دلیلوں کو مضبوط کرتی رہیں اور بندوں کے لیے اس کی معرفت کا ذریعہ بنی رہیں اور یکے بعد دیگرے ہر دور میں وہ اپنے برگزیدہ نبیوں اور رسالت کے امانتداروں کی زبانوں سے حجت کے پہنچانے کی تجدید کرتا رہا، یہاں تک کہ ہمارے نبی محمد ﷺ کے ذریعہ وہ حجت (پوری طرح) تمام ہو گئی اور حجت پورا کرنا اور ڈرا دیا جانا اپنے نقطۂ اختتام کو پہنچ گیا۔

یہاں امام علیہ السلام نے حضرت آدم علیہ السلام کو بھی نبوت کے بجائے حجّتِ خدا کے الفاظ سے یاد کیا اور واضح فرمایا کہ یہ اتمام حجت وہ ہے جو نبوت کی صورت میں تھی اور تمام ہو گئی مگر جیسا کہ کلمات قصار ۱۴۷ کے حوالے سے پہلے بیان ہو چکا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے بعد امت کے لیے راہنما بنا گئے ہیں جو حجت خدا ہیں مگر نبی نہیں ہیں ۔

۱۔ نہج البلاغہ، افکار اسلامی، خطبہ ۸۹، ص ۲۹۸

(۵) وحی کا اختتام

ختم نبوت کے موضوع کو مخصوص انداز میں یوں بیان فرمایا:

اَرْسَلَهٗ عَلٰى حِيْنِ فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ، وَتَنَازُعٍ مِّنَ الْاَلْسُنِ، فَقَفّٰى بِهِ الرُّسُلَ، وَخَتَمَ بِهِ الْوَحْيَ، فَجَاهَدَ فِي اللهِ الْمُدْبِرِيْنَ عَنْهُ، وَالْعَادِلِيْنَ بِهٖ۔[1]

اللہ نے آپؐ کو اس وقت بھیجا جب کہ رسولوں کی بعثت کا سلسلہ رکا پڑا تھا اور لوگوں میں جتنے منہ تھے اتنی باتیں تھیں۔ چنانچہ آپؐ کو سب رسولوں سے آخر میں بھیجا اور آپؐ کے ذریعہ سے وحی کا سلسلہ ختم کیا۔ آپؐ نے اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے جہاد کیا جو اس سے پیٹھ پھرائے ہوئے تھے اور دوسروں کو اس کا ہمسر ٹھہرا رہے تھے۔

اس خطبے میں امیر المؤمنین علیہ السلام نے پیغمبر اکرم ﷺ کے چند اوصاف بیان فرمائے اور ان میں ایک یہ کہ آپؐ کو سب رسولوں سے آخر میں بھیجا یعنی آپؐ کے بعد کوئی رسول نہیں ہے اور آپؐ پر پہنچ کر وحی کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ان الفاظ سے رسالت و نبوت و وحی کے تمام و ختم ہونے کا واضح ثبوت ہے۔

شیخ محمد جواد مغنیہ اس خطبہ کی شرح میں علامہ اقبال کی کتاب The reconstruction of religious thought in islam کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

و قال الشاعر الفیلسوف محمد اقبال: لابد ان یکون محمد ﷺ خاتم الانبیاء و رسالتہ آخر الرسالات ۔لانہ جاء لیدعوا الی تحکیم العقل فیما یعرض للناس من مشکلات و فیہ مع ما جاء بہ محمد ﷺ الکفایہ ،،

فلسفی شاعر محمد اقبال کہتے ہیں کہ ضروری ہے کہ محمد ﷺ خاتم الانبیاء ہوں آپ کی رسالت آخری رسالت ہو کیونکہ آپ عقل کو محکم کرنے آئے تاکہ اس ذریعہ سے انسانوں کو لاحق مشکلات حل ہوں اور محمد ﷺ جو پیغام لے کر آئے وہ اس کے لیے کافی ہے ۔[2]

علامہ اقبال کی انگریزی کی یہ کتاب سات مضامین پر مشتمل ہے اردو میں اس کے متعدد ترجمے ہوئے ہیں اور اس کا عربی ،فارسی، جرمنی و فرانسیسی میں بھی ترجمہ ہوا ہے ۔اردو ترجمے کا نام ”تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ“ ہے۔

۱۔ نہج البلاغہ ،افکار اسلامی، خطبہ ۱۳۱ ،ص ۳۹۳

۲۔ فی ظلال نہج البلاغہ ،ج۲، ص۲۷۹

بہر حال علامہ اقبال اس سے کیا مفہوم لیتے ہیں وہ بحث ہمارا موضوع نہیں ہے ۔چونکہ نہج البلاغہ کی ایک شرح میں اس کا ذکر آیا ہے تو درج کر دیا ہے ۔البتہ علامہ اقبال فارسی کلام" رموز بیخودی" میں" ملت اسلامی کے اساسی ارکان" کے تحت "رکن اول" توحید کو قرار دیا اور "رکن دوم "کے طور پر رسالت کو پیش کیا اور وہاں عظمت پیغمبر اکرم ﷺ پر خوبصورت اشعار کے ضمن میں ایک شعر لکھا۔

پس خدا بر ما شریعت ختم کرد بر رسول ما رسالت ختم کرد۔

خدا نے ہم پر شریعت ختم کر دی اور ہمارے رسول پر رسالت ختم کر دی۔[1]

(٦) خاتم الرسل

امیر المؤمنین علیہ السلام اس خطبہ میں پیغمبر اکرم ﷺ کے چار اوصاف بیان فرماتے ہیں اور ان میں سے ایک خاتم الرسل ہے۔

اَمِيْنُ وَحْيِهٖ،وَخَاتَمُ رُسُلِهٖ،وَبَشِيْرُ رَحْمَتِهٖ،وَنَذِيْرُ نِقْمَتِهٖ۔[2]

وہ اللہ کی وحی کے امانتدار، اس کے رسولوں کی آخری فرد، اس کی رحمت کا مژدہ سُنانے والے اور اسکے عذاب سے ڈرانے والے تھے۔

اس فرمان میں امامؑ نے پیغمبر اکرم ﷺ کو آخری رسولؐ کہہ کر یاد فرمایا جس سے واضح ہوا کہ آپؐ پر نبوت بھی ختم ہے اور رسالت بھی ختم ہے۔

(٧) ختم نبوت کے لیے جامع الفاظ

امیر المؤمنین علیہ السلام نے پیغمبر اکرم ﷺ کی رحلت کے وقت جو جملات ارشاد فرمائے وہ ختم نبوت کے لیے جامع الفاظ ہیں اور ختم نبوت کے تمام پہلوؤں پر حاوی ہیں ۔

بِأَبِيْ أَنْتَ وَ أُمِّيْ يَا رَسُوْلَ اللهِ! لَقَدِ انْقَطَعَ بِمَوْتِكَ مَا لَمْ يَنْقَطِعْ بِمَوْتِ غَيْرِكَ مِنَ النُّبُوَّةِ وَ الْاَنْبَآءِ وَاَخْبَارِ السَّمَآءِ۔[3]

یا رسول اللہ ﷺ ! میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں! آپؐ کے رحلت فرما جانے سے نبوت، خدائی احکام اور آسمانی خبروں کا سلسلہ قطع ہو گیا جو کسی اور (نبی) کے انتقال سے قطع نہیں ہوا تھا۔

١۔ کلیات اقبال ۔رموز بیخودی ،ص ٧٠، اشاعت کتاب خانہ سنائی

٢۔ نہج البلاغہ ،افکار اسلامی، خطبہ ١٧١،ص ٤٧٧

٣۔ نہج البلاغہ ،افکار اسلامی، خطبہ ٢٣٢،ص ٦٤٩

امیر المؤمنین علیہ السلام نے یہاں ختم نبوت کو تین الگ الگ مفاہیم سے بیان کیا ۔نبوت کا ختم ہونا ،احکام شریعت کا اختتام اور ملائکہ کے ذریعہ پہنچائے جانے والی عام خبریں ختم ہو گئیں یعنی اب کوئی فرشتہ وحی لے کر نہ آئے گا ساتھ ہی پیغمبر اکرم ﷺ کی رحلت پر ان الفاظ سے اظہارِ غم بھی فرمایا ۔

نہج البلاغہ کے ان سات موارد میں امیر المؤمنین علیہ السلام نے ختم نبوت کو مختلف اور واضح الفاظ میں بیان کیا ہے اور ساتھ ہی متعدد مقامات پر رسول اللہ ﷺ کے بعد قرآن و عترت کو بطور ہادی و راہنما واضح فرمایا ہے ۔گویا نبی اکرم ﷺ جب اپنی نبوت پر ختم نبوت کا اعلان کرتے ساتھ ہی اپنے بعد کے ہادیوں کا تعارف بھی کراتے تھے ۔رسول اللہ ﷺ کی مشہور حدیث ثقلین اس کا بین ثبوت ہے اور حدیث منزلت بھی اس کا ایک واضح اعلان ہے ۔حدیث کی کئی معتبر کتابوں میں حدیث منزلت کا یوں تذکرہ ہے ۔

اے علی علیہ السلام آپؑ کو میرے ساتھ وہی مقام و منزلت ہے جو ہارون کو موسیٰ علیہ السلام سے تھی مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے ۔

علامہ اقبال نے بھی ختم نبوت کے موضوع پر لکھے گئے اشعار میں اس حدیث کو احسان خدا قرار دیا ۔

لا نبی بعدی ز احسان خدا است پردہ ی ناموس دین مصطفیٰ است

رسول اللہ کا فرمان لا نبی بعدی اللہ کا احسان ہے اور یہ دین مصطفیٰ کی عزت و ناموس کا پردہ ہے۔[1]

۱۔ کلیات اقبال ،رموز بیخودی ،ص۷۰، اشاعت کتابخانہ سنائی

ختم نبوت یا شریعت اسلام کا عقلی پہلو[1]

سید صفی پور ایم اے

ختم نبوت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت کا بیان اگر کرنا ہو تو شریعت اسلام کی وسعت، ہمہ گیری اور جامعیت کا ذکر ضروری ہوگا۔ جب ہم کسی شاعر کی عظمت کا ذکر کرتے ہیں تو اس کے کلام پر تبصرہ کرتے ہیں۔ جب کسی فلسفی کے مرتبے کا تعین کرتے ہیں تو اس کے نظام فکر کا درجہ معین کرتے ہیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ جب شاعری کو نظر انداز کرکے شاعر اور فلسفہ کو نظرانداز کرکے فلسفی کی عظمت کی تعین نہیں ہو سکتا تو ایک روحانی راہنما کی انسانی عظمت پر اس کے روحانی فلسفہ حیات کو نظرانداز کرکے کیوں کرروشنی ڈالی جاسکتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ شاعری الگ کوئی چیز نہیں ہے وہ شاعر کی شخصیت ہی کا ایک عکس ہوتی ہے اور فلسفہ کا الگ سے کوئی وجود نہیں ہوتا وہ فلسفی کی حیات فکری ہی کا ایک پرتو ہوتا ہے۔ شاعری شاعر کی روح ہے اور فلسفہ فلسفی کی زندگی۔ اس لیے شاعر و فلسفی کی زندگی کی بقا شاعری و فلسفہ کی بقا کے ساتھ وابستہ ہوتی ہے جس طرح اولاد انسان کے وجود جسمانی کا ایک جز ہوتی ہے اس طرح کی تخلیقات اس کی روح اور ذہن کا حصہ ہوتی ہیں۔ پر خلوص اور سچے انسان کی پہچان یہی ہے کہ اس کا فلسفہ حیات اس کی حیات روحانی کی زیادہ سے زیادہ

۱۔ بشکریہ ہفت روزہ سرفراز ختم نبوت نمبر، لکھنئو ۱۹۶۷

ترجمان ہو۔ پر جب خلوص کی شرط ایک شاعر اور ایک فلسفی کے لیے اتنی ضروری ہے تو ایک روحانی راہنما کے لیے اور بھی زیادہ لازمی ہے اس لیے راہنمائی کے لیے پہلے یہ شرط ہے کہ رہنما خود خلوص کی راہ پر گامزن ہو۔

حضرت رسالت مآبؐ کی عظمت یہی ہے کہ انھوں نے نوع انسان کو اسلام کا پیغام پہنچایا۔ اسلام اور ذات رسالت میں کوئی مغائرت نہیں ان میں جسم و روح کا رشتہ تھا۔ جب یہ کہا جاتا ہے کہ علی کل ایمان تھے تو اس میں ذرا بھی مبالغہ نہیں ہوتا۔ اگر یہ کہا جائے کہ رسول اکرمؐ کل اسلام تھے تو اس میں بھی کوئی مبالغہ نہیں ہوگا۔ رسالت مآبؐ کی عظمت کا سبب یہ ہے کہ اسلام ایک عظیم فلسفہ حیات ہے۔ اسلام کی عظمت یہ ہے کہ وہ زمان و مکان کی وسعتوں کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے اور انسانی فطرت کی قابل تصور وسعتوں اور گہرائیوں کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ رسالت مآبؐ کی عظمت یہ ہے کہ وہ اپنی روح کی وسعتوں میں اسلام کو سمیٹے ہوئے ہیں۔ اسلام اگر عالمین کے لیے رحمت ہے تو رسالت مآب حقیقی معنوں میں رحمت للعالمینؐ ہیں۔

مقام ختم نبوت کا تعین اسی وقت ممکن ہے جب شریعت اسلام کا تاریخ انسانی میں درجہ متعین کیا جائے۔ اسلام کے قانون ہی کو سمجھنے کے بعد ذات رسالتمآب کی معرفت ہمارے لیے ممکن ہو سکتی ہے اگر ہم اسلام سے بے بہرہ ہیں تو ذات رسالتمآب سے عقیدت کا اظہار جھوٹا ہے۔ مسلمان ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ ہم اسلام سے پوری طرح پر واقف ہیں۔ مسلمان گھرانے میں پیدا ہونے والا ہر بچہ مسلمان ہوتا ہے اسلام کو وہی سمجھتا ہے اور سمجھ سکتا ہے جو اسے سمجھنے میں وقت صرف کرے اور اس کے مطالعہ کے لیے اپنی زندگی کو وقف کردے۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ رسمی تعلیم کے حصول میں تو کم سے کم سولہ اٹھارہ سال صرف ہوں اور اسلامی فلسفہ حیات کو اتنا آسان سمجھ لیا جائے کہ یہ فرض کر لیا جائے کہ اس کا علم وراثت میں حاصل ہو گیا۔

حضرت رسالتمآب پہلے نبی نہ تھے بلکہ آخری رسول تھے اس لیے شریعت اسلام کو سمجھنا دشوار ہے۔ چونکہ اسلام تاریخ انسانی میں درمیانی زمانہ سے تعلق رکھتا ہے اس لیے اسلام کی اہمیت کا اندازہ اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک ابتدائے فکر کا جائزہ نہ لیا جائے دین کی تکمیل کے معنی ہی یہ ہیں کہ جس فلسفہ حیات کی تمام انبیاء ماسبق تبلیغ کرتے رہے وہ کمال ارتقاء کے نقطہ تک عہد رسالتمآب میں پہنچ گیا اور کمال کے درجہ پر پہنچنے ہی سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اب اس میں نہ اضافہ کی گنجائش ہے نہ تغیر ممکن ہے اور جب ہم کہتے ہیں کہ رسالت حضرت محمد مصطفیؐ پر ختم ہو گئی تو اس کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ اسلام نے روحانی نظام فکر کو درجہ کمال تک پہنچا دیا۔ پھر محض یہی نہیں بلکہ عہد رسول سے لے کر اب تک علوم و فنون میں جو ترقی ہوئی ہے اس کا بھی ہمیں جائزہ لینا پڑے گا اور یہ ثابت کرنا پڑے گا کہ اسلام کو نظرانداز کرکے انسانی ذہن نے جو ترقی کی ہے وہ ابھی ارتقاء کی ابتدائی منزلوں میں ہے اور شاید اسلام تک پہنچتے پہنچتے اس کو بھی صدیوں کی جدوجہد کرنا پڑے گا۔

اسلام کی عظمت کا یہ بہت بڑا دعویٰ ہے اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس دعوے کا ثبوت کیا ہے وہ کون سا معیار ہے جس پر اسلام کی عظمت کو پرکھا جاسکتا ہے۔ پھر کسوٹی ایسی ہونا چاہیے جس پر نہ صرف اسلام

کو پرکھا جاسکے بلکہ انسانی ذہن کے ارتقاء کو بھی ناپا جاسکے اس لیے کہ بغیر موازنہ کے اسلام کا تفوق ثابت نہیں کیا جاسکتا۔

اسلام اگر ایک حقیقی مذہب ہے تو یہ کسوٹی ہمیں کہیں اور تلاش نہیں کرنا پڑے گی یہ کسوٹی خود زندگی میں ملے گی اور وہ ہے عقل۔ عقل ہی وہ شے ہے جو انسان کو حیوان سے ممیز کرتی ہے یہاں تک انسان کو حیوان ناطق کہا گیاہے لیکن یہ بات یاد رکھنا چاہیے کہ وہ کسوٹی جس پر پرکھنے کے بعد ہم اسلام کی عظمت کو سمجھ سکتے ہیں آسانی سے دستیاب نہیں ہو سکتی اس کے لیے انسان کو اپنے نفس کی گہرائیوں میں غوطہ زن ہونا پڑے گا اور بہت سی دشوار گزار منزلوں کو طے کرنے کے بعد ہی ہم اپنی ذات کی معرفت حاصل کرنے میں کامیاب ہو سکیں گے۔ نفس کی معرفت عقل کی معرفت حاصل کرنے کے لیے اس لیے ضروری ہے کہ عقل کا الگ سے کوئی وجود نہیں ہے وہ ہمارے نفس کی طاقتوں اور صلاحیتوں کے نشوونما اور ارتقاء ہی سے پیدا ہوتی ہے جب یہ دعویٰ کیا گیا کہ اسلام دین ذات ہے اور ہر بچہ اسلام کی فطرت پر پیدا ہوتا ہے تو مذہب اور فطرت (Nature) میں تناقض کی رد کردی گئی۔ تمام مابعد الطبیعاتی نظام ہائے فکر پر موجودہ مفکرین کا اعتراض یہ ہے کہ وہ خلا میں معلق ہیں اور حقیقت کو نظرانداز کر دیتے ہیں یعنی ان میں اور فطرت میں، ان میں اور زندگی میں کوئی رشتہ نہیں ہے۔ اسلام نے جب دین فطرت ہونے کا اعلان کیا تو اس نے ایک نہایت انقلابی نظریہ کا اعلان کیا یعنی اس نے دین میں اورانسانی فطرت میں، مذہب میں اور زندگی میں رابطہ قائم کردیا۔ یہ ایک نہایت غیر معمولی اعلان تھا اس لیے کہ اس سے یہ نتیجہ نکلتاہے کہ اسلامی مابعد الطبعیات یعنی عقائد اور زندگی انسانی زندگی کے مسائل میں ایک گہرا رابطہ ہے۔ اسلامی عقائد کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ عملی زندگی کو بامقصد بناتے ہیں اور مسائل حیات کو حل کرتے ہیں اور اس طرح دین دنیا کا فرق مٹا دیتے ہیں۔

اسلام اگر دین فطرت ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی بنیاد عقل پر قائم ہے یعنی وہ زندگی سے پیدا ہوتا ہے اورزندگی ہی کی ترجمانی اور تفسیر کرتا ہے اور زندگی ہی کے لیے ہے اور اس وقت تک باقی رہے گا جب تک زندگی کا وجود باقی ہے۔ اور انسانی عقل کی تکمیل کا معیار یہ ہے کہ وہ علم کی تدوین کرے۔ کامل عقل اور خام کار عقل میں فرق یہی ہے ہ کامل عقل کلیات کی ترتیب و تدوین کر سکتی ہے اور خام کار عقل محض ایسی موشگافیاں کرسکتی ہے جن میں نظم و ترتیب نہیں پیدا کی جاسکتی۔ اس لیے اسلام کی تعریف یعنی "اسلام دین فطرت ہے" کا مفہوم یہ ہواکہ انسانی فطرت جس کا جو ہر عقل ہے ارتقاء کی منزلیں طے کر کے جب عقل کامل بن جاتی ہے تو وہ علم کی تدوین کرتی ہے۔

ایک ایسے علم کی تدوین جو انسان کو انسان بناتاہے جو زندگی کے تمام مسائل پرحاوی ہے اور جو زندگی میں مقصدیت پیدا کرتا ہے اور اس علم کا نام ہے اسلام۔ ہر علم ابتدائی منزلوں سے گزر کرایک خاص مقام پہنچ کر حقیقی علم کادرجہ حاصل کرتا ہے اسلام بھی آدمؑ سے ارتقاء کی منزلوں کوطے کرتا ہوا خاتم نبوت تک پہنچا اور

اس نے ایک مکمل نظام حیات کی شکل اختیار کرلی اور یہ بات بالکل کھلی ہوئی ہے کہ جب علم ارتقاء کے اس درجہ تک پہنچ جاتا ہے تو پھر اس میں تغیر اور ردوبدل کی گنجائش باقی نہیں رہتی اس لیے کوئی تعجب کی بات نہیں کہ شریعت اسلام میں کمی بیشی کی گنجائش باقی نہ رہے اور وہ آنے والے تمام زبانوں میں یکساں طور پر راہنمائی کر سکے۔

اب یہ بات بھی آسانی سے سمجھ میں آجاتی ہے کہ اسلام کے پیغام کو لوگ اب تک کیوں نہیں سمجھے۔ اسلامی عقائد کے پیچھے جوناقابل تغیر علمی اصول چھپے ہوئے ہیں ان کو سمجھنا انسان کے لیےاس وقت تک ممکن نہ تھا جب تک مختلف علوم ارتقاء کے اس درجہ تک نہ پہنچ جائیں کہ وہ تمام انسانی مسائل کی گھتیاں سلجھا کر انھیں حل کردیں۔ دوسری دشواری یہ ہے کہ انسانی علوم کے تمام شعبے الگ الگ ہیں اورزندگی کے الگ الگ پہلوؤں سے بحث کرتے ہیں۔ اسلام زندگی کا علم ہے اس لیے وہ انسانی زندگی کے تمام شعبوں کو نظر میں رکھ کر اصول نافذ کرتاہے۔ جب تک ہم مختلف علوم کو زندگی ہی کی تفسیر و تشریح کی حیثیت سے نہ دیکھیں اوران کو لازم وملزم سمجھ کر انھیں وحدت میں نہ تبدیل کردیں اس وقت تک ہم ذہنی انتشار سے نجات نہیں حاصل کر سکتے اور نہ زندگی کے علم یعنی اسلام کو سمجھ سکتے ہیں شائد اسی لیے حضرت رسالتمآب نے ایک مرتبہ فرمایا تھا کہ علم ایک نقطہ تھا اسے جاہلوں نے بڑھا کر پھیلا دیا ہے۔

اسلام کا دوسرے مذاہب پر تفوق اسی بات سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام ایک عقلی مذہب ہے وہ ایک علم ہے اوراسی کی تعلیم دی جاسکتی ہے جب کہ دوسرے مذاہب ایسے توہمات و عقائد اور رسومات ہی پر مبنی ہیں جن کی نہ عقلی تاویل ممکن ہے نہ ان کی تعلیم دی جاسکتی ہے اللہ تعالیٰ کا تصور تمام مذاہب کی بنیاد ہے لیکن اس بنیادی تصور میں بھی اسلام میں اور دوسرے مذاہب میں وہی بنیادی فرق ہے جس کی بنا پر دوسرے مذاہب جہل کی طرف لے جاتے ہیں اور اسلام علم کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔امیرالمومنینؑ نے یہ کہہ کر جس نے اپنے نفس کی معرفت حاصل کر لی اس نے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرلی۔ علم کے دروازے کو انسان پر کھول دیا جس چیز کو امیرالمومنین نے نفس کہا اسی کو موجودہ دور کے متمدن اور ترقی یافتہ مفکرین زندگی کہتے ہیں۔ اس سے اسلامی عقائد کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ اللہ کی معرفت چونکہ انسان کے لیے اسی وقت تک ممکن نہیں ہے جب تک اس کا علم اپنی انتہائی معراج کو نہ پہنچ جائے۔ اسی لیے سوا اس کے کوئی چارہ کار نہیں کہ ہم خدا کو بغیر سمجھے ہوئے اس پر ایمان لے آئیں لیکن اسلام محض خدا پر عقیدہ کو کافی نہیں سمجھتابلکہ اس اعتراف کے ساتھ کہ خدا کی معرفت انسان کے لیے ممکن نہیں۔ اسی کی تائید کرتا ہے کہ انسان خدا کی معرفت حاصل کرنے کی کوشش کرے اور اس کا رستہ یہ بتایا گیا کہ اگر خدا کی معرفت حاصل کرنی ہے تو اپنے نفس کی معرفت حاصل کرو۔ یعنی اگر خدا کو سمجھنا ہے تو زندگی کو سمجھو۔

آج ہم بار بار یہ کہتے ہیں کہ انسانی دماغ پوری کائنات میں سب سے زیادہ پر اسرار اس لیے ہے کہ وہ اپنے علم خود حاصل کرتا ہے اور خود شعوری ہی تمام علوم کے حصول کا دروازہ ہے اس لیے کوئی بھی علم ایسا

نہیں ہے یہاں تک کہ بعض سائنسدانوں کی نظر میں سائنس بھی جس میں انسان کی دخالت کارفرما نہ ہو۔ اسلام نے خدا کی معرفت کے حصول کے لیے نفس کشی، ریاضت، دھیان اور ترک دنیا کی تعلیم نہیں دی اور نہ یہ کہا کہ خدا کا جلوہ ریاضت و نفس کشی کرتے یک بارگی نظر آجائے گا بلکہ انسان کو خودشناسی کی تلقین کی جس سے علوم کے دروازے کھلتے ہیں اسی طرح اللہ پر عقیدہ حصول حیات کی تدوین کے لیے ویسا ہی ضروری ہوگیا جس طرح نقطہ پر عقیدہ جومیٹری کے علوم کی تدوین کے لیے ضروری ہوتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ انسان پر جب کوئی عقیدہ مسلط کرنے کی کوشش کی جاتی ہے تو وہ اس کے خلاف بغاوت کر دیتاہے اسی لیے اسلام نے دین کے معاملے میں جبر کرنے سے منع کیا ہے ۔ تلوارکے زور پر اسلام پھیلانے والوں کی زمانے میں کمی نہیں رہی اور جب زبردستی اللہ کو ماننے اور اس پر عقیدہ رکھنے پر زور دیا جائے گا تو ہمیشہ انسان خدا کے انکار پر اتر آئے گا۔ یہ ایک صحت مند علامت ہے اس کے معنی صرف یہ ہیں کہ انسان عقل ہی کی فرمانبرداری کر سکتا ہے تلوار کی نہیں نہ کفر کے فتوے کی۔ اسلام اگر عقلی مذہب نہ ہوتا تو اسے تلوار کی ضرورت ہوتی لیکن اسلام تلوار کی طاقت کا محتاج نہیں وہ حق ہے اس لیے وہ خود طاقت ہے عقل ہی اس کی مدد کے لیے کافی ہے، ضد کی اور بات ہے لیکن اگر کسی شخص کو آزاد چھوڑ دیا جائے تب بھی وہ خدا کے تصور سے اپنا پیچھا نہیں چھڑا سکتا۔ اس کی وجہ سیدھی سی یہ ہے کہ جب تک انسان زندہ ہے وہ زندگی کے مسائل کو نظرانداز نہیں کرسکتا اور زندگی کے مسائل سے جب اس کا سابقہ ہوگا تو وہ خدا کو کسی نہ کسی شکل میں ضرور یاد کر لے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان کو خدا سے کوئی دلچسپی نہیں لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ اسے اپنی زندگی سے دلچسپی ہے۔ وہ جب زندگی کے مسائل میں الجھتا ہے اور سوچنا شروع کر تا ہے تو اس کی فکر کی انتہاخدا کے تصور پر ہوتی ہے۔ میں کیوں پیدا ہوا مجھے کس نے پیدا کیا مجھے تکلیف کیوں ہے۔ میری قسمت میں فلاں بات کیوں نہیں تھی۔ دنیا کہاں سے آگئی۔ کبھی وہ خدا کا ممنون ہوتا ہے کبھی وہ خدا سے مایوس ہوتا ہے کبھی وہ خدا کو برا کہتا ہے کبھی اس کی تعریف کرتا ہے کبھی وہ جھلا کر کہتا ہے کہ کوئی خدا نہیں ہے نہ کائنات میں کوئی مربوط نظام ہے۔

وہ جب خدا کا اقرار کرتا ہے تو کائنات میں اورزندگی میں مقصدیت کا بھی لازمی طور پر اقرار کر لیتا ہے لیکن محض خدا پر عقیدہ یا محض زندگی میں کسی نظام حکمت کے وجود کا عقیدہ اس کی تشفی نہیں کر سکتا۔ خدا کا انکار اور کائنات میں نظم اورزندگی میں مقصد کے فقدان کا تصور اور بھی زیادہ ہولناک ہے اس لیے کہ اس سے نظام حیات کا شیرازہ منتشر ہوجاتا ہے اور اس کے ساتھ انسان کی حیات روحانی حیات اخلاق اور حیات فکری میں انتشار، جمود کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔

نتیجہ یہ نکلا کہ خدا کا تصور درحقیقت کائنات میں نظم اور زندگی میں مقصد کی تلاش کا دوسرا نام ہے اور یہی وہ چیز ہے جو تدوین علم کا باعث ہوتی ہے۔ اسی لیے اسلام نے خدا پر عقیدہ کو ضروری قرار دیا تاکہ تدوین علم کے لیے سنگ اساس کا کام دے سکے لیکن یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ محض خدا پر عقیدہ

انسان کے ذوق جستجو کی پیاس نہیں بجھا سکتا جب تک وہ کتاب زندگی کے ایک ایک ورق کو نہ پڑھ لے اور شروع سے آخر تک ختم نہ کرے اس وقت تک وہ روحانی ناآسودگی میں مبتلا رہے گا۔ اسی لیے خدا کی معرفت کا حکم دیا گیا اور کہا گیا کہ اپنے نفس کی معرفت حاصل کرو اور کائنات پر غور کرو یعنی جب انسان اسرار کائنات اور اسرار نفس پر غور کرلے گا تو پھراس پر اسرارحیات منکشف ہونے لگیں گے اور وہ جتنا آگے بڑھتا جائے گا اتنا ہی اس کو ذہنی سکون حاصل ہوتا چلا جائے گا۔ اب خدا کی معرفت کے معنی سمجھ میں آگئے یعنی جتنا انسان زندگی کے مقاصد کو سمجھتا جائے گا۔ جتنا وہ نظم کائنات سے واقف ہوتا جائے گا اتنا ہی وہ خدا کی حکمت اور عدل کا قائل ہوتا جائے گا۔ اس طرح اسلامی عقائد جہل کا پلندہ نہیں ہیں بلکہ علم کی منزل میں روشنی کاکام دیتے ہیں۔

خدا کو حکیم و عادل ماننے کا مطلب یہ ہے نہیں ہے کہ خدا کا تصور ہم کسی انسان کی شکل میں کرتے ہیں اور ان صفات کو اس کی طرف منسوب کر کے گویا یہ تسلیم کر لیتے ہیں کہ اس کا جسمانی وجود ہے اور وہ بھی دل و دماغ کا مالک ہے اور سوچتاہے اور متاثر ہوتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ کائنات میں جو قوانین کارفرما ہیں ان میں توازن ہم آہنگی اور مقصدیت ہے ا ور انسان کی زندگی اس کے اعمال و افعال عبث نہیں ہیں بلکہ ان سے کچھ نتائج مرتب ہوتے ہیں اوروہ نتائج اہم ہیں۔ ان کو اگرعقائد بھی سمجھ لیا جائے تب بھی وہ انسانی زندگی کے ارتقاء کے لیے لازمی ہیں اس لیے کہ یہ عقائد قوانین فطرت کی جستجو پر مائل کرتے ہیں اور امنت، ولولہ اور رجائیت کی طرف لے جاتے ہیں جو بامقصد عملی زندگی کے لیے لازمی ہے۔

سب سے بڑھ کر اہم بات یہ ہے کہ تصور الٰہی وہ نقطہ ہے جو نفس کی متحارب قوتوں میں ہم آہنگی، توازن اور ضبط و نظم پیدا کرتا ہے۔ آج کل علوم و فنون کی کساد بازاری ہے۔ نقاد مسلسل اسی بات کا رونا رو رہے ہیں کہ انسانی اقدار، انسانی علم اور انسانی زندگی خطرے میں ہے ا ور اس کا سبب بس ایک ہے۔

Dio integration hess anetity

یعنی شخصیت کے اجزاء کی پراگندگی اور اس کا سب سے بڑا سبب ہے لامذہبیت، یعنی عقائد ختم ہو گئے ہیں اور ان کی جگہ انسانی علم نہیں لے سکا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ ایک بغیر خدا کی کائنات اور ایک بے نظام و بے مقصد زندگی نے انسان کی عملی و تخلیقی صلاحیتوں کے شیرازہ کو منتشر کردیا ہے اور مذہب کے خاتمہ کے ساتھ ساتھ علوم و فنون اور خود انسانی زندگی خطرہ میں پڑ گئی ہے۔

اسلامی عبادت اورخدا کو بار بار یاد کرنے کی ضرورت ہے اس سے واضح ہو جاتا ہے تصور الہ سے تزکیہ نفس اور ارتقائے بشریت کا جو رابطہ ہے اسے نظرانداز کر دینے سے عبادت کے رسوم الگ ہو جائیں گے اور اخلاقی زندگی الگ ہو جائے گی اور یہی اسلام کے علاوہ دوسرے مذاہب کا عیب ہے۔ اسلام میں عبادت محض یاد الٰہی نہیں ہے ۔ وہ انسان کے قوائے روحانی، قوائے فکری اور قوائے عملی کے ارتقاء اور ان میں توازن پیدا

کرنے کا ذریعہ ہے اسی لیے اسلام میں عبادت کا مفہوم اتنا وسیع ہے کہ انسان کا ہر فعل اس کے حدود میں آجاتا ہے اشیائے کائنات کے بارے میں فکر بھی عبادت ہے، علم کا حصول بھی عبادت ہے، اعلیٰ درجہ کی نظم لکھنا بھی عبادت ہے، لوگوں کے حقوق کا ادا کرنا بھی عبادت ہے، محنت کرنے کے بعد آرام کرنا بھی عبادت ہے۔ بس ایک شرط ہے خدا کو مانو اس کی رضا کے مطابق عمل کرو اور تمھارا ہر فعل عبادت بن جائے گا پھر خدا عرش اعلیٰ ہی پر متمکن نہیں وہ ہر جگہ ہے صرف قرآن ہی خدا کی کتاب نہیں ہے فطرت کی کتاب اصل قرآن ہے۔اسلام دین فطرت ہے اور فطرت کا ہر ہر ورق اسلام ہی کی تعلیمات کا سبق دیتا ہے۔ اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ انسان اتنی ترقی کے باوجود اب بھی علم کے اس درجہ پر نہیں پہنچ سکا ہے جب دنیوی علوم دینی علم میں مدغم ہو جائیں، جب علوم کا فرق اس طرح مٹ جائے کہ تمام علوم کتاب زندگی ہی کے مختلف ابواب میں تبدیل ہو جائیں کہ مادیت بھی روحانیت میں بدل جائے جب عقائد علم کی شکل اختیار کرلیں اور علم خون بن کر رگوں میں اس طرح دوڑنے لگے کہ لازمی طور پر اس کا اظہار عمل میں بغیر کسی دشواری کے لاشعوری طور پر ہونے لگے یہ اگر ممکن ہے تو صرف اسلام کے ذریعہ اور اسلام ہی رحمت بن کر انسان کو نجات دلا سکتا ہے۔

اسلام کا سماجی فلسفہ تصور الٰہ اور اخلاق کی انھیں بنیادوں پر قائم ہے ۔ جب ان اعلیٰ اور ترقی یافتہ اصول پر سماج کی بنیاد قائم ہو گی تو ظاہر ہے کہ رنگ و نسل کا فرق مٹ جائے گا اور ملکی قوم پرستی کی تنگ نظری سے انسان کو نجات مل جائے گی۔ انسان کی عظمت کا معیار جب محض تقوی ہو گا یعنی اس کی انسانی عظمت تو انسان کے بے جا فخر و غرور کے پیدا کیے ہوئے رنگ و نسل قوم کے سارے بت خود بخود شکست ہو جائیں گے اور توحید کا اصول نوع انسانی کی شیرازہ بندی میں وہی کام کرے گا جو وہ انسان کی نفس کی ہم آہنگی اور توازن میں کرتاہے۔ مساوات، عدل، بحث رواداری یہ تمام اصول علمی اصول ہیں۔ افسوس صرف یہ ہے کہ وہ مقدس علم یعنی سیاست جو نوع انسانی کی شیرازہ بندی کرسکتا ہے اس وقت تک وجود میں نہیں آسکتا جب تک جھوٹے مذاہب، جھوٹی سیاست، جھوٹے علم مٹ نہ جائیں۔ دنیا اسلام کی منزل کی طرف رفتہ رفتہ بڑھ رہی ہے تمام جھوٹے مذاہب اور لا مذہبیت کا خاتمہ ہو کر رہے گا اور اس کے ساتھ جھوٹے اسلام کا بھی خاتمہ ہو جائے گا۔ اس وقت حقیقی اسلام کا سورج طلوع ہو گا۔ علوم کی پھر سے تدوین ہوگی انسانی نفس کی طاقتوں میں پھر سے توازن پیدا ہو گا۔ اجتماعی زندگی ازسرنو تشکیل ہو گی اور اس وقت انسان محسوس کرے گا کہ خدا ہےاوراس کا قانون نظام عدل و حکمت ہے۔ کائنات میں نظم ہے، فرد کی زندگی با مقصد ہے اور اقوام عالم ایک خاندان کے افراد کی طرح نظام عدل ومساوات کی پیرو ہیں۔ قانون ہو گا جبر نہ ہو گا۔ قانون کا نفاذ پولیس اور فوج نہیں بلکہ محبت کی طاقت کے ذریعے ہو گا اور اس وقت ہم اسلام کی عظمت اور اس کے قانون کی ہمہ گیری کو سمجھ سکیں گے اور اسی وقت ختم نبوت کی عظمت کا ہمیں حقیقی معنوں میں احساس ہو گا۔

وسیلة المبتلاء
لدفع البلاء

حضرت مولانا سید علی الحائری لاہوری

ختم نبوت

حجۃ الاسلام مولانا سید فدا حسین بخاری

مَّا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ ۗ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا[1]

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمھارے مردوں میں سے کسی کےب اپ نہیں ہیں، وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں اور اللہ ہر چیز کا خوب جاننے والا ہے۔

"الخاتم والخاتم" کے معنی ہیں "وہ چیز کہ جس کے ذریعہ سے کسی چیز کا خاتمہ ہوا ہے" یا "ہر شے کا آخر اور انجام"۔ ان کی جمع "خواتم وختم" ہے۔[2]

عربی لغت کی تمام کتابوں میں "ختم" کا معنی "کسی چیز کو آخر تک پہنچانا اور اس کا پایان" ہے۔ چوتھی صدی ہجری کے معروف ماہر علم لغت ابن فارس اپنی کتاب "معجم مقاییس اللغۃ" میں کہتے ہیں کہ لفظ "ختم" کا ایک ہی اصلی معنی ہے اور وہ "کسی چیز کا اختتام کو پہنچنا" اور یہ کہ کسی چیز پر مہر لگانا اس کو بھی "ختم" کہتے ہیں، یہ بھی اس باب سے ہے کیونکہ ہمیشہ کسی چیز کے اختتام پر اس پر مہر لگائی جاتی ہے۔عربی لغت کے محقق خلیل بن احمد جو دوسری صدی ہجری اور عصر آئمہ علیہم السلام میں زندگی گزار رہے تھے وہ "خاتَم" اور "خاتِم" کے

۱۔ سورہ احزاب۔۴۰

۲۔ المنجد، مادہ ختم

معنی میں کہتے ہیں: ہر چیز کا خاتم، اس کا چیز کا آخر اور پایان ہوتا ہے۔ "خاتم" کے معنی مہر کے ہیں جو اس موم نما مٹی پر لگاتے ہیں جو کسی دستاویز یا خط کے تمام ہونے پر اس کو بند کرکے لگائی جاتی ہے تاکہ خط اور نامہ کھولنے کے لیے اس مہر کو توڑنے کے بغیر پڑھا نہ جاسکے۔ لغت کی کتاب "التحقیق" میں کہا گیا ہے کہ "ختم" کا معنی "آغاز" کے بالمقابل ہے۔ یعنی چیز کا مکمل ہو جانا اور اپنی انتہا کو پہنچ جانا۔[1]

تمام قدیم و معاصر مفسرین اسلام نے "خاتم النبیین" سے مراد آخری پیغمبرؐ لی ہے۔ تیسری صدی ہجری کے مشہور مفسر قرآن محمد بن جریر طبری جن کی تفسیر قدیم ترین تفسیروں میں شمار ہوتی ہے، وہ سورہ احزاب کی آیت ۴۰ کی تفسیر میں کہتے ہیں:

ولکنه رسول الله وخاتم النبیین الذی ختم النبوة فطبع علیها فلا تفتح لاحد بعده الی قیام الساعة۔[2]

آپؐ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے ذریعے نبوت کا اختتام کرکے اس پر مہر لگا دی۔ یہ دروازہ اب قیامت تک کسی کے لیے نہ کھولا جائے گا۔ علامہ شیخ طوسیؒ جو تفسیر اور فقہ میں اپنا مقام رکھتے ہیں اور پانچویں صدی کے پہلے نصف میں ہو گزرے ہیں اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں:

خاتم النبیین، ای اخرهم لانه لا نبی بعده الی یوم القیمة۔[3]

"خاتم النبیین" یعنی سلسلہ انبیاء کے آخری نبی، کیونکہ ان کے بعد قیامت تک کوئی نبی نہیں آئے گا۔ مشہور مفسر قرآن شیخ طبرسی نے بھی یہی معنی کیے ہیں۔ ابو الفتوح رازیؒ جو چھٹی ہجری کے مفسر ہیں اور ان کی تفسیر فارسی زبان میں ہے، وہ لکھتے ہیں:

"خاتم النبیین" و باز پسین پیامبر ان تا پنداری کہ او مهر نبوت است، بہ نبوت اودر بعثت انبیاء را مهر کردند۔[4]

"خاتم النبیین" یعنی آخری نبی، تاکہ تمھیں معلوم ہو جائے کہ وہ سلسلہ انبیاء کا اختتام کرنے والے ہیں اور آپؐ کی نبوت کے ذریعے بعثت انبیاء کے دروازے کو سر بمہر کردیا گیا۔

اہل سنت کے مشہور و معروف مفسر فخر الدین رازی جو چھٹی صدی ہجری کے مفسر ہیں، "خاتم النبیین" کے معنی کے بارے میں لکھا ہے کہ اس کا معنی ہے: "لا نبی بعده" آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ ختم نبوت کا مطلب یہ ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخری نبی اور رسول ہیں، ان کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، نہ شریعت لانے والا نبی اور نہ ظلی یا تبلیغی نبی۔ ختم نبوت کا موضوع قرآن اور اسلامی احادیث میں جس

۱۔ التحقیق ،مادہ ،"ختم"
۲۔ تفسیر طبری، سورہ احزاب، آیت ۴۰ کے ذیل میں
۳۔ تفسیر تبیان، ج۸، ص ۳۱۴
۴۔ تفسیر رازی، ج۹، ص ۱۶۲

طرح واضح طور پر بیان ہوا ہے اس سے کسی کے لیے شک و شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہی ہے۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت،آخری نبوت، آپؐ کی شریعت، آخری شریعت اور آپؐ کی کتاب، آخری الٰہی کتاب ہے یعنی آپؐ کی شریعت ایک دائمی شریعت کے طور پر قیامت تک باقی رہے گی۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت، آخری نبوت ہونے کے دو مطلب لیے جاسکتے ہیں:

۱) اسلام، گزشتہ تمام شریعتوں کا ناسخ ہے۔ اس کے آنے کے بعد گزشتہ شریعتوں کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہ جاتی۔

۲) آئندہ کوئی آسمانی شریعت نہیں آئے گی اور ہر قسم کی نئی آسمانی شریعت کا دعویٰ باطل ہے۔

دین اسلام کے لافانی ہونے کا راز

دین اسلام کے لافانی ہونے کا راز دو چیزوں میں مضمر ہے:

الف)شریعت اسلام نے انسان کی طبیعی اور فطری ضرورتوں کو الٰہی ہدایتوں کے ذریعہ پورا کرنے کے لیے کامل ترین منصوبہ عمل پیش کیا ہے اور یہ منصوبہ اس قدر کامل ہے کہ اس سے بہتر و کامل تر منصوبے کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا ہے۔

ب) اسلام نے احکام عملی کی قلمرو میں بھی وسیع و ہمہ گیر اور مستحکم اصول و کلیات کا ایک سلسلہ بیان کیا ہے جو انسان کی نوع بہ نوع اور روز مرہ کی ضرورتوں کو حل کر سکتے ہیں۔اس کا واضح ثبوت یہ ہے کہ فقہائے اسلام، خاص کر شیعہ فقہاء گزشتہ چودہ صدیوں کے دوران اسلامی معاشرہ میں احکام عملی کے میدان میں ہر قسم کی ضرورتوں کا خاطرہ خواہ جواب دیتے آئے ہیں اور آج تک ایک بھی ایسا مسئلہ پیش نہیں آیا ہے کہ اسلامی فقہ نے اس کے جواب میں ناتوانی کا اظہار کیا ہو۔

اس مقصد تک رسائی کے لیے میں درج ذیل امور موثر ومفید ثابت ہوئے ہیں:

۱۔ حجیت عقل:

پوری انسانی زندگی میں فیصلہ کے مواقع پر عمل کی حجیت اور اس کا اعتبار، فرائض کے استنباط کے طریقوں میں سے ایک طریقہ رہا ہے۔

۲۔ اہم مبہم میں اہم کا لحاظ:

ہم جانتے ہیں کہ احکام اسلام، اشیاء کے واقعی اور ذاتی یا (عرضی) معیارات، مصلحتوں اور مقاصد کے ایک سلسلہ کا نتیجہ ہیں۔ ان احکام میں سے بعض کو عقل کے ذریعہ حل کیا جاتا ہے اور بعض کو شرع بیان کرتی ہے۔

ان معیارات کی شناخت کی بنیاد پر فقیہ ان کے باہمی تزاحم کی صورت میں اہم کو مہم پر ترجیح دے کر مشکل کو حل کر سکتا ہے۔

۳۔باب اجتہاد کا کھلا ہونا:

امت اسلامیہ کے لیے اجتہاد کے دروازے کا کھلا رہنا جو مذہب شیعہ کے افتخار و امتیاز میں شمار ہوتا ہے، بذات خود دین کے آخری دین ہونے کے دلائل میں سے ہے۔

۴۔ احکام ثانویہ:

شریعت اسلام میں احکام اولیہ کے علاوہ احکام ثانویہ کا ایک سلسلہ بھی موجود ہے جس سے بہت سے مسائل حل ہو سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر ایسے مواقع پر جہاں کسی مسئلہ کے سلسلے میں حکم کا اطلاق افراد کے لیے عسر و حرج یا نقصان و ضرر کا باعث بنے تو فقہ میں بیان شدہ شرائط کے تحت یہ اصول یعنی نفی حرج، یا "لاضرار" قاعدہ تعطل اور کوتاہ دستی کو توڑنے میں شریعت کو تقویت بخش کر اس کی مدد کر سکتاہے۔ قرآن مجید کا ارشاد ہے:

وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ[1]

اور دین میں کوئی زحمت قرار نہیں دی گئی ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اعلان کیا:

لاضرر ولاضرار۔[2]

(اسلام میں) نقصان پہنچانے یا نقصان برداشت کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

یہ امر قابل توجہ ہے کہ جو مکتب مذکورہ دو قاعدوں یا ایسے دیگر قواعد کا حامل ہو، اس کے پیرو اپنی زندگی میں ہرگز مشکل کا شکار نہیں ہوں گے۔[3]

ان سب سے قطع نظر معاشرتی نظام کی حفاظت اور واجب کا مقدمہ بھی واجب ہوتا ہے اور اہم ترین کو اہم پر مقدم کیا جائے گا (جس کی وضاحت ہو چکی ہے)، یہ چند ایک ایسے مسائل ہیں جو بہت سے مشکل ترین مسائل کو حل کر سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ وسیع اختیارات جو ولایت فقیہ کے ذریعے اسلامی حکومت کو حاصل ہیں

۱۔ سورہ حج۔ ۷۸

۲۔ الکافی، ج۵، ص ۲۸۰۔ سنن ابن ماجہ، ص ۵۷۶، حدیث ۲۳۳۴

۳۔ عقائد امامیہ، آیت اللہ جعفر سبحانی

ان کے ذریعے اسلام کے کلی اصولوں کے اندر رہ کر ان مشکلات کا حل تلاش کیا جاسکتا ہے۔

اسلام کے سوا باقی مذاہب، قومی تھے، عالمی نہ تھے

اسلام سے پہلے دنیا میں جتنے مذاہب موجود تھے وہ ایک دوسرے سے مختلف تھے، بلکہ بعض ایک دوسرے کو رد کرنے والے تھے۔ توحید کے بارے میں بھی وہ انداز گفتگو نہیں تھا جو قرآن مجید کا ہے۔ مثلاً بائیبل خدا کو نہیں بلکہ بنی اسرائیل کے خدا کو پیش کرتی تھی۔ چنانچہ اس میں باربار ذکر آتا ہے کہ

"بنی اسرائیل کا خداوند، مبارک ہے جس نے تجھے بھیجا ہے کہ آج کے دن میرا استقبال کرتے۔"[1]

"خداوند اسرائیل کا خدا، سدا مبارک ہو۔"[2]

موجودہ انجیل کے مطابق حضرت مسیح علیہ السلام اپنے آپ کو صرف بنی اسرائیل کی ہدایت کے لیے مبعوث قرار دیتے تھے اور دوسری قوموں کے افراد کو دھتکارتے تھے چنانچہ انجیل میں لکھا ہے:

"تب یسوع وہاں سے روانہ ہو کے صور اور صیدا کے اطراف میں گیا اور دیکھا کہ ایک کنعانی عورت وہاں کی سرزمین سے نکل کر اسے پکارتی ہوئی چلی آئی کہ: اے خداوند داؤد کے بیٹے! مجھ پر رحم کر، کہ میری بیٹی ایک دیو کے غلبہ سے بے حال ہے۔ اس نے کچھ جواب نہ دیا۔ تب اس کے شاگردوں نے پاس آکر اس کی منت کہ اسے رخصت کر، کیونکہ وہ ہمارے پیچھے چلاتی ہے۔ اس نے جواب میں کہا: میں اسرائیل کے گھر کی کھوئی ہوبھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا۔ پھر وہ آئی اور سجدہ کرکے کہا: اے خداوندا میر مدد کر۔ اس نے جواب دیا کہ: مناسب نہیں کہ لڑکوں کی روٹی لے کر کتوں کو پھینک دیویں۔"[3]

حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ اور ان سے قبل انبیاء نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ ہم ساری انسانیت کے لیے مبعوث ہوئے ہیں۔ یہ دعویٰ جناب ختمی مرتبتؐ نے کیا اور قرآن مجید نے اس کی تصدیق کی اور بتایا کہ آپؐ کی دعوت اور آپ کا دین عالمی ہے اور کسی خاص قوم یا علاقہ سے متعلق نہیں ہے۔ ارشاد ہوا:

وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيۡرًا وَّنَذِيۡرًا وَّلٰكِنَّ اَكۡثَرَ النَّاسِ لَا يَعۡلَمُوۡنَ[4]

اور اے پیغمبرؐ! ہم نے آپؐ کو تمام لوگوں کے لیے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے یہ اور بات ہے کہ اکثر لوگ اس حقیقت سے باخبر نہیں ہیں۔

۱۔ سموئیل، ۲۵/۳۲

۲۔ تواریخ، ۶۱/۶۳

۳۔ متی، ۲۱۔۱۵/۲۵

۴۔ سباء۔ ۲۸

قرآن مجید مزید فرماتا ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنَاكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ[1]

اور ہم نے آپؐ کو عالمین کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

اسی بنا پر ہم دیکھتے ہیں کہ آپؐ اپنی دعوت کے دوران کلمہ "الناس" استعمال فرماتے تھے جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے:

يَآ اَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَاٰمِنُوْا خَيْرًا لَّكُمْ[2]

اے انسانو! تمھارے پاس پروردگار کی طرف سے حق لے کر رسول آگیا ہے، لہٰذا اس پر ایمان لے آؤ!اسی میں تمھاری بھلائی ہے۔

البتہ جب آنحضرتؐ نے اپنی دعوت کا آغاز کیا تو طبیعی طور پر یہ سلسلہ اپنے قبیلہ کو ڈرانے سے شروع کیا تاکہ ان لوگوں کو ڈرائیں جن کو آپؐ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہ آیا تھا۔ ارشاد ہے:

لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتَاهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ[3]

تاکہ آپؐ اس قوم کو ڈرائیں جس کی طرف آپؐ سے پہلے کوئی ڈرانے والا رسول نہیں آیا۔

مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ آپؐ کی رسالت کا دائرہ ایک خاص گروہ تک ہی محدود تھا۔ اسی لیے اکثر ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن مجید جب ایک خاص گروہ کو دعوت دیتا ہے تو فوراً ہی اپنی دعوت کو ان تمام افراد کے لیے بھی حجت قرار دیتا ہے جن تک یہ دعوت پہنچ سکے۔ اس سلسلے میں ارشاد ہوتا ہے:

وَاُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْ بَلَغَ[4]

اور یہ قرآن میری طرف بذریعہ وحی نازل کیا گیا ہے تاکہ میں تمھیں اور جن تک یہ پیغام پہنچے سب کو تنبیہ کروں۔

اس آیہ مجیدہ سے قرآن کا دائمی منشور ہونا ثابت ہے کہ قیامت تک جن جن لوگوں تک یہ الٰہی پیغام پہنچے ان سب کے لیے یہ قرآن دستور حیات اور خاتم ادیان ہے اور ظاہر ہے کہ انبیاء کو سب سے پہلے اپنے قوم و قبیلہ کو ہی اپنے دین کی دعوت دینی چاہیے، خواہ ان کی دعوت عالمی ہو یاعلاقائی۔

رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے آخری نبی اور آخری رسولؐ ہیں۔ آپؐ کی کتاب اللہ کی آخری کتاب ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں جس طرح قوس نزول میں وہ کامل انسانوں کے

۱۔ انبیاء۔۱۰۷

۲۔ نساء۔۱۷۰

۳۔ سجدہ۔۳

۴۔ انعام۔۱۹

سید و سردار ہیں کیونکہ اللہ کی اولین مخلوق ہیں، اسی طرح وہ قوس صعود میں بھی رسالت کے آخری بلندیوں پر فائز ہیں کیونکہ خاتم الانبیاء ہیں۔

اس جملے سے یہ استفادہ ہوتا ہے کہ رسول گرامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام انبیاء کی صفات کے حامل تھے۔ تمام انبیاء کی فرداً فرداً صفات بھی ان میں پائی جاتی تھیں اور بعض خاص صفات میں موجود تھیں۔ اس کے علاوہ یہ بھی استفادہ ہوتا ہے کہ تاقیامت ان سے افضل اور بہتر نبی نہیں آسکتا۔ چونکہ رسول گرامیؐ ایسے انسان کامل ہیں کہ اگر لاکھوں سال اور بھی گزر جائیں ان سے بہتر اور کامل ترین نہیں آ سکتا۔ اگر ان سے زیادہ کوئی کامل ہو تو اس کو مقام خاتمیت پر ہونا چاہیے نہ کہ رسول کریمؐ اور چونکہ تالی باطل ہے پس مقدم بھی باطل ہے۔ اس مطلب کی وضاحت کچھ اس طرح سے ہے :

بصورت قیاس استثنائی اگر رسول کریمؐ سے برتر کوئی انسان قیامت تک ظہور کرے، قطعاً پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسی صورت میں پیغمبر خاتم نہیں ہیں، کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ کسی ایسے انسان کو پیدا کرے جو علمی اور عملی لحاظ سے سرکار ختمی مرتبتؐ سے اکمل اور افضل ہو تو پھر وہ انسان ایسے پیغمبر کی اطاعت نہیں کرسکتا جو علم میں یا عمل میں اس سے کمتر اور اگر اس انسان کا کمال برتر ہو تو پھر اسے مطاع اور متبوع ہونا چاہیے اور پھر رسول اکرمؐ کی امت سے نہیں ہوگا اور وہ اس کمال کی طرف لوگوں کو دعوت دے گا جو اس میں پایا جاتا ہے۔ لہٰذا اگر قیامت تک کوئی شخص رسول پاکؐ سے بہتر ہو گا تو پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم الانبیاء نہیں قرار پائیں گے، مگر چونکہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قطعی طور پر خاتم الانبیاء ہیں، پس کوئی ان سے افضل وجود نہیں رکھتا۔ عصر نبی اکرمؐ سے لے کر انسانوں کی خلقت کی شامگاہ تک کوئی نبی کریم کا ہمسر، ہم پلہ ہے اور نہ آئے گا اور ان کی امامت تمام انبیاء پر موجود رہے گی اور وہ شاہد اور گواہ ہیں تمام جہانوں پر اور تمام شہیدوں (گواہوں) پر۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا[1]

اس دن کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے اور اے محمدؐ! آپؐ کو ان لوگوں پر بطور گواہ پیش کریں گے۔

یعنی امتوں نے جو کچھ دنیا میں کیا ہوگا آپؐ اس کا مشاہدہ کرتے ہوئے گواہی دیں گے۔ آپؐ نہ صرف اپنی امت کے گواہ ہیں بلکہ تمام انبیاء پر بھی ان کی امتوں پر بھی گواہ ہیں۔رسول پاکؐ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں اور ان کی رسالت قیامت تک ہے اور تمام انسانوں کے لیے ہے۔ اس مطلب پر جو آیات دلالت کرتی ہیں ان میں سے کچھ تحریر کرتے ہیں:

۱۔ نساء۔۴۱

تَبٰرَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا[1]

بابرکت ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے پر فرقان نازل فرمایا تاکہ وہ سارے جہاں والوں کے لیے انتباہ کرنے والا ہوں۔

مذکورہ آیہ مجیدہ میں لفظ "العالمین" تمام جہانوں کو شامل ہے اور مطلق ہے، اس میں کوئی قید نہیں ہے۔ اس لیے تمام زمانوں کو قیامت تک شامل ہے۔ یہ مکانی اور زمانی کسی بھی لحاظ سے محدود نہیں ہے۔ اسی لیے بہت سے مفسرین نے اس سے اسلام کا عالمی اور تا قیامت ہونا مراد لیا ہے۔[2]

ایک اور مقام پر ارشاد ربانی ہے:

وَمَا أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا[3]

اور ہم نے آپؐ کو تمام انسانوں کے لیے بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔

قُلْ يٰأَيُّهَا النَّاسُ إِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ إِلَيْكُمْ جَمِيْعًا[4]

کہہ دیجیے: اے لوگو! میں تم سب کو طرف اللہ کا رسول ہوں۔

اور ارشاد ہے:

إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِيْنَ[5]

(یہ قرآن) نہیں ہے مگر عالمین کے لیے ذکر۔یہ تمام آیات مجموعاً رسول اکرمؐ کی خاتمیت اور قرآن کے دائمی ہونے پر زور دیتی ہیں۔

ختم نبوت احادیث کی روشنی میں

*حدیث کی کتابوں میں مشہور حدیث ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مثلی و مثل الانبیاء کرجل بنی دارا فاکملها واحسنها الاموضوع لبنة فجعل الناس یدخلونها ویتجبون ویقولون لولا موضع اللبنة[6]

۱۔ فرقان۔۱

۲۔تفسیر کبیر، فخرالدین رازی، ج۲۴۔ تفسیر قرطبی،ج۷۔ روح البیان، ج۴۔ مجمع البیان،ج۴،۳،ص ۲۸۲۔

۳۔ سباء۔۲۸

۴۔ اعراف۔۱۵۸

۵۔ انعام۔۹۰

۶۔ صحیح بخاری،ج۹، ص ۵۸، حدیث ۳۵۳۴، صحیح مسلم،ج۴، ۱۷۹۱

باقی انبیاء کی مثال میری نسبت ایسے ہی ہے جیسے کسی شخص نے بہت ہی اچھا گھر بنوایا ہو، لوگ اسے دیکھنے کے لیے آئیں اور اس کی خوبصورتی کو دیکھ کر تعجب کریں اور اس کے گرد چکر لگائیں اور کہیں کہ اس سے بہتر ہم نے نہیں دیکھا لیکن یہ بھی کہیں کہ اس محل میں ایک اینٹ کی جگہ خالی ہے پس وہ خالی جگہ کو پر کرنے والی اینٹ ہوں میں آگیا اور (نبوت کے محل کو کامل کردیا) سلسلہ انبیاء اختتام کو پہنچا۔

* نہج البلاغہ کے بہت سے خطبوں میں خاتمیت کی تصریح کی گئی ہے۔ خطبہ نمبر ۱۷۳ میں ارشاد فرمایا:

امین وحیہ وخاتم رسلہ

(محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) وحی الٰہی کے امین اور رسولوں کے خاتم تھے۔

خطبہ ۱۳۳ میں ارشاد ہے:

ختم بہ الوحی۔

خداوند عالم نے آپؐ پر سلسلہ وحی کا اختتام فرما دیا۔

خطبہ ۷۲ میں حضرت علیؑ رسول پاکؐ پر درود بھیجتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

الخاتم لما سبق والفاتح لما انغلق۔

(آپؐ) پہلی (نبوتوں کے) ختم کرنے والے اور بند (دلوں) کھولنے والے تھے۔ قابل توجہ نقطہ یہ ہے کہ بحارالانوار جس کی ۱۱۰ جلدیں ہیں، کمپیوٹر کی مدد سے دیکھا گیا تو اس میں کلمہ "خاتم الانبیاء"، "خاتم النبیین"، "خاتم الرسل" تین سو سے زیادہ مرتبہ آیا ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ آئمہ اطہار علیہم السلام کی روایات میں ختم نبوت اور ختم الرسل کے کلمات کس قدر واضح تھے اور رسول پاکؐ کے ذریعے مسلمانوں میں اس بات کی کس حد تک شہرت تھی کہ رسول پاکؐ اللہ کے آخری پیامبر ہیں۔

* سنی اور شیعہ کی معتبر کتابوں میں حدیث منزلت آئی ہے جو رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگ تبوک پر جاتے ہوئے ارشاد فرمائی:

الا ترضی ان تکون منی بمنزلة هارون من موسی الا انه لیس نبی بعدی۔[1]

(اے علیؑ!) تمھیں مجھ سے وہی نسبت ومنزلت حاصل ہے جو ہارون کو موسیٰ کے نزدیک حاصل تھی مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

یہ حدیث جنگ تبوک کے علاوہ یوم مواخات اول اور یوم مواخات دوم اور ام سلیم کہ جس کا باپ اور بھائی شہید ہو گئے تھے، ان کو تسلی دینے کے موقع پر بیان فرمائی اور اسی حدیث کو اس موقع پر بھی فرمایا۔ جب سب کے دروازے مسجد کی طرف بند کر دیے گئے سوائے اپنے دروازے اور علیؑ کے دروازے کے۔ یہ

۱۔ صحیح بخاری، ج۱۰، ص ۵۰۲، حدیث ۴۴۱۶

حدیث ثابت کرتی ہے کہ رسول پاکؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آنے والا۔
*وہ احادیث جن میں فرمایا گیا ہے کہ احکام اسلام قیامت تک باقی رہنے والے ہیں، واضح انداز میں ختم نبوت پر دلالت کرتی ہیں۔ اصول کافی میں ہے:

حلال محمد حلال ابدا الی یوم القیمة وحرامه حرام ابدا الی یوم القیمة لا یکون غیره ولا یجی غیره۔[1]

حلال محمد حلال ہے قیامت تک اور محمدؐ کا حرام کیا ہوا حرام ہے قیامت تک آپؐ کے علاوہ کوئی دوسرا (احکام الٰہی لے کر) نہیں آئے گا۔

حجۃ الوداع کے موقع پر رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

الا فلیبلغ شاهد کم غائبکم، لا نبی بعدی ولا امة بعد کم۔

آگاہ ہو جاؤ! اس پیغام کو جو حاضر ہیں غائبین تک پہنچائیں، میرے بعد کوئی نبی نہیں اور نہ تمھارے بعد دوسری امت ہے۔

اس کے بعد آپؐ نے فرمایا:

اللهم اشهد انی قد بلغت۔[2]

خدایا! گواہ رہنا کہ مجھے جو کچھ پہنچانا چاہیے تھا، پہنچا دیا ہے۔

*سنن ترمذی میں منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی۔[3]

رسالت و نبوت منقطع ہو گئی ہے۔ اب میرے بعد نہ کوئی رسول آئے گا اور نہ کوئی نبی۔

چند سوالات اور ان کے جوابات

سوال: کبھی یہ کہا جاتا ہے کہ "خاتم" کے معنی زینت کے ہیں؟ اس لیے آیت کا مفہوم یہ ہوگا کہ آپؐ پیغمبروں کی زینت ہیں نہ یہ کہ پیغمبروں کے خاتم؟

جواب: "خاتم" کے معنی زینت نہیں ہیں بلکہ اس کے معنی انگشتر کے ہیں۔ تمام پیغمبروں کی نبوتیں رسول اکرمؐ کی نبوت کی وجہ سے اوران کے لیے کیے گئے میثاق کی وجہ سے ہیں اور پھر "خاتم" کا اصلی معنی انگشتری نہیں بلکہ وہ "مہر" ہے جو خطوط اور دستاویزات کے آخر میں لگائی جاتی تھی۔ رسول پاکؐ کی مہر چاندی ی

۱۔ الکافی، ج۲۱، ص ۵۸

۲۔ بحارالانوار، ج۲۱، ص۳۲۱

۳۔ سنن ترمذی، ج۴، ص۵۳۳، حدیث ۲۲۷۲۔

تھی۔ قرآن مجید میں بھی لفظ ''ختم'' مہر کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ ارشاد ہے:
خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِہِمْ وَ عَلٰی سَمْعِہِمْ[1]

موجودہ دور کا نیا دین گھڑنے والے افراد مسئلہ ختم نبوت کو مخدوش کرنے کے لیے یہ استدلال پیش کرتے ہیں کہ قرآن کا سرکار رسالت مآبؐ کو ختم الانبیاء کہا ہے، خاتم المرسلین نہیں کہا حالانکہ یہ ایک بہت بڑا مغالطہ ہے، کیونکہ رسالت کا درجہ نبوت کے درجہ سے بالاتر ہے۔ ٹھیک اسی طرح جیسے ہم کہیں کہ فلاں شخص سرزمین حجاز میں نہیں ہے تو یقیناً وہ مکہ میں بھی نہیں ہے ہوگا لیکن اگر ہم یہ کہیں کہ وہ مکہ میں نہیں ہے تو ہو سکتاہے کہ وہ حجاز کے کسی اور علاقہ میں ہو۔ اسی بنا پر اگر حضور گرامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خاتم المرسلین کا نام دیا جاتا تو تصور میں آسکتا تھاکہ شاید وہ خاتم الانبیاء نہ ہوں لیکن جب فرمایا گیا ہے کہ وہ خاتم الانبیاء ہیں تو یقیناً خاتم المرسلین بھی ہیں اور منطقی اصطلاح کے لحاظ سے ''رسول'' اور''نبی'' کے درمیان عام و خاص مطلق کی نسبت ہے(غور کیجیے)۔[2]

سوال: ختم نبوت ترقی و کمال سے کیونکر ہم آہنگ ہے؟ کیا ممکن ہے کہ انسانی معاشرہ جمود کا شکار ہو کرکسی خاص منزل پر جا کر رُک جائے؟ کیا انسانی تکامل اور ارتقاء کا کوئی حدو حساب بھی ہے یا نہیں؟ کیا ہم اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھ رہے کہ موجودہ زمانے کے انسان گذشتہ دور کے لوگوں سے علم دانش اور تمدن و ثقافت کے اعتبار سے فائق ہیں؟ تو ان حالات میں کیونکر ممکن ہے کہ دفتر نبوت کلی طور پر بند کر دیا جائے اور انسان اپنے ارتقائی مراحل میں نئے پیغمبروں کی رہبری سے محرم کردیا جائے؟

جواب: ایک نکتے کی طرف توجہ کرنے سے اس سوال کا جواب واضح ہوجاتا ہے اور وہ یہ کہ کبھی انسان اپنے فکر و تمدن کے بلوغ کے اس مرحلہ تک پہنچ سکتا ہے کہ آخری نبی جو جامع اصول سے مسلسل استفادہ کرنے سے وہ اپنے سفر کر جاری رکھ سکے۔ بعینہ اس طرح جس طرح انسان تعلیم کے مختلف شعبوں میں نئے معلم اور مربی کا محتاج ہوتا ہے تاکہ مختلف تعلیمی ادوار کو گزار سکے لیکن جب ڈاکٹریٹ کے مراحل پر تعلیم جاری رکھنے کےلیے اسے نئے اساتذہ کے پاس جانے کی ضرورت نہیں رہتی، بلکہ اس تعلیم کے بل بوتے پر اپنی تحقیقات میں لگا رہتا ہے جو سابقہ استادوں خاص کر آخری استاد کے پاس سے حاصل کی تھی۔ اس طرح سے وہ اپنے ارتقاء کے مراحل کو طے کرتا رہتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں: راستے کی مشکلات کو ان کلی اصولوں کے ذریعہ حاصل کرتا رہتا ہے جو اس نے آخری استاد سے حاصل کیے تھے۔ اس بنا پر یہ ضروری نہیں کہ زمانہ گزرنے کے ساتھ ساتھ نت نیا دین آتا رہے۔

۱۔ بقرہ۔۷
۲۔تفسیر نمونہ، ج۹، ص ۶۶۵

باالفاظ دیگر گزشتہ انبیاء میں سے ہر ایک نے انسان کی ارتقاء کے لیے کچھ نقشے ایسے بتائے ہیں تاکہ وہ اس نشیب و فراز والے رستوں میں پیش رفت کر سکے، حتیٰ کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے خدا کی طرف سے ایک مکمل اور جامع نقشہ مل گیا جس کے ذریعے وہ راستے کی مشکلات کو حل کر سکتا ہے۔

سوال: ایک اور سوال یہ ہے کہ وحی کا نزول ہو یا عالم غیب کا اور ماوراء طبیعت سے ارتباط، عالم بشریت کے لیے خدا کی طرف سے ایک بہت بڑا احسان اور اعزاز ہے اور تمام سچے مومنین کے لیے امید کا دریچہ ہے۔ تو کیا اس ارتباط کا منقطع ہوجانا اور امید کے اس دریچے کا بند ہو جانا پیغمبر خاتم کے بعد آنے والے انسانوں کے لیے ایک عظیم محرومی نہ ہوگی؟

جواب: اس سوال کا جواب بھی اس نکتے کی طرف توجہ کرنے سے واضح ہو جاتا ہے کہ:

اولا: وحی اور عالم غیب سے رابطہ در حقیقت حقائق کے ادراک کے لیے ہے اور جب کہنے کی باتی کہی جا چکی ہوں اور روز قیامت تک کی ضروریات کے تمام کلی اور جامع اصول پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرامین کی روشنی میں بیان ہو چکے ہوں تو پھر اس رابطہ کے منقطع ہو جانے سے کوئی مسئلہ پیدا نہیں ہوگا۔

ثانیاً: جو کچھ نبوت کے خاتمے کے بعد ہمیشہ کے لیے منقطع ہوگیا ہے وہ ہے (نئی شریعت کے لیے وحی) یا "سابق شریعت کی تکمیل" نہ کہ عالم طبیعت کے ماوراء ہر قسم کے رابطہ کا انقطاع، کیونکہ آئمہؑ بھی عالم غیب سے رابطہ رکھتے ہیں اور وہ سچے مومنین بھی جو تہذیب نفس کے ذریعے اپنے دلوں سے حجابوں کو دور کرکے کشف و شہود کے مناصب پر فائز ہوچکے ہیں۔

مشہور فلسفی صدرالمتالہین شیرازی "مفاتیح الغیب" میں یوں رقم طراز ہیں:

"وحی اس معنی کے لحاظ سے کہ فرشتہ ماموریت اور پیغمبری کے لیے نبی کے کان اور دل پر نازل ہوتا ہے تو یہ سلسلہ اگرچہ منقطع ہو چکا ہے اور کسی فرشتہ نازل نہیں ہوتا اور نہ ہی کسی کو کسی قسم کے فرمان کے نفاذ پر مامور کرتا ہے، کیونکہ آیہ اکمال دین کے حکم کے مطابق جو کچھ اس راستے سے انسان تک پہنچنا چاہیے تھا وہ پہنچ چکا ہے، لیکن الہام و اشراق کا دروازہ ہرگز بند نہیں ہوا و ر نہ ہی ہوگا، کیونکہ اس دروازے کا بند ہونا ممکن بھی نہیں۔"[1]

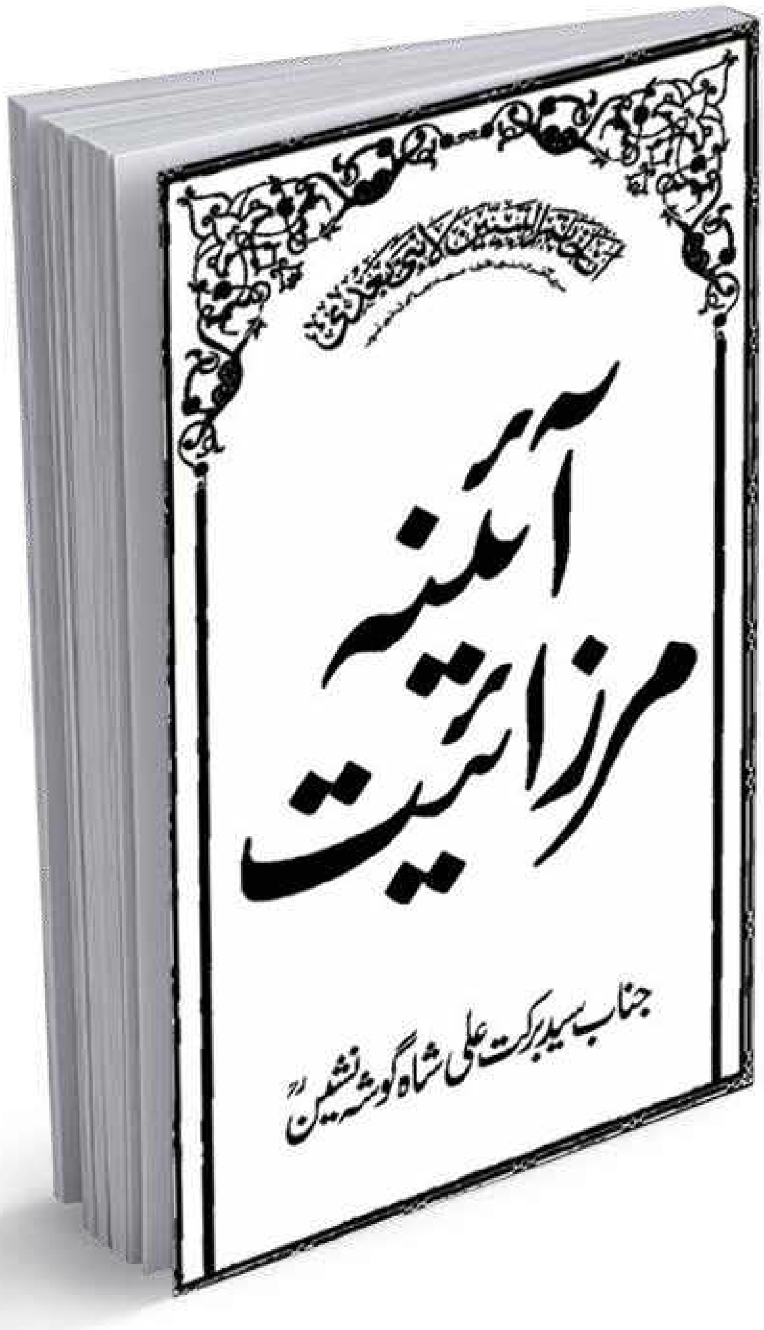
اصولی طور پر یہ رابطہ نفس کی ارتقاء روح کی جلا اور باطن کے صفا کا نتیجہ ہوتا ہے اور یہ چیز صرف نبوت اور رسالت کے ساتھ ہی مخصوص نہیں ہوتی، بلکہ جس وقت بھی اس کے مقدمات اور شرائط فراہم ہو جائیں، یہ معنوی رابطہ قائم ہو جاتا ہے اور بنی نوع انسان اس فیض سے کبھی محروم تھی اور نہ ہوگی۔[2]

۱۔ مفاتح الغیب، ص ۱۳

۲۔ تفسیر نمونہ، ج۹، ص ۶۶۸

پس حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے آخری نبی اور آخری رسول ہیں اور قرآن آخری کتاب ہے اور شریعت محمدی آخری شریعت ہے۔ اسلام کو اللہ نے دین کے طور پر پسندفرمایا ہے۔ اب کوئی وحی تشریعی نازل نہیں ہوگی۔ البتہ فرشتوں کا انسان کامل اور حجت خدا پر آنا قرآن سے ہی ثابت ہے۔[1]

۱۔ ملاحظہ ہو سورہ قدر


آئینہ مرزائیت
جناب سید برکت علی شاہ گوشہ نشین رح

بہائیت۔ مطالعہ و تجزیہ

عبدالرحمٰن

بہائیت کو بہائی حضرات امر بہائی کہتے ہیں، اس سے مراد وہ مذہب/ ریلیجن ہے جس کی ابتداء تو سید علی محمد شیرازی عرف باب سے بابیت کے نام پر مورخہ ۲۳ مئی ۱۸۴۴ء کو ہوئی مگر بعد میں پوری دنیا میں بہائیت یا امر بہائی کے نام سے متعارف ہوا۔ اب اس کا انتساب مرزا حسین علی نوری عرف بہاء اللہ سے ہے جس نے ۲۱ اپریل ۱۸۶۳ء کو مسیح موعود کا دعویٰ کر کے بابی تحریک کو ٹیک اوور کر کے بہائیت یا امر بہائی بنا دیا۔ انیسویں صدی میں نئے انبیاء تیار کیے گئے ۔

بابیت کی ابتداء

باب کا دعویٰ امام مہدی ہونے کا تھا۔ پہلے دن ۱۸ لوگوں نے اس کا دعویٰ قبول کیا۔ لہٰذا ۱۹ کا عدد بہت اہم ہے۔ ۱۹ مہینے، ۱۹ روزے ۔ باب نے علماء کے سوالات کا جواب دینے میں ناکامی پر اپنی غلطی کا اعتراف کیا اور توبہ کی ۔ باب نے دوبارہ بغاوت شروع کی، گرفتار ہوا۔ پھر علماء کے سامنے پیش کیا گیا۔ اس نے دوبارہ توبہ کی۔ یہ واقعہ ستمبر ۱۸۴۸ء میں تبریز کا ہے ۔اس کا معافی نامہ پروفیسر براؤن نے اپنی کتاب کے ص: ۲۵۲ اور ۲۵۶ دیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ اُسی کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔

(Materials for the study of the Bahi Religion)

باب نے جو عبارتیں وحی بنا کر پیش کیں ان میں صرف ونحو کی غلطیاں تھیں۔ علماء نے ان کی نشاندہی کی تو باب نے جو بہانہ بنایا اُسے علامہ اقبال نے یوں نظم کیا:

تھی خوب حضورِ عُلماء باب کی تقریر۔ بیچارہ غلط پڑھتا تھا اِعراب سماوات
اس کی غلطی پر علما تھے مُتبسّم۔ بولا تمھیں معلوم نہیں میرے مقامات
اب میری امامت کے تصدق میں ہیں آزاد۔ محبوس تھے اِعراب میں قرآن کے آیات[1]

ایرانی حکمران محمد شاہ کی وفات کے بعد اس کا بیٹا ناصرالدین شاہ ۱۸۴۸ء کو تخت نشین ہوا۔ اسکی عمر ۱۶ سال تھی۔ ان حالات کا فائدہ اٹھا کر بابیوں نے پھر بغاوت کر دی۔ ایرانی وزیر اعظم مرزا تقی امیر نظام کے حکم سے گورنر نے باب کو فوجی دستے کے ذریعے فائرنگ سے ہلاک کرا دیا۔ یہ واقعہ اتوار ۹ جولائی ۱۸۵۰ء کا ہے۔ پھر ۵۹ سال بعد اسکی لاش حیفا فلسطین لے جا کر کوہ کرمل کی ڈھلوان پر دفن کر دی گئی اور بہاء اللہ کے بیٹے عبدالبہاء نے وہاں ایک مقبرہ تعمیر کر دیا۔

باب کا اصل دعویٰ

اس کے اصل دعویٰ کا پتہ نہیں چلتا۔ اس نے اتنے سوانگ رچائے کہ اصل دعویٰ گم ہو کر رہ گیا ہے۔ پہلے اس نے باب اور امام زماں ہونے کا دعویٰ کیا۔ پھر مکہ میں باب معرفۃ اللہ ہونے کا دعویٰ کیا۔ حج سے واپسی پر امام مہدی بلکہ ان سے اعلیٰ ہونے کا دعویٰ کیا۔ اپنی کتاب "البیان" فارسی میں کبھی رسولوں میں سے ایک رسول اور کبھی الوھیت کا دعویٰ کرتا ہے۔[2]

بہائی عالم ڈاکٹر صابر آفاقی (م ۲۰۱۱) نے اپنی کتاب ظہور مہدی و مسیح میں خود باب کے حوالہ سے اس کا لقب رب اعلیٰ اور رب الامم بھی لکھا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے الوھیت کا دعویٰ بھی کیا تھا (مذکورہ کتاب، ص:۸۸۔۸۹)۔ یہ یاد رہے کہ رب اعلیٰ ہونے کا دعویٰ پہلے فرعون ملعون بھی کر چکا ہے[3] جس کا انجام اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا کہ "تو خدا نے اس کی دنیا اور آخرت دونوں کے عذاب میں پکڑ لیا۔ (آیت:۲۵)

بہائی مذہب کے حکیم نور دین یعنی ابوالفضل پائیگانی نے بھی باب کا مقام ومنصب ربوبیت کا مالک لکھا

۱۔ ضربِ کلیم

۲۔بہائیت، ص:۶۱

۳۔ نازعات،۷۹:۲۴

ہے [1]۔ اسی طرح صابر آفاقی نے اس کو رب لکھا ہے [2]۔ بہاء اللہ کے نواسے اور بہائی قوم کے تیسرے سربراہ شوقی آفندی نے باب کو پیغمبر لکھا ہے [3] اس نے دوسری جگہ باب کو شیراز کا پیغمبر اور ایلیاہ نبی (سیدنا الیاسؑ) کی رجعت لکھا ہے۔ [4] ابوالفضل نے باب کو امّی لکھا ہے [5]۔ جبکہ صابر آفاقی کے مطابق کئی سال مدرسہ میں پڑھتا رہا۔ [6]

موجودہ دور کے بہائی عالم سید محمد علی شاہ آف سرگودھا نے باب کو ذکر اوّل لکھا ہے جس سے تمام اشیاء موجود ہیں اور اس کے امر سے قائم ہیں (دین بہائی اور احمدیت، ص:۱۰)۔ شوقی نے اسے تمام مخلوق کا منبع لکھا ہے۔ [7]

باب کے دعویٰ کا وقت

اس نے دعویٰ کا وقت بہت سوچ سمجھ کر چنا تھا اور اس نے ۲۳ رمضان شب جمعہ غروب آفتاب کے دو گھنٹے بعد دعویٰ کی تاریخ ۲۳رمضان لکھی تا کہ بحار الانوار وغیرہ کی روایات کا مصداق خود کو قرار دے سکے [8] صابر آفاقی نے ص:۱۷۷ پر دعویٰ کیتاریخ ۲۳ رمضان لکھی تا کہ اس صفحہ پر مذکور شیعہ روایات کے مطابق تطبیق ہو جائے مگر ص:۱۸۳ پر ۵ جمادی الاول لکھی تا کہ اس صفحہ پر مذکور بحار الانوار کی روایت کے مطابق ہو جائے۔ یہ صابر آفاقی کی چالاکی کا ادنیٰ نمونہ ہے اور اسکی ساری کتاب ظہور مہدی و مسیح ایسی ہی چالاکیوں سے بھری پڑی ہے۔

باب کا اپنے دعویٰ سے انکار اور توبہ

۱۔ باب نے پہلی توبہ شیراز میں شیخ ابو تراب کے سامنے کی اور اپنی غلطی کا اعتراف کیا جس کے بعد گورنر نے اسے شخصی ضمانت پر رہا کر دیا اور گھر جانے کی اجازت دی۔ [9]

۲۔ باب نے دوسری بار تبریز میں شیعہ مجتہدین کی ایک جماعت کے سامنے توبہ کی اور اپنے ہاتھ سے توبہ

۱۔ ظہور مہدی و مسیح، ص:۲۶۱، ۲۷۶

۲۔ ایضاً، ص:۲۷۴

۳۔ قرن بدیع، ص:۱۴

۴۔ ایضاً، ص:۳۵۶

۵۔ الفرائد، ص:۳۹۸

۶۔ ظہور مہدی، ص:۱۳۸

۷۔ قرن بدیع، ص:۳۴، ۹۴

۸۔ ظہور مہدی، ص:۱۷۷

۹۔ نقطہ الکاف، ص:۱۳۳، مرتبہ براؤن بہائیت، ص:۴۶

نامہ لکھ کر دیا۔ اس توبہ نامہ میں ولی عہد اور شاہ ایران کے لیے بڑے بڑے القاب درج ہیں، انکی مہربانیوں کا تذکرہ ہے اور معافی ودرگذر کی استدعا ہے۔ اس نے اپنے دعووں سے توبہ کرتے ہوئے لکھا کہ حضور ولی عہد اپنی درگذر، عنایت اور رحم وکرم سے اس بندہ کو سرفراز فرمائیں گے۔

بہائیت اور بابیت کا پودا روسی عیسائیوں نے لگایا جسے بعد میں برطانیہ نے پروان چڑھایا۔ یہ روسی بچہ تھا جسے برطانیہ نے گود لیا۔ آج کل اسرائیل اس کی حفاظت کر رہا ہے۔

انیسویں صدی میں کفار نے مسلم ممالک پر اپنا تسلط قائم کیا تو مسلمانوں کے جذبہ جہاد کو ختم کرنے کے لیے مختلف سازشیں کیں ۔ان میں نئے انبیاء تیار کرنا بھی شامل تھا۔ ایران میں علی محمد باب اور مرزا حسین علی نوری عرف بہاء اللہ کو تیار کیا اور ہندوستان میں مرزا غلام احمد قادیانی کو کھڑا کیا جس کا ثبوت یہ ہے کہ: مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی کتاب البریہ میں خود کو انگریزی حکومت کا خود کاشتہ پودا قرار دیا۔[۱] اس نے اپنی تعلیمات میں جہاد کو قطعی حرام قرار دیا اور جہاد کرنے والوں کو حرامی اور بدکار قرار دیا۔[۲]

اسی طرح بہاءاللہ بھی روسی حکومت کا پروردہ تھا۔ ایرانی حکومت نے جب اسے گرفتار کیا تو روسی سفیر ڈول گورکی نے مداخلت کی۔ وزیراعظم کے انکار پر سفیر نے کہا کہ بہاء اللہ آپ کے پاس روسی حکومت کی امانت ہے جس کی حفاظت لازمی ہے۔[۳] اسی سفیر کی کوششوں سے بہاءاللہ کو ایرانی حکومت سے رہائی ملی۔[۴] جب بہاءاللہ کو عکہ بھیج دیا گیا تو وہاں یورپین جنرل نے گورنر کے ہمراہ اس سے ملاقات کی۔[۵]

جنگ عظیم اول میں عبدالبہاء کی حفاظت کے لیے برطانوی وزارت خارجہ نے اپنے جنرل کو مراسلہ لکھا کہ عبدالبہاء اور اس کے خاندان کی ہر طرح سے حفاظت کی جائے۔ اس جنرل نے حیفہ فتح کرنے کے فوراً بعد لندن بحری تار بھیجا کہ عبدالبہاء محفوظ ہے۔[۶] آج کل بہائیوں کا مرکز عکہ اسرائیل میں ہے اور انہی کی سرپرستی میں وہ رہ رہے ہیں۔

جہاد کے بارے میں کتاب اقدس میں لکھا ہے کہ: آلات حرب اٹھانا تم پر حرام کر دیا گیا ہے[۷] اس ظہور

۱۔ ص:۳۳۲، روحانی خزائن، ج:۱۳، ص:۳۵۰

۲۔ شہادت القرآن، ص:۸۴، روحانی خزائن، ج:۶، ص:۳۸۰، مجموعہ اشتہارات، ج:۱، ص:۶۶، ج:۲، ص:۴۱۷

۳۔ شوقی آفندی : قرنِ بدیع، ص:۱۰۹

۴۔ ایضاً، ص:۱۴۹۔ ۳۷۳

۵۔ ایضاً، ص:۲۲۵

۶۔ ایضاً، ص:۳۹۲

۷۔ اردو حصہ، ص:۷۷، عربی، ص:۱۵۰، پیرا:۱۵۹

اعظم میں تمام دنیا والوں کو ام الکتاب سے جو پہلی بشارت ملی وہ کتاب سے جہاد کا حکم مٹا نا ہے۔[1]

ان فتنوں کا جواب تب سے اب تک علماء دیتے آ رہے ہیں۔ یہ مقالہ بھی ان علماء کے قدموں میں بیٹھنے کی کوشش ہے۔ بہائیوں نے اپنی کتابوں میں ۱۶۶ قرانی آیات سے استدلال کیا۔ ان قرانی دلائل کا یکجا جواب کہیں نظر سے نہیں گزرا۔ البتہ میں نے خدا کی توفیق سے ان کے قرآنی اور احادیث سے استدلال کا جواب دیا ہے۔

بہاء اللہ کا دعویٰ

بہاء اللہ نے دعویٰ دس سال چھپایا

بہاء اللہ نے اپنا دعویٰ دس سال تک چھپایا اور پورے دس سال بعد بھی اس کی گہری باتیں صرف انہی لوگوں پر ظاہر کی گئیں جو اس کے بہت ہی بے تکلف ساتھی تھے۔ قرن بدیع،[2]

دعویٰ کی بنیاد خواب ہے [3]

بہاء کا دعویٰ

اس کا دعویٰ ظہور موعود ہے نہ کہ دعویٰ نبوت یا نیابت... مظہر امراللہ شریعت سابقہ کو جاری کرنے پر مجبور نہیں ہے... مظہر امراللہ خدا کے حکم سے ضروریات وقت کے مطابق شریعت وضع کرتا ہے اور قانون بناتا ہے۔[4]

الوہیت کی نسبت

شوقی آفندی نے اپنی کتاب قرن بدیع کے باب امر بہائی کی پیدائش میں بہاء کو باقی القابات کے ساتھ ساتھ ان القابات سے بھی یاد کیا: ازلی باپ، رب الافواج، الرب الارباب، الاصل القدیم، الموجود بالذات، ممتحن عباد،

۱۔ بشارات: بہاء اللہ ، ص:۱۔۳۰، اشراقات، بہاء اللہ، ص:۱۰۸۔۱۰۹

Gabriel Palmer-Fernandez, The Encyclopedia of Religion and War, Routledge, New York, 2004, P.34

۲۔ ص:۱۴۶، ۱۵۹، ۱۷۴، ۱۷۵، ۴۱۲

۳۔ قرن بدیع، ص:۱۳۴، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۶۷، ۱۸۴، ۱۹۳، ۲۰۰

۴۔ الفرائد، ص:۱۶۲

رب میثاق[1] رب جو تمام روئے زمین پر سلطنت کرے گا[2] وہ جس نے موسیٰؑ سے جلتے ہوئے درخت میں سے سینا پر کلام فرمایا[3] رب غیب وظہور[4] ان القابات سے معلوم ہوتا ہے کہ باب کا دعویٰ الوہیت کا تھا۔ وحی بھی وہ خود ہی نازل کر لیتا تھا[5] بہاء نے لکھا کہ میں بے شک قادر وجبار ہوں[6] پادریوں کے نام خط میں لکھا کہ وہ جو تمام آدمیوں کا خداوند ہے، وہ ظاہر ہو گیا ہے[7]

مرزا محمد علی کے بارے میں بہاء نے کہا "وہ یقینا میرے بندوں میں سے ہے"[8] امریکہ کے بہائیوں کو بہاء کے رسول کہا گیا۔[9]

اس کے بیٹے عبدالبہاء نے بھی خود کو روح القدس کے طور پر پیش کیا جو بہائیوں کی حفاظت کرتا ہے[10] اس نے خود کو ساکنان ملاء اعلیٰ اور فرشتوں کا حاکم کہا[11]

پائیگانی نے بھی بہاء کو رب الارباب اور مالک ایجاد لکھا ہے[12]

ڈاکٹر صابر آفاقی بہائی نے اِسے ابدی باپ اور رب الجنود لکھا ہے[13]

بہائی حضرات کے بقول بہاء نے ۲۱ اپریل ۱۸۶۳ء کو موعود کل ادیان ہونے کا اعلان کیا[14]

بہاء نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ وہ نبی یا رسول یا ولی ہے بلکہ اس کا دعویٰ بقائے الٰہی اور منظر اکبر کا ہے[15]

۱۔ ایضاً، ص:۱۳۵

۲۔ ایضاً، ص:۱۳۶

۳۔ ایضاً، ص:۱۳۸

۴۔ ایضاً، ص:۱۳۹

۵۔ ایضاً، ص:۲۲۹، ۲۸۴

۶۔ ایضاً، ص:۲۷۵

۷۔ ایضاً، ص:۲۷۶

۸۔ ایضاً، ص:۳۲۴

۹۔ ایضاً، ص:۳۲۹

۱۰۔ ایضاً، ص:۴۲۲

۱۱۔ ایضاً، ص:۴۷۹

۱۲۔ الفرائد، ص:۲۴۸، اردو

۱۳۔ ظہور مہدی و مسیح، ص:۴۲۶

۱۴۔ ایضاً، ص:۳۸۷

۱۵۔ ایضاً، ص:۵۰۸

امام مہدی کی حیثیت سے حضرت سید علی محمد باب اور مسیح موعود کی حیثیت سے حضرت بہاء اللہ تشریف لائے۔[1] خود کو خدا کہلانے کی وجہ سے ہی بہاء نے اپنے خطوط کو الواح کہا کیونکہ قرآن مجید میں خدا تعالیٰ حضرت موسیٰؑ کو دی جانے والی تورات کی تختیوں کے بارے میں فرمایا "اور ہم نے تختیوں میں ان کے لیے ہر قسم کی نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل لکھ دی۔ اسے زور سے پکڑے رہو"[2]

بہائی مذہب کے نئے احکام

بہائی عالم ڈاکٹر صابر آفاقی اپنی کتاب ظہور مہدی و مسیح میں چند نئے احکام کے تحت بہائی مذہب کے احکام درج کیے ہیں۔ ان کو یہاں درج کیا جاتا ہے تا کہ آپ دیکھ سکیں کہ ان میں سے کون سا حکم نیا ہے۔ "قتل وزنا کی حرمت، بیکار بیٹھنا منع ہے، بیٹے اور بیٹی کی تعلیم و تربیت، موسیقی کو حلال قرار دینا، ایک شادی کی اجازت، دو سے زیادہ بیویوں کی ممانعت، بردہ فروشی کی ممانعت، ناپاکی کا حکم اٹھا لیا گیا، تمام ادیان سے میل جول، نزاع وجدال کی ممانعت، جنگی اسلحہ اٹھا کر چلنے کی حرمت، حیوان پر رحم"۔[3] بہائیت نے اسلام کو منسوخ کر کے ایک نیا مذہب اور شریعت پیش کی۔ امام باقرؑ سے منسوب روایت میں ہے کہ امام مہدی نیا دین، نئی کتاب، نئی سنت اور نظام عمل لے کر آئیں گے۔[4] اس میں قرانی آیات سے جو استدلال کیا وہ بالکل بے بنیاد ہے۔

دوران تحقیق یہ بات سامنے آئی کہ بہائی استدلال کی مندرجہ ذیل بنیادیں ہیں:

سیاق و سباق سے الگ کر کے حوالہ دینا

تاویل باطل

مغالطہ دینا

مارکیٹنگ

ذیل میں بہائی استدلال بابت الٰہیات، نبوت و معاد سے مثالیں پیش کی گئی ہیں۔

۱۔ ظہور مہدی و مسیح، ص:۵۰۷

۲۔ اعراف۷:۱۴۵

۳۔ ایضاً، ص:۵۱۹ تا ۵۲۱

۴۔ بحارالانوار، ج۵۲، ص:۲۳۱، روایت نمبر:۹۶

ا۔الٰہیات سے متعلق قرانی دلائل کا خلاصہ

اسلام کی مدت ہزار سال ہے۔ آیت:۱ دلیل تکمیل دین آپ ﷺ کے دور میں اور تدبیر دین، ۱۲ائمہ کے دور میں ۲۶۰ ہجری تک۔

روح قدسی (خدا تعالیٰ) بشری جسم کے بغیر ظاہر نہیں ہو سکتی جس کے ساتھ تمام جسمانی خصوصیات بھی لازمی ہیں۔

بیان قران ناممکن ہے جب تک کوئی ظہور نہ ہو۔

سورۃ الشمس کے شمس سے مراد بہا اللہ اور قمر سے مراد باب ہیں۔

مشارق سے مراد انوار الٰہی کے ظاہر ہونے کے مقامات، آسمان پھٹنے سے مراد پہلے دین کا منسوخ ہو جانا، اور زمین کی تبدیلی سے مراد دلوں کی زمین کا معرفت و حکمت کی زمین سے بدل جانا ہے۔

سورہ نور میں قندیل سے مراد نور خداوندی، شجرہ مبارکہ سے مراد مظاہرِالٰہیہ ہیں۔

میزان (سورہ رحمٰن) سے مراد باب کا ظہور ہے۔

سورہ نجم میں نشاۃ اخری سے مراد مظہر ظہور کے ذریعے دوسری امت کھڑی کرنا ہے اور یہ سلسلہ ہمیشہ جاری رہے گا۔

انہ الحق (فصلت/حم السجدہ) سے مراد مظہر ظہور ہے۔

سورہ ہود میں بیان ہے کہ خدا کو بدا ہو جاتا ہے اور اپنے وعدے پورے کرنے کا پابند نہیں۔

انفال میں مشرکین کو اللہ نے قتل کیا اور آپ ﷺ سے بیعت خدا سے بیعت ہے (فتح) ان ایات کی بنیاد پر مظاہر جامعہ (انبیاء) سے انی انااللہ سنا جائے تو حق ہے۔

رجل اللہ اور لقاءاللہ (سورہ لقمان) سے مراد بہاء اللہ ہے۔

مندرجہ بالا عبارات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ بہائیوں کا عقیدہ ہے کہ خدا انسانی لباس میں ظہور کرتا ہے اور ہر نبی خود خدا ہی ہوتا ہے۔ چونکہ بشری لباس میں ہوتا ہے تو اس میں تمام جسمانی خصوصیات بھی لازماً پائی جاتی ہیں۔

بالکل یہی عقیدہ عیسائیوں کا سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ہے۔ جس کا ردّ کرتے ہوئے قران مجید نے فیصلہ دیا کہ: بے شک ان لوگوں نے کفر کیا جنھوں نے کہا اللہ تو وہی مسیح ابن مریم ہے [1]

ا۔ مائدہ، ۱۷۔۷۲

۲۔ نبوت سے متعلق قرانی دلائل کا خلاصہ

جھوٹے نبی کو مہلت نہیں ملتی۔
آپ ﷺ کی رسالت کی مدت ۱۰۰۰سال تھی ۔
نفوذ و بقا اور غلبہ کسی نبی کے دعویٰ کی سچائی اور اس کی شریعت کی سچائی کی دلیل ہے۔
یوم ینادالمناداور یوم خروج سے مراد ندائے الٰہی صخرہ بیت المقدس یعنی کوہ کرمل سے بلند ہونا ہے۔ یاد رہے کہ دونوں میں ۱۲۵ کلومیٹر کا فاصلہ ہے۔
پیغمبروں اور اہل ایمان کی مدد خدا کرتا ہے اور انھیں روحانی غلبہ حاصل ہوتا ہے۔ غلبہ سے مراد روحانی غلبہ ہے۔
مصائب برداشت کرنا باب کی سچائی کی دلیل ہے۔ تکذیب و استہزاء بھی نبوت کی نشانی ہے۔
علمائے وقت کی مخالفت اور ان کے حکم سے مظالم باب وبہا کی سچائی کی دلیل ہے۔
باب و بہاء کا قتل قید، جلاوطنی ان کے سچے ہونےکی دلیل ہے۔
باب کی موت اور جان و مال کی قربانی اس کی صداقت کی دلیل ہے۔
نبی خود خدا ہوتا ہے۔
رسالت ہمیشہ جاری رہے گی۔ اسلام کے بعد بھی نئے دین و شریعت آتے رہیں گے۔
پہلے نبی پر تنزیل کی تاویل (وضاحت)بعد میں آنے والا نبی کرتا ہے۔
قران کے بعد کوئی جھوٹا نبی نہیں ہو سکتا۔ سارے سچے ہوں گے ورنہ قران جھوٹا ثابت ہوگا (نعوذ باللہ)۔
تمام کتب آسمانی تحریف سے محفوظ ہیں۔
دو دفعہ صور پھونکے جانے سے مراد باب و بہاء کا ظہور ہے۔
کسی مدعی نبوت کے دور میں ہونے والی ایجادات اس کے سچے ہونے کی دلیل ہوتی ہیں۔
سنت اللہ سے مراد شریعت کا بدلنا قانون الٰہی ہے اور قانون الٰہی اٹل ہے۔
بہاء اللہ رجعت مسیح ہے۔ ۳۳ سال کی عمر مہد (پنگھوڑے) کی عمر ہے۔
مائدہ سے مراد نبوت کا جاری رہنا ہے۔
سچا نبی موت کی تمنا کرتا ہے۔
قرآن کے مطابق نئی نبوت فارس سے ظاہر ہوگی۔
نسخ آیات سے مراد قران کا منسوخ ہونا ہے اور اس کی جگہ بہائی کتاب نے لے لی ہے۔

خلاصہ اور جواب

بہائی مذہب جو ۱۸۴۴ء والے بابی مذہب کا تسلسل ہے، ۱۸۰ سال میں کل ایک کروڑ کے قریب پہنچا ہے لہٰذا غلبہ، نفوذ وغیرہ سب کہانیاں ہیں حالانکہ پوری عیسائی یہودی دنیا ان کے حامی تھے اور ہیں۔

۳۔ معاد سے متعلق قرآنی آیات سے استدلال

قیامت سے مراد نئے نبی (خاص طور پر بہاء اللہ) کی بعثت ہے۔ قیامت سے مہدی کی آمد و قیام مراد ہے فنائے عالم نہیں۔

سورہ واقعہ میں ان الفاظ سے مراد "لا یمسہ الا المطہرون" سے مراد یہ ہے کہ تمام آسمانی کتابوں کی تاویل (وضاحت) اس دن ہوگی جو یوم اللہ اور یوم الرب ہے اور جب قائم موعود ان معانی کو ظاہر کرے گا۔

یہی معنی ختامہ مسک کا ہے۔

یوم حشر زمین کا نور رب سے چمک اٹھنے سے مراد حقیقی تمدن کی روشنی ہے۔

روز قیامت ہر شخص بھاگ دوڑ میں لگا ہوگا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ہر شخص روٹی کمانے کے لیے کام کرے۔

روز قیامت شمس و قمر ایک ہونے سے مراد حضور ﷺ اور باب کا اجتماع ہے۔

انشائے قوم سے مراد مٹی کی قبروں سے اٹھنا نہیں بلکہ روحانی تولّد اور فکری پیدائش ہے۔

بہائی مردے زندہ ہونے کے منکر ہیں۔ مردے زندہ ہونے سے مراد روحانی زندگی پانا ہے۔

قیامت آنے پر تمام وحشی جانور اکٹھے ہو جائیں گے۔ اس سے مراد چڑیا گھر کا قیام ہے۔

اثقال ارض کے اخراج سے مراد قیامت کا زلزلہ نہیں بلکہ معدنیات نکالنا ہے۔

خدا قبروں سے زندہ کرنے کے لیے صرف ایک بار پکارے گا، سے مراد نئے ظہور کی دعوت ہے۔

دارالسلام سے مراد جنت نہیں بغداد ہے۔

نباء عظیم سے مراد بہاءاللہ کی پیش گوئی ہے۔

روز حشر چاند سورج جھڑنے سے مراد علماء کی گمراہی ہے۔

بعد از قیامت نئے زمین و آسمان سے مراد معرفت کی زمین اور دین کا آسمان ہے۔

قیامت سے پہلے دھواں ظاہر ہونے سے مراد بہائی اور عذاب سے مراد مخالفین کے سینے کی آگ ہے۔

صور سے مراد صور محمدی ہے جو کل کائنات میں پھونکا گیا۔

روزِ قیامت مجرموں سے ان کے گناہوں کی بابت نہ پوچھا جائے گا اور وہ چہروں سے ہی پہچان لیے جائیں گے اس سے مراد غیر بہائی ہیں۔

وعدہ رب، نفخ صور، وعدالحق سے مراد قیامت ہے، یعنی سفید فام اقوام قیامت کے دن تمام زمین پر پھیل جائیں گی۔

جنت اور دوزخ مادی نہیں۔ دوزخ خدا کے عرفان سے محروم رہنا اور جنت سے مراد خدا کے ظہور کو پہچاننے اور محبت کرنے کی خوشی ہے۔

برزخ سے مراد دو نبیوں کی بعثت کا درمیانی وقفہ ہے۔ دو صور پھونکنے سے مراد باب و بہا کا اعلان ظہور ہے۔

بہائی لوگوں کے درمیان رہ کر یہ معلوم ہوا کہ زیادہ تر بہائی یا تو پہلے شیعہ تھے یا مرزائی تھے۔ وجہ پوچھی تو بتایا گیا کہ شیعہ حضرات کو امام مہدی کا انتظار ہے، ہم انھیں امام پیش کر دیتے ہیں اور مرزائی حضرات پہلے ہی وفات مسیح کے قائل اور مثیل مسیح کی آمد کو مانتے ہیں۔ لہٰذا انھیں قائل کرنا آسان ہوتا ہے۔

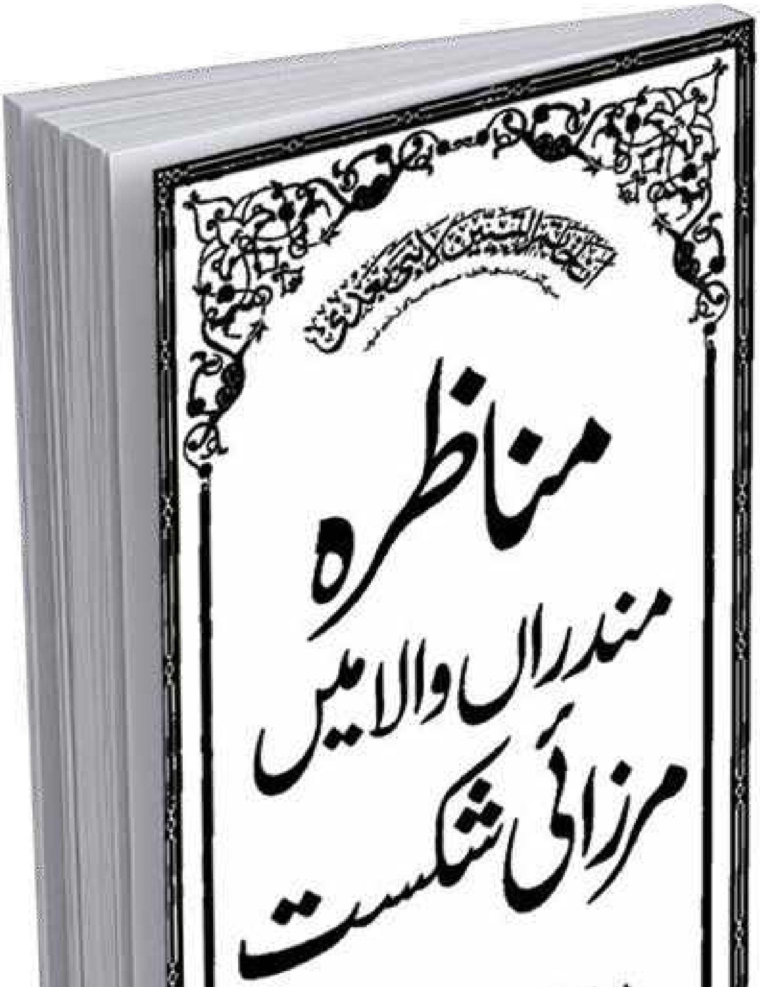
بہائی مذہب کے دلائل کی نوعیت

۱۶۴ قرآنی آیات ۔ دلائل کے تین گروپ الٰہیات۔ نبوات۔ معاد

احادیث سے استدلال۔ تقریباً ۹۰٪ روایات اثنا عشری مآخذ سے لیں۔ اسلام کی مدت ۱۰۰۰ سال۔ بہاء نے ۱۲۶۰ھ میں دعویٰ کیا تھا تو وہ ۱۲۶۰ھ کو ایک ہزار گن کر اپنا کام چلا رہا ہے۔

قرآنی آیات سے دلائل دینے والے خود بہاء اللہ، ابوالفضل پائیگانی، ڈاکٹر صابر آفاقی، محمد علی شاہ

یہ حیرانگی کی بات ہے کہ جو بھی مہدی یا مسیح ہونے کا دعویٰ کرتا ہے وہ سیدھا مسلمانوں کے پاس بھاگا چلا آتا ہے۔ اسے چاہیے کہ وہ دوسروں میں جا کر تبلیغ کرے۔ ہم تو پہلے ہی سب کچھ مان رہے ہیں۔ ہمیں کیوں تنگ کرتے ہو۔


مناظرہ
مندراں والا میں
مرزائی شکست
مولانا محمد اسماعیل گوجرویؒ

نہج البلاغہ میں بیانِ ختم نبوت کے اسالیب

حافظ شاہد احمد

امیرالمومنین کے ہاں مسئلہ ختم نبوت کی اہمیت اس قدر زیادہ تھی کہ آپ نے جہاں بھی نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام کے اوصاف بیان فرمائے ہیں دانستہ طور پر وہ وہی اوصاف بیان کیے ہیں جو انبیاء کا خاصہ ہیں ۔ قانون فطرت ہے کہ ہر چیز کی ابتداء چھوٹی سطح سے ہوتی ہے اور درجہ بدرجہ منازل طے کرتے ہوئے کمال تک پہنچتی ہے۔جسے عروج کہتے ہیں ۔آپ کسی درخت کو دیکھیں، انسان کو دیکھیں سبھی بلوغت اور ایک خاص درجہ تک پہنچنے کے بعد بڑھاپے کا اثر لیتے ہوئے فنا کی طرف بڑھتے ہیں۔ بادشاہتیں، شان و شوکت عمارتیں ہمارے سامنے ہیں جن کی عظمت کے چرچے تھے، آج وہ نشان عبرت ہے بالکل اسی طرح نبوت کا سلسلہ حضرت آدم سے شروع ہوا جو صرف ان کی اولاد تک محدود تھا۔ نوحؑ و دیگر انبیاء آئے تو ان کی نبوت پوری قوم کے لیے تھی۔ ابراہیمؑ تشریف لائے تو ان کی نبوت دیگر اقوام اور منطقوں تک وسعت پا گئی ،چنانچہ کل عرب و اسرائیل حضرت ابراہیم کی امت میں شمار ہوتے ہیں یہاں تک کہ اس سلسلہ کی آخری کڑی وہ گل سرسبد تشریف لائے جسے رحمت للعالمین کے لقب سے نوازا گیا ۔جن کی نبوت جن و انس کے جملہ افراد کے لیے تھی چنانچہ نبوت خاندان، قوم، نسل ، علاقہ سے ہوتے ہوئے عام ہو گئی اور نبوت نے کمال کا روپ دھارا، پایہ تکمیل تک پہنچا، تب مرکز عالم میں کھڑے ہو کر ہادی عالم نے نبوت کی تکمیل کے اختتام کا اعلان فرمایا:

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا
ومن یبتغ غیر الإسلام دینا فلن یقبل منه۔

زیر نظر مقالہ کو تمہیدی کلمات کے علاوہ پانچ اجزاء میں تقسیم کیا گیا ہے ۔ میں نے اس تحریر میں کوشش کی ہے کہ میرا ذاتی تبصرہ کم سے کم ہو تاکہ طوالت سے بچا جائے اور قاری امام کے کلام سے لطف اندوز ہو۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ ختم نبوت کے حوالے سے امیر المومین اور ائمہ اہل بیتؑ کی احادیث باکثرت موجود ہیں جو فی الحال ہمارے موضوع کا حصہ نہیں۔

تمہید: اس میں امیرالمومنین کے متعلق نبی پاک علیہ السلام کے ان اَحادیث کا ذکر ہے جو ختم نبوت کے متعلق ہیں ۔

۱۔پہلے جز میں وہ عبارتیں پیش کی گئی ہیں جس میں ختم نبوت کی عبارت اور نص موجود ہو۔

۲۔ دوسرے جز میں ایسے کلمات یا اوصاف ذکر کیے گئے ہیں جو انبیاء کا خاصہ ہوتے ہیں۔ ان کے ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ مدعی نبوت میں یہ

اوصاف ہونا ضروری ہیں۔ اگرکوئی مدعی ان اوصاف سے عاری ہوگا تو وہ محض کذاب ہوگا۔

۳۔ تیسرے جز میں انبیاء کی طہارت ذاتی اور طہارت آباؤ اجداد کا ذکر ہے ۔جس کا مفاد یہ ہے کہ آخری نبی سے لیکر تا سیدنا آدم علیہ السلام تمام

اصلاب وارحام پاک ہوتے ہیں۔

۴۔ چوتھے جز میں معجزات کا ذکر ہے جو نبی کی نبوت کی دلیل ہوتی ہے اور ناکام مدعی کذاب ہوتا ہے۔

۵۔ پانچویں جز میں جہاد کا ذکر ہے جس کو ختم کرنے کے لیے مرزا صاحب کو لانچ کیا گیا۔

اختتامیہ پر مرزا صاحب کی بعض خصوصیات کا ذکر ہے جو اس کے دعوی نبوت کے منافی ہے ۔

تمہید:خلافت امیرالمومنین دلیل ختم نبوت

رسول کریم علیہ الصلاۃ والسلام نے بارہا امیرالمومنین علیہ السلام کو خلیفۃ ،وزیر، وصی امیرالمؤمنین کے نام سے موسوم کیا ہے ۔جیسے دعوت ذوالعشیرۃ میں آپ کو خلیفۃ وصی اور وزیر فرمایا ۔تبوک جاتے ہوئے آپ علیہ السلام کو خلیفہ بنایا ،سورۃ برأت کی آیات نازل ہوئیں تو اللہ کے حکم سے امیرالمؤمنین علیؑ کواپنا خلیفہ بناکر بھیجا تاکہ وہ یہ آیتیں حج میں پڑھ کر سنائیں چنانچہ مکتب اہلبیت علیھم السلام کے ہاں ختم نبوت کی سب سے بڑی دلیل خلافت و ولایت امیرالمؤمنینؑ ہے۔ نہج البلاغۃ میں امیرالمومنینؑ نے اس حوالہ سے خطبہ ارشاد فرمایا ہے اس کو نقل کرنے سے پہلے حدیث خلافت امام نقل کرتے ہیں ۔

عن عمرو بن میمون عن عبداللہ بن عباس قال وخرج بالناس فی غزوۃ تبوك، فقال له علی أخرج معك؟ قال فقال له نبی اللہ لا، فبکی علی، فقال له، اما ترضی أن تکون منی بمنزلۃ هارون من موسی الا أنك لست بنبی، انه لا ینبغی أن أذهب الا وانت خلیفتی۔ (رواہ مسلم والبخاری کما رواہ أحمد ابن حنبل)

عمرو بن میمون عبداللہ بن عباس سے روایت کرتے ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ لوگوں کیساتھ غزوہ تبوک کے لیے نکلے تو حضرت علی علیہ السلام نے حضور علیہ السلام سے عرض کیا ،کیا میں آپ کیساتھ چلوں؟ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہیں تو علی علیہ السلام رو پڑے ۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ تم میرے لیے ایسے ہو جیسے ہارون علیہ السلام موسی علیہ السلام کے لیے تھے مگر یہ کہ تو نبی نہیں ، تجھے اپنا نائب بنائے بغیر میرا سفر کرنا مناسب نہیں ہے ۔(ا)ا۔رواہ مسلم والبخاری کماروواہ احمد ابن حنبل)

خطبہ قاصعہ میں آپ علیہ السلام فرماتے ہیں:

لَقَدْ سَمِعْتُ رَنَّةَ الشَّيْطٰنِ حِيْنَ نَزَلَ الْوَحْيُ عَلَيْهِ- ﷺ فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ! مَا هٰذِهِ الرَّنَّةُ؟ فَقَالَ: :«هٰذَا الشَّيْطٰنُ قَدْ اَيِسَ مِنْ عِبَادَتِهٖ، اِنَّكَ تَسْمَعُ مَاۤ اَسْمَعُ، وَ تَرٰى مَاۤ اَرٰى، اِلَّاۤ اَنَّكَ لَسْتَ بِنَبِيٍّ، وَلٰكِنَّكَ وَزِيْرٌ، وَاِنَّكَ لَعَلٰى خَيْرٍ».ا

جب آپؐ پر (پہلے پہل) وحی نازل ہوئی تو میں نے شیطان کی ایک چیخ سنی جس پر میں نے پوچھا کہ: یا رسول اللہؐ! یہ آواز کیسی ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ: وہ شیطان ہے کہ جو اپنے پوجے جانے سے مایوس ہو گیا ہے۔ (اے علیؑ!) جو میں سنتا ہوں تم بھی سنتے ہو اور جو میں دیکھتا ہوں تم بھی دیکھتے ہو، فرق اتنا ہے کہ تم نبی نہیں ہو بلکہ (میرے) وزیر و جانشین ہو اور یقیناً بھلائی کی راہ پر ہو۔

جز اول: نہج البلاغہ کی وہ عبارتیں جن سے ختم نبوت کا مفہوم اخذ ہوتا ہے

امیرالمومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کے خطبات دلائل ختم نبوت سے بھرے پڑے ہیں لیکن آپ علیہ السلام کا مطمح نظر خطبہ ہوتا تھا، تا ہم ختم نبوت کے پیش نظر آپ نے عوامی شعور میں ختم نبوت کی اہمیت یوں اجاگر کی اکثر خطبوں میں حضور ختمی مرتبت کے بارے اس انداز اور اسلوب سے بات کی کہ ہر مخاطب اور قاری کو پتہ چلے

ا۔ خطبہ۔۹۰

کہ رسول و نبی کون ہوسکتا ہے؟ خاتم النبیین کی صفات اور نشانات کیا ہیں؟ آپ علیہ السلام کے مخاطبین اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے یا تابعین ،وہ سارے کے سارے عقیدہ ختم نبوت سے بخوبی آگاہ تھے ۔

امیرالمومنین علیہ السلام کے نزدیک مسئلہ ختم نبوت نہایت اہمیت کا حامل تھا ۔اسلام کے اس زرین دور میں آپ علیہ السلام نے کئی خطبات میں رسول کریم علیہ السلام کو خاتم النبین کے لقب سے پکارا ہے۔ خلقت کے اعتبار سے ہو یا حجتیت کے اعتبار سے ، ذات کے اعتبار سے ہو یا اوصاف کے اعتبار سے آپ کو ہر اعتبار سے دوسری انتہاء قرار دیا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ آپ کے خطبات میں " خاتم النبیین " اور اسکے مترادف الفاظ وکلمات بکثرت پائے جاتے ہیں جیسے الخاتم ،العاقب،القفی،المنتھی، تمت بہ(المتمم)، خاتم لما سبق،المقطع،کلمۃ حتی،کلمۃ الی، کلما مضی منھم سلف قام بدین اللہ منہم خلف حتی افضت کرامۃ اللہ الی محمد یہ وہ کلمات ہیں جس کا معنی ومفہوم آخری ہے۔ جس میں آپ علیہ السلام نے یہ سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم الانبیاء ہے۔

خطبہ تخلیق زمین وآسمان اور تخلیق آدم میں فرماتے ہیں۔

وَلَمْ يُخْلِ اللهُ سُبْحَانَهُ خَلْقَهُ مِنْ نَبِيٍّ مُرْسَلٍ، اَوْ كِتَابٍ مُنْزَلٍ، اَوْ حُجَّةٍ لَازِمَةٍ، اَوْ مَحَجَّةٍ قَآئِمَةٍ، رُسُلٌ لَا تُقَصِّرُ بِهِمْ قِلَّةُ عَدَدِهِمْ، وَلَا كَثْرَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ لَهُمْ، مِنْ سَابِقٍ سُمِّيَ لَهُ مَنْ بَعْدَهُ، اَوْ غَابِرٍ عَرَّفَهُ مَنْ قَبْلَهُ. عَلٰى ذٰلِكَ نَسَلَتِ الْقُرُوْنُ، وَ مَضَتِ الدُّهُوْرُ، وَ سَلَفَتِ الْاٰبَآءُ، وَ خَلَفَتِ الْاَبْنَآءُ، اِلٰۤى اَنْ بَعَثَ اللهُ سُبْحَانَهُ مُحَمَّدًا رَّسُوْلَ اللهِ ﷺ لِاِنْجَازِ عِدَتِهٖ وَ تَمَامِ نُبُوَّتِهٖ، مَاْخُوْذًا عَلَى النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقُهٗ، مَشْهُوْرَةً سِمَاتُهٗ، كَرِيْمًا مِيْلَادُهٗ.[1]

اللہ سبحانہ نے اپنی مخلوق کو بغیر کسی فرستادہ پیغمبرؑ یا آسمانی کتاب یا دلیلِ قطعی یا طریق روشن کے کبھی یونہی نہیں چھوڑا۔ ایسے رسولؑ، جنھیں تعداد کی کمی اور جھٹلانے والوں کی کثرت درماندہ و عاجز نہیں کرتی تھی، ان میں کوئی سابق تھا جس نے بعد میں آنے والے کا نام و نشان بتایا، کوئی بعد میں آیا جسے پہلا پہنچوا چکا تھا۔اسی طرح مدتیں گزر گئیں، زمانے بیت گئے، باپ داداؤں کی جگہ پر ان کی اولادیں بس گئیں۔یہاں تک کہ اللہ سبحانہ نے ایفائے عہد و اِتمام نبوت کے لیے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث کیا، جن کے متعلق نبیوں سے عہد و پیمان لیا جا چکا تھا، جن کے علاماتِ (ظہور) مشہور، محل ولادت مبارک و مسعود تھا۔

ایک مقام پر فرماتے ہیں:

﴿فَاَيْنَ تَذْهَبُوْنَ﴾ وَبَيْنَكُمْ عِتْرَةُ نَبِيِّكُمْ ؟ وَهُمْ اَزِمَّةُ الْحَقِّ، وَاَعْلَامُ الدِّيْنِ، وَاَلْسِنَةُ

۱۔ خطبہ ۲

الصِّدْقِ! فَأَنْزِلُوهُمْ بِأَحْسَنِ مَنَازِلِ الْقُرْآنِ، وَرِدُوهُمْ وُرُودَ الْهِيمِ الْعِطَاشِ. أَيُّهَا النَّاسُ! خُذُوهَا عَنْ خَاتَمِ النَّبِيِّينَ ﷺ: «إِنَّهُ يَمُوتُ مَنْ مَّاتَ مِنَّا وَلَيْسَ بِمَيِّتٍ، وَيَبْلَى مَنْ بَلِيَ مِنَّا وَلَيْسَ بِبَالٍ».[1]

اب تم کہاں جا رہے ہو؟ جبکہ تمھارے نبی ﷺ کی عترت تمھارے اندر موجود ہے جو حق کی باگیں، دین کے پرچم اور سچائی کی زبانیں ہیں۔ جو قرآن کی بہتر سے بہتر منزل سمجھ سکو وہیں انہیں بھی جگہ دو اور پیاسے اونٹوں کی طرح ان کے سر چشمہ ہدایت پر اترو۔ اے لوگو! خاتم النبیین ﷺ کے اس ارشاد کو سنو کہ (انھوں نے فرمایا:) ہم میں سے جو مر جاتا ہے وہ مردہ نہیں ہے اور ہم میں سے (جو بظاہر مر کر) بوسیدہ ہو جاتا ہے وہ حقیقت میں کبھی بوسیدہ نہیں ہوتا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غسل وکفن دیتے وقت آپ علیہ السلام نے فرمایا:

بابي انت وامي يارسول الله لقد انقطع بموتك مالم ينقطع بموت غيرك من النبوة والانباء[2]

یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ کے رحلت فرمانے سے نبوت، خدائی احکام اور آسمانی خبروں کا سلسلہ قطع ہو گیا جو کسی اور نبی کے انتقال سے بند نہیں ہوا۔

خطبہ اشماح دیتے ہوئے آپ نے فرمایا:

لَمْ يُخْلِهِمْ بَعْدَ أَنْ قَبَضَهُ، مِمَّا يُؤَكِّدُ عَلَيْهِمْ حُجَّةَ رُبُوبِيَّتِهِ، وَيَصِلُ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَعْرِفَتِهِ، بَلْ تَعَاهَدَهُمْ بِالْحُجَجِ عَلَى أَلْسُنِ الْخِيَرَةِ مِنْ أَنْبِيَائِهِ، وَمُتَحَمِّلِي وَدَائِعِ رِسَالَاتِهِ، قَرْنًا فَقَرْنًا، حَتَّى تَمَّتْ بِنَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ ﷺ - حُجَّتُهُ، وَبَلَغَ الْمَقْطَعَ عُذْرُهُ وَنُذُرُهُ.[3]

اللہ نے آدم علیہ السلام کو اٹھا لینے کے بعد بھی اپنی مخلوق کو ایسی چیزوں سے خالی نہیں رکھا جو اس کی ربوبیت کی دلیلوں کو مضبوط کرتی رہیں اور بندوں کے لیےاس کی معرفت کا ذریعہ بنی رہیں اور یکے بعد دیگرے ہر دور میں وہ اپنے برگزیدہ نبیوں اور رسالت کے امانتداروں کی زبانوں سے حجت کے پہنچانے کی تجدید کرتا رہا، یہاں تک کہ ہمارے نبی محمد ﷺ کے ذریعہ وہ حجت (پوری طرح) تمام ہو گئی اور حجت پورا کرنا اور ڈرا دیا جانا اپنے نقطۂ اختتام کو پہنچ گیا۔

۱۔ خطبہ نمبر ۸۵

۲۔ خطبہ ۲۳۲

۳۔ خطبہ۸۹

ایک اور جگہ امام عالی مقام علیہ السلام فرماتے ہیں:

وَ نَشْهَدُ اَنْ لَّاۤ اِلٰهَ غَیْرُهٗ، وَ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ، اَرْسَلَهٗ بِاَمْرِهٖ صَادِعًا، وَ بِذِكْرِهٖ نَاطِقًا، فَاَدّٰى اَمِیْنًا، وَ مَضٰى رَشِیْدًا، وَ خَلَّفَ فِیْنَا رَایَةَ الْحَقِّ، مَنْ تَقَدَّمَهَا مَرَقَ، وَ مَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا زَهَقَ، وَ مَنْ لَّزِمَهَا لَحِقَ، دَلِیْلُهَا مَكِیْثُ الْكَلَامِ، بَطِیْٓءُ الْقِیَامِ، سَرِیْعٌ اِذَا قَامَ۔[1]

اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اس کے عبد اور رسول ہیں جنھیں اللہ نے اپنا امر واضح کر کے سنانے اور اپنا ذکر زبان پر لانے کے لیے بھیجا۔ آپؐ نے امانتداری کے ساتھ اسے پہنچایا اور راہ راست پر برقرار رہتے ہوئے دنیا سے رخصت ہوئے اور ہم میں حق کا وہ پرچم چھوڑ گئے کہ جو اس سے آگے بڑھے گا وہ (دین سے) نکل جائے گا اور جو پیچھے رہ جائے گا وہ مٹ جائے گا اور جو اس سے چمٹا رہے گا وہ حق کے ساتھ رہے گا۔(وضاحت! یعنی نبوت اختتام کو پہنچی اور حجت تمام ہوگئی۔)

نہج البلاغہ کے خطبہ نمبر ۱۳۱ میں ہے:

اَرْسَلَهٗ عَلٰى حِیْنِ فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ، وَ تَنَازُعٍ مِّنَ الْاَلْسُنِ، فَقَفّٰى بِهِ الرُّسُلَ، وَ خَتَمَ بِهِ الْوَحْیَ، فَجَاهَدَ فِی اللّٰهِ الْمُدْبِرِیْنَ عَنْهُ، وَ الْعَادِلِیْنَ بِهٖ۔[2]

اللہ نے آپؐ کو اس وقت بھیجا جب کہ رسولوں کی بعثت کا سلسلہ رکا پڑا تھا اور لوگوں میں جتنے منہ تھے اتنی باتیں تھیں۔ چنانچہ آپؐ کو سب رسولوں سے آخر میں بھیجا اور آپؐ کے ذریعہ سے وحی کا سلسلہ ختم کیا۔ آپؐ نے اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے جہاد کیا جو اس سے پیٹھ پھرائے ہوئے تھے اور دوسروں کو اس کا ہمسر ٹھہرا رہے تھے۔

امام عالی مقامؑ ایک خطبہ میں فرماتے ہیں:

اَمِیْنُ وَحْیِهٖ، وَ خَاتَمُ رُسُلِهٖ، وَ بَشِیْرُ رَحْمَتِهٖ، وَ نَذِیْرُ نِقْمَتِهٖ۔[3]

وہ اللہ کی وحی کے امانتدار، اس کے رسولوں کی آخری فرد، اس کی رحمت کا مژدہ سنانے والے اور اس کے عذاب سے ڈرانے والے تھے۔

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

فَیَا عَجَبًا! وَ مَا لِیَ لَاۤ اَعْجَبُ مِنْ خَطَاِ هٰذِهِ الْفِرَقِ عَلٰى اخْتِلَافِ حُجَجِهَا فِیْ دِیْنِهَا! لَا یَقْتَصُّوْنَ

۱۔ خطبہ۔۹۸

۲۔ خطبہ ۱۳۱

۳۔ خطبہ ۱۷۱

اَثَرَ نَبِیٍّ، وَلَا یَقْتَدُوْنَ بِعَمَلِ وَصِیٍّ،[1]

مجھے حیرت ہے اور کیوں نہ حیرت ہو، ان فرقوں کی خطاؤں پر جنھوں نے اپنے دین کی حجتوں میں اختلاف پیدا کر رکھے ہیں، جو نہ نبی کے نقش قدم پر چلتے ہیں، نہ وصی کے عمل کی پیروی کرتے ہیں۔

ابلیس کی مذمت اور اسکے تکبر کے بارے ایک مشہور خطبہ میں نبی کریم علیہ السلام کا ذکر یوں فرمایا:

لَقَدْ سَمِعْتُ رَنَّةَ الشَّیْطٰنِ حِیْنَ نَزَلَ الْوَحْیُ عَلَیْہِ ﷺ فَقُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللہِ! مَا ھٰذِہِ الرَّنَّۃُ؟ فَقَالَ: «ھٰذَا الشَّیْطٰنُ قَدْ اَیِسَ مِنْ عِبَادَتِہٖ، اِنَّکَ تَسْمَعُ مَاۤ اَسْمَعُ، وَ تَرٰی مَاۤ اَرٰی، اِلَّاۤ اَنَّکَ لَسْتَ بِنَبِیٍّ، وَلٰکِنَّکَ وَزِیْرٌ، وَاِنَّکَ لَعَلٰی خَیْرٍ».[2]

جب آپؐ پر (پہلے پہل) وحی نازل ہوئی تو میں نے شیطان کی ایک چیخ سنی جس پر میں نے پوچھا کہ: یا رسول اللہؐ! یہ آواز کیسی ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ: «یہ شیطان ہے کہ جو اپنے پوجے جانے سے مایوس ہو گیا ہے۔ (اے علیؑ!) جو میں سنتا ہوں تم بھی سنتے ہو اور جو میں دیکھتا ہوں تم بھی دیکھتے ہو، فرق اتنا ہے کہ تم نبی نہیں ہو بلکہ (میرے) وزیر و جانشین ہو اور یقیناً بھلائی کی راہ پر ہو»۔

رسول کریم کو غسل وکفن دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

بابی انت وامی یارسول اللہ لقد انقطع بموتك مالم ینقطع بموت غیرك من النبوۃ والانباء[3]

یارسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ کے رحلت فرمانے سے نبوت ،خداءی احکام اور آسمانی خبروں کا سلسلہ قطع ہو گیا جو کسی اور نبی کے انتقال سے بند نہیں ہوا۔

جز دوم: انبیاء علیہم السلام کے لیے مخصوص اوصاف کا تذکرہ

نہج البلاغہ کے خطبات کے مطالعہ سے ایک اہم چیز جو سامنے آتی ہے یہ ہے کہ جہاں جہاں نبی کریم علیہ السلام کا ذکر خیر فرمایا ہے وہاں پر حضرت امام نے خصوصی طور پر ایسے اوصاف حمیدہ کا ذکر فرمایا ہے جو انبیاء کی خصوصیات ہیں جیسے الطیب، الطاھر، الصادق، الامین، المبعوث بالحق، ذوالمعجزات القاھرۃ، ذو کلمات الفصل، حکم العدل، المنتجب، شھیدا، بشیرا، نذیرا، خیر البریۃ، طفلا انجبھا کھلا، اطھر المطھرین شمۃ، اجود المستمطرین دیمۃ

۱۔ خطبہ نمبر ۸۶

۲۔ خطبہ ۱۹۰

۳۔ خطبہ ۲۳۲

ان تمام کلمات سے حضرت امیرالمومنین انبیاء کرام کی امتیازی خصوصیات کی طرف اشارہ فرمارہے ہیں گویا جو مدعی نبوت ہوگا اس کو دعوی نبوت کے وقت ایسے اوصاف حمیدہ سے مزین ہونا ضروری ہے ورنہ کوئی دعویٰ تو کرے لیکن ان اوصاف سے عاری ہو تو سب کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ مدعی کذاب ہے۔

دنیا کی مذمت اور جہالت کی پیروی کرنے والوں کی مذمت میں وعظ فرماتے ہوئے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان الفاظ میں یاد فرمایا:

حَتّٰی بَعَثَ اللّٰهُ مُحَمَّدًا ﷺ، شَهِيْدًا وَّ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا، خَيْرَ الْبَرِيَّةِ طِفْلًا، وَ اَنْجَبَهَا كَهْلًا، اَطْهَرَ الْمُطَهَّرِيْنَ شِيْمَةً، وَاَجْوَدَ الْمُسْتَمْطَرِيْنَ دِيْمَةً.[1]

آخر اللہ نے محمد ﷺ کو بھیجا در آنحالیکہ وہ گواہی دینے والے، خوشخبری سنانے والے اور ڈرانے والے تھے۔ جو بچپنے میں بھی بہترین خلائق اور سن رسیدہ ہونے پر بھی اشرفِ کائنات تھے اور پاک لوگوں میں خو خصلت کے اعتبار سے پاکیزہ تر اور جود و سخا میں ابر صفت، برسائے جانے والوں میں سب سے زائد لگاتار برسنے والے تھے۔

دین اسلام اور احکام شریعت کی آسانی کے بارے خطبہ ارشاد فرمایا جس میں نبی پاک علیہ السلام کو درج ذیل الفاظ میں یاد فرمایا:

حَتّٰی اَوْرٰى قَبَسًا لِّقَابِسٍ، وَ اَنَارَ عَلَمًا لِّحَابِسٍ، فَهُوَ اَمِيْنُكَ الْمَاْمُوْنُ، وَ شَهِيْدُكَ يَوْمَ الدِّيْنِ، وَ بَعِيْثُكَ نِعْمَةً، وَ رَسُوْلُكَ بِالْحَقِّ رَحْمَةً. اَللّٰهُمَّ اقْسِمْ لَهٗ مَقْسَمًا مِّنْ عَدْلِكَ، وَ اجْزِهٖ مُضَاعَفَاتِ الْخَيْرِ مِنْ فَضْلِكَ. اِنَّ اَفْضَلَ مَا تَوَسَّلَ بِهِ الْمُتَوَسِّلُوْنَ اِلَى اللّٰهِ سُبْحَانَهُ الْاِيْمَانُ بِهٖ وَبِرَسُوْلِهٖ، وَ الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَاِنَّهٗ ذِرْوَةُ الْاِسْلَامِ.[2]

یہاں تک کہ آپؐ نے روشنی ڈھونڈھنے والے کے لیے شعلے بھڑکائے اور (راستہ کھو کر) سواری کے روکنے والے کے لیے نشانات روشن کیے۔ (اے اللہ!) وہ تیرے بھروسے کا امین اور قیامت کے دن تیرا (ٹھہرایا ہوا) گواہ ہے، وہ تیرا نبی مرسل و رسول برحق ہے جو (دنیا کے لیے) نعمت و رحمت ہے۔ (خدایا!) تو انھیں اپنے عدل و انصاف سے ان کا حصہ عطا کر اور اپنے فضل سے انھیں دہرے حسنات اجر میں دے۔ اللہ کی طرف وسیلہ ڈھونڈنے والوں کے لیے بہترین وسیلہ اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لانا ہے اور اس کی راہ میں جہاد کرنا کہ وہ اسلام کی سر بلند چوٹی ہے۔

۱۔ خطبہ ۱۰۳

۲۔ خطبہ ۱۰۴

مخاطبین کو مستقبل میں پیش آنے والے حالات سے باخبر کرتے ہوئے کہا کہ تم پر بنوثقیفہ کا بچہ (حجاج ابن یوسف)مسلط ہو گا ،اس خطبہ مبارکہ میں داعی حق کو ان الفاظ میں یاد کیا:

رْسَلَهُ دَاعِيًا إِلَى الْحَقِّ، وَ شَاهِدًا عَلَى الْخَلْقِ، فَبَلَّغَ رِسَالَاتِ رَبِّهِ غَيْرَ وَانٍ وَّلَا مُقَصِّرٍ، وَ جَاهَدَ فِي اللهِ أَعْدَآئَهُ غَيْرَ وَاهِنٍ وَّلَا مُعَذِّرٍ، إِمَامُ مَنِ اتَّقَى، وَبَصَرُ مَنِ اهْتَدَى۔[1]

اللہ نے آپؐ کو حق کی طرف بلانے والا اور مخلوق کی گواہی دینے والا بنا کر بھیجا۔ چنانچہ آپؐ نے اپنے پروردگار کے پیغاموں کو پہنچایا۔ نہ اس میں کچھ سستی کی، نہ کوتاہی اور اللہ کی راہ میں اس کے دشمنوں سے جہاد کیا، جس میں نہ کمزوری دکھائی، نہ حیلے بہانے کیے۔ وہ پرہیز گاروں کے امام اور ہدایت پانے والوں (کی آنکھوں) کے لیے بصارت ہیں۔

ابن میثم لکھتے ہیں کہ جب جنگ جمل ختم ہوگئی تو اسکے تیسرے روز حضرت امیرالمومنین نے بصرہ کی جامع مسجد میں صبح کی نماز سے فارغ ہوکر مصلی کی دائیں جانب ٹیک لگاکر فرمایا:

أَرْسَلَهُ عَلَى حِينِ فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ، وَ تَنَازُعٍ مِّنَ الْأَلْسُنِ، فَقَفَّى بِهِ الرُّسُلَ، وَ خَتَمَ بِهِ الْوَحْيَ، فَجَاهَدَ فِي اللهِ الْمُدْبِرِيْنَ عَنْهُ، وَ الْعَادِلِيْنَ بِهِ۔[2]

اللہ نے آپؐ کو اس وقت بھیجا جب کہ رسولوں کی بعثت کا سلسلہ رکا پڑا تھا اور لوگوں میں جتنے منہ تھے اتنی باتیں تھیں۔ چنانچہ آپؐ کو سب رسولوں سے آخر میں بھیجا اور آپؐ کے ذریعہ سے وحی کا سلسلہ ختم کیا۔ آپؐ نے اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے جہاد کیا جو اس سے پیٹھ پھرائے ہوئے تھے اور دوسروں کو اس کا ہمسر ٹھہرا رہے تھے۔

پے در پے آنے والے فتنوں کے بارے آگاہ کرتے ہوئے آپ علیہ السلام نے خاتم النبیینؐ کو ان دردناک الفاظ میں یاد کیا

وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ، وَنَجِيْبُهُ وَصَفْوَتُهُ، لَا يُوَازَى فَضْلُهُ، وَلَا يُجْبَرُ فَقْدُهُ۔[3]

میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدﷺ اس کے عبد و رسول اور منتخب و برگزیدہ ہیں۔نہ ان کے فضل و کمال کی برابری اور نہ ان کے اٹھ جانے کی تلافی ہوسکتی ہے۔

معاویہ نے بیعت سے انکار کیا اور بہانہ کہ میں انتخاب میں شامل نہیں تھاتو امیرالمومنین نے سابقہ انتخابی طریقہ (جو معاویہ کے ہاں مسلم تھا)اور اصول خلافت کے بارے دقیق خطبہ دیا ابتدائے خطبہ میں خاتم المرسلین کا

۱۔ خطبہ ۱۱۴

۲۔ خطبہ ۱۳

۳۔ خطبہ ۱۴۹

ذکر یوں فرمایا:

اَمِيْنُ وَحْيِهٖ، وَخَاتَمُ رُسُلِهٖ، وَبَشِيْرُ رَحْمَتِهٖ، وَنَذِيْرُ نِقْمَتِهٖ۔[1]

وہ اللہ کی وحی کے امانتدار، اس کے رسولوں کی آخری فرد، اس کی رحمت کا مژدہ سنا نے والے اور اس کے عذاب سے ڈرانے والے تھے۔

جز سوم: طہارت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بیان (عصمۃ الانبیاء)

امیر المومنین امام علی علیہ السلام نے اپنے خطبات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات کے کئی ایک نہایت اہم پہلوؤں کو اجاگر کیا ہے، جس کی سمجھ بوجھ نہایت اہم ہے۔ اس وقت بھی ایسے کئی فرقے ہیں جو انبیاء کی اس خصوصیت اور امتیازی شان سے ناواقف ہیں، اس لیے بے ادبی اور گستاخی کے مرتکب ہوتے ہیں۔ شجرہ طیبہ یعنی نبی اپنی ذات کے اعتبار سے طیب وطاہر ہوتے ہیں یہ ضروری اور بدیہی امر ہے کہ وہ مقتدی ہے اور مقتدی کا معصوم ہونا واجب ہے۔امیرالمومنینؑ فرماتے ہیں کہ نبی کے والدین سے لیکر حضرت آدم تک پورے شجرے کا طیب وطاہر ہونا ضروری ہے ۔

چنانچہ نبی جس صلب سے آتا ہے وہ پاک ہے اور وہ جس رحم میں استقرار پاتا ہے وہ پاک ہے لہذا انبیاء کے آباء و اجداد شرک و کفر سے پاک ہوں گے۔ اس لیے کہ شرک نجاست ہے اور مشرک سے ہے قال اللہ تعالی: انما المشرکون نجس۔بیشک مشرکین پلید ہیں اسی طرح نبی کی آبا واجداد زنا سے پاک ہوں گے اس لیے کہ زنا تمام نسل انسانی میں نہایت بری صفت ہے اور اس سے نسل کی پاکی کا پتہ نہیں چلتا ۔

امیر المومنین دنیا کی مذمت اور جہالت کی پیروی سے متعلق خطبہ بیان کرتے ہوئے خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰؐ کی طہارت کا ذکر اس طرح فرماتے ہیں:

حَتّٰى بَعَثَ اللّٰهُ مُحَمَّدًا ﷺ، شَهِيْدًا وَّ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا، خَيْرَ الْبَرِيَّةِ طِفْلًا، وَ اَنْجَبَهَا كَهْلًا، اَطْهَرَ الْمُطَهَّرِيْنَ شِيْمَةً، وَاَجْوَدَ الْمُسْتَمْطَرِيْنَ دِيْمَةً۔[2]

آخر اللہ نے محمد ﷺ کو بھیجا در آنحالیکہ وہ گواہی دینے والے، خوشخبری سنانے والے اور ڈرانے والے تھے۔ جو بچپنے میں بھی بہترین خلائق اور سن رسیدہ ہونے پر بھی اشرفِ کائنات تھے اور پاک لوگوں میں خو خصلت کے اعتبار سے پاکیزہ تر اور جود و سخا میں ابر صفت، برسائے جانے والوں میں سب سے زائد لگاتار برسنے والے تھے۔

۱۔ خطبہ ۱۷۱

۲۔ خطبہ ۱۰۳

آپ کے آبا واجداد انبیاء کی طہارت کے بارے میں فرماتے ہیں:

فَاسْتَوْدَعَهُمْ فِيْ أَفْضَلِ مُسْتَوْدَعٍ، وَأَقَرَّهُمْ فِيْ خَيْرِ مُسْتَقَرٍّ، تَنَاسَخَتْهُمْ كَرَائِمُ الْأَصْلَابِ إِلَىٰ مُطَهَّرَاتِ الْأَرْحَامِ، كُلَّمَا مَضَىٰ مِنْهُمْ سَلَفٌ، قَامَ مِنْهُمْ بِدِيْنِ اللهِ خَلَفٌ حَتّٰى أَفْضَتْ كَرَامَةُ اللهِ سُبْحَانَهُ إِلَىٰ مُحَمَّدٍ ﷺ، فَأَخْرَجَهُ مِنْ أَفْضَلِ الْمَعَادِنِ مَنْبِتًا وَّأَعَزِّ الْأَرُوْمَاتِ مَغْرِسًا، مِنَ الشَّجَرَةِ الَّتِيْ صَدَعَ مِنْهَا أَنْبِيَاۤئَهُ، وَانْتَخَبَ مِنْهَا أُمَنَاۤئَهُ عِتْرَتُهُ خَيْرُ الْعِتَرِ، وَأُسْرَتُهُ خَيْرُ الْأُسَرِ، وَشَجَرَتُهُ خَيْرُ الشَّجَرِ، نَبَتَتْ فِيْ حَرَمٍ، وَبَسَقَتْ فِيْ كَرَمٍ، لَهَا فُرُوْعٌ طِوَالٌ، وَثَمَرَةٌ لَّا تُنَالُ[1]

اس نے ان (انبیاءؑ) کو بہترین سونپے جانے کی جگہوں میں رکھا اور بہترین ٹھکانوں میں ٹھہرایا۔ وہ بلند مرتبہ صلائب سے پاکیزہ شکموں کی طرف منتقل ہوتے رہے۔ جب ان میں سے کوئی گزر جانے والا گزر گیا، دوسرا دین خدا کو لے کر کھڑا ہو گیا۔یہاں تک کہ یہ الٰہی شرف محمد ﷺ تک پہنچا جنھیں ایسے معدنوں سے کہ جو پھلنے پھولنے کے اعتبار سے بہترین اور ایسی اصلوں سے کہ جو نشو و نما کے لحاظ سے بہت باوقار تھیں، پیدا کیا، اسی شجرہ سے کہ جس سے انبیاءؑ پیدا کیے اور جس میں سے اپنے امین منتخب فرمائے۔ان کی عترت بہترین عترت اور قبیلہ بہترین قبیلہ اور شجرہ بہترین شجرہ ہے، جو سر زمین حرم پر اُگا اور بزرگی کے سایہ میں بڑھا، جس کی شاخیں دراز اور پھل دسترس سے باہر ہیں۔

طہارت انبیاء کے بارے ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

بَعَثَهُ بِالنُّوْرِ الْمُضِيْءِ، وَالْبُرْهَانِ الْجَلِيِّ، وَالْمِنْهَاجِ الْبَادِيْ، وَالْكِتَابِ الْهَادِيْ. أُسْرَتُهُ خَيْرُ أُسْرَةٍ، وَشَجَرَتُهُ خَيْرُ شَجَرَةٍ. أَغْصَانُهَا مُعْتَدِلَةٌ، وَثِمَارُهَا مُتَهَدِّلَةٌ. مَوْلِدُهُ بِمَكَّةَ، وَهِجْرَتُهُ بِطَيْبَةَ، عَلَا بِهَا ذِكْرُهُ، وَامْتَدَّ مِنْهَا صَوْتُهُ[2]

اللہ نے اپنے رسول ﷺ کو چمکتے ہوئے نور، روشن دلیل، کھلی ہوئی راہ شریعت اور ہدایت دینے والی کتاب کے ساتھ بھیجا۔ ان کا قوم و قبیلہ بہترین قوم و قبیلہ اور شجرہ بہترین شجرہ ہے کہ جس کی شاخیں سیدھی اور پھل جھکے ہوئے ہیں۔ ان کا مولد مکہ اور ہجرت کا مقام مدینہ ہے کہ جہاں سے آپؐ کے نام کا بول بالا ہوا اور آپؐ کا آوازہ (چار سو) پھیلا۔

اسی طرح ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

۱۔ خطبہ ۹۲

۲۔ خطبہ ۱۵۹

واشهد ان محمدا عبده ورسوله، وسيد عباده، كلما نسخ الله الخلق فرقتين جعله في خيرهما ،لم يسهم فيه عاهر،ولاضرب فيه فاجر[1]

اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ اس کے بندہ اور رسول اور بندوں کے سیدو سردار ہیں شروع سے انسانی نسل میں جہاں جہاں پر سے شاخیں الگ ہوئیں ہر منزل میں وہ شاخ جس میں اللہ نے آپ قرار دیا تھا دوسری شاخوں سے بہتر ہی تھی آپ کے نسب میں کسی بدکار کا ساجھا اور کسی فاسق کی شرکت نہیں۔

جز چہارم :دعوی نبوت اور اسکی دلیل

روئے زمین پر جتنے انبیاء کرام تشریف لائے ان سب کے پاس دعوی نبوت کے لیےدلیل معجزہ ہوتا تھا، غیب کی خبریں اور معجزہ دلائل نبوت کہلاتے ہیں۔ ہمارے آقا ومولا حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ نے سینکڑوں معجزے پیش کیے ،ان میں سے ایک معجزہ شجرہ یعنی درخت کا ہے حضرت امیرالمؤمنینؑ اس واقعہ کے چشم دید گواہ ہیں۔ آپؑ فرماتے ہیں۔حضرت امیرالمؤمنین علیہ السلام کا ایک مشہور اور لمبا خطبہ ہے جس میں آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیساتھ بیتے اوقات کا ذکر فرمایا ہے اس کا نام خطبہ قاصعہ ہےامیرالمؤمنین اس معجزہ(شجرہ)کے چشم دید گواہ ہیں ، آپ فرماتے ہیں۔

ولَقَدْ كُنْتُ مَعَه صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لَمَّا أَتَاه الْمَلأُ مِنْ قُرَيْشٍ فقَالُوا تَدْعُو لَنَا هَذِه الشَّجَرَةَ حَتَّى تَنْقَلِعَ بِعُرُوقِهَا وتَقِفَ بَيْنَ يَدَيْكَ ،قَالَ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (إِنَّ اللّه عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ)فقال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يَا أَيَّتُهَا الشَّجَرَةُ إِنْ كُنْتِ تُؤْمِنِينَ بِاللَّه والْيَوْمِ الآخِرِ وتَعْلَمِينَ أَنِّي رَسُولُ اللّه فَانْقَلِعِي بِعُرُوقِكِ- حَتَّى تَقِفِي بَيْنَ يَدَيَّ بِإِذْنِ اللّه- فَوَالَّذِي بَعَثَه بِالْحَقِّ لَانْقَلَعَتْ بِعُرُوقِهَا فَقُلْتُ أَنَا لَا إِلَه إِلَّا اللّه إِنِّي أَوَّلُ مُؤْمِنٍ بِكَ يَا رَسُولَ اللَّه- وأَوَّلُ مَنْ أَقَرَّ بِأَنَّ الشَّجَرَةَ فَعَلَتْ مَا فَعَلَتْ بِأَمْرِ اللّه تَعَالَى تَصْدِيقاً بِنُبُوَّتِكَ وإِجْلَالًا لِكَلِمَتِكَ- فَقَالَ الْقَوْمُ كُلُّهُمْ بَلْ(ساحِرٌ كَذَّابٌ) ۔[2]

میں اس وقت بھی حضرت کے ساتھ تھا جب قریش کے سرداروں نے آکر کہا تھا۔ ان لوگوں نے کہا کہ آپ اس درخت کو دعوت دیں کہ وہ جڑ سے اکھڑ کرآجائے اور آپ کے سامنے کھڑا ہو جائے ؟ آپ نے فرمایا کہ پروردگار ہر شے پر قادر ہے،یہ کہہ کر آپ نے

۱۔ خطبہ۔ ۲۱۲

۲۔ خطبہ۱۹۰

درخت کو آوازدی کہ اگر تیرا ایمان اللہ اور روز آخرت پر ہے اور تجھے یقین ہے کہ میں اللہ کا رسولؐ ہوں تو جڑ سے اکھڑ کر میرے سامنے آجا اور اذن خدا سے کھڑا ہو جا۔قسم ہے اس ذات کی جس نے انھیں حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے کہ درخت جڑ سے اکھڑ گیا۔ آپ نے یہ بھی کرکے دکھلا دیا تو میں نے آوازدی کہ میں توحید الٰہی کا پہلا اقرار کرنے والا اور اس حقیقت کا پہلا اعتراف کرنے والا ہوں کہ درخت نے امر الٰہی سے آپ کی نبوت کی تصدیق اور آپ کے کلام کی بلندی کے لے آپ کے حکم کی مکمل اطاعت کردی۔

مرزااحمد قادیانی(لع) نے بھی دعوی نبوت کیا تو ساتھ ہی مستقبل کی پیشگوئی اور معجزہ پیش کرنے کا شوق دامن گیر ہوا خاندان کی ایک خوبرو کو دلدے بیٹھا ۔خاتون کا نام محمدی بیگم تھا۔مرزا اس کے باپ سے خواستگار ہوا مگر انھوں نے انکار کیا۔ پھر مرزا نے پوسٹر نکالااور کہا کہ یہ نکاح ہوکے رہے گا کیونکہ پروردگار نے مجھے یہ مژدہ سنایا ہے ،گزرتے گزرتے دہایاں گزر گئیں لیکن مراد بر نہ آئی ۔محمدی بیگم کے لیے تعلقات توڑے رشتہ داریاں داؤ پر لگادیں۔ اپنی بہو اور بیوی کو اس وجہ سے طلاق دی کہ یہ دونوں اس گھر کی عورتیں تھیں۔محمدی بیگم کی دوسری جگہ شادی ہوئی تو مرزا صاحب نے کہاکہ وہ پاک ہوگی روکاوٹیں دور ہوں گی، جب میرے پاس آجائے گی۔ مرزا صاحب نے ۲۳ سال انتظار کیا مراد بر نہیں آئی اور یہ حسرت دل ہی دل میں لیکر راہی عدم ہوئے۔قارئین ملاحظہ کریں یہ لوگ صرف دعوی کرتے ہیں یہ نہیں دیکھتے کہ نبی کو کبھی اللہ رسوا نہیں کرتا اوریہ شخص ذلیل ورسوا ہوا۔ نبی صادق ہوتا ہے کذاب نہیں ہوتا ۔[۱]

جز پنجم : جہاد اسلامی

دین اسلام میں جہاد کو بہت بڑا اور اہم مقام حاصل ہے یہاں تک کہ جہاد کو اسلام کا چھٹا رکن کہا جاتا ہے۔ یہ خوشنودی رب کا بہت بڑا ذریعہ ہے اس لیے مسلمان شوق شہادت اور رضاجوئی رب میں نہایت جلد جہاد کے لیے تیار ہوتے ہیں ۔جہاد کے ذریعہ ظلم وجبر اور ناجائز امور کا خاتمہ ہوجاتا ہے اس لیے شرپسند عناصر ،ثروت مند،یہود ونصاری اور دیگر طبقات اسلامی جہاد سے نہایت خوفزدہ رہتے ہیں۔جہاد اسلام کا دایمی رکن ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ کا ارشاد ہے :

الجهاد ماض الی یوم القیامة

جہاد روز قیامت تک جاری رہے گا ۔

مطلب جہاد کبھی موقوف نہیں ہوگا۔ مرزا چونکہ انگریزی پراڈکٹ تھا اس لیے مرزا کی زبانی اعلان کروایا

۱۔ سیرت مہدی ،آءینہ کمالات اسلام ،روحانی خزاءن اور اشتہار ۱۶اکتوبر ۱۸۹۴ء

گیا کہ میرے آنے سے جہاد موقوف ہو گیا ہے۔ رسول کریم کے برحق خلیفہ اُمیرالمؤمنین علی بن اَبی طالب علیہ السلام نے مستقبل کو بھانپتے ہوئے اپنے خطبات میں جہاد پر کافی زور دیا ہے لہذا بطور نمونہ کچھ کلمات پیش کیے جاتے ہیں تاکہ مرزا کا بدنما چہرہ خوب عیاں ہو۔امیرالمومنین علیہ السلام نے ایک خطبہ میں حجاج ابن یوسف کے حوالے سے پیشگوئی کرتے ہوئے فرمایا:

اِنَّ اَفْضَلَ مَا تَوَسَّلَ بِهِ الْمُتَوَسِّلُونَ اِلَى اللهِ سُبْحَانَهُ الْاِيْمَانُ بِهِ وَ بِرَسُوْلِهِ، وَالْجِهَادُ فِي سَبِيْلِهِ فَاِنَّهُ ذِرْوَةُ الْاِسْلَامِ۔[1]

اللہ کی طرف وسیلہ ڈھونڈنے والوں کیلئے بہترین وسیلہ اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لانا ہے اور اس کی راہ میں جہاد کرنا کہ وہ اسلام کی سر بلند چوٹی ہے۔

امام عالی مقام ایک اور مقام پر خطبہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

حَمَدُهُ شُكْرًا لِاِنْعَامِهِ، وَ اَسْتَعِيْنُهُ عَلٰى وَظَآئِفِ حُقُوْقِهِ، عَزِيْزُ الْجُنْدِ، عَظِيْمُ الْمَجْدِ. وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَ رَسُوْلُهُ، دَعَا اِلٰى طَاعَتِهِ، وَ قَاهَرَ اَعْدَآءَهُ جِهَادًا عَنْ دِيْنِهِ، لَا يَثْنِيْهِ عَنْ ذٰلِكَ اجْتِمَاعٌ عَلٰى تَكْذِيْبِهِ، وَ الْتِمَاسٌ لِاِطْفَآءِ نُوْرِهِ۔[2]

میں اس کے انعامات کے شکریہ میں اس کی حمد کرتا ہوں اور اس کے حقوق سے عہدہ برآ ہونے کیلئے اسی سے مدد چاہتا ہو ں۔ وہ بڑے لاؤ لشکر اور بڑی شان والا ہے۔اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں، جنہوں نے اس کی اطاعت کی طرف لوگوں کو بلایا اور دین کی راہ میں جہاد کر کے اس کے دشمنوں پر غلبہ پایا۔ ان کے جھٹلانے پر لوگوں کا ایکا کر لینا اور ان کے نور کو بجھانے کیلئے کوشش و تلاش میں لگے رہنا ان کو اس (تبلیغ و جہاد کی) راہ سے ہٹا نہ سکا۔

خاتمہ: مرزا قادیانی کی عادات بد خود انہی کے دوستوں کی زبانی۔

مرزا کو دین اسلام کی احیاء کی کوئی فکر نہیں تھی اس کو صرف خوشنودی فرنگ دامن گیر تھی کیونکہ یہ انھیں کا لگایا ہوا پودا تھاچنانچہ مرزا کے خلفاء اور تاریخ نویسوں نے وہ اعمال قلمبند کیے ہیں ۔

مرزا صاحب شراب پیتے تھے[3]

۱۔ خطبہ ۱۱۴

۲۔ خطبہ ۱۸۸

۳۔ اخبار پیغام صلح ۴مارچ ۱۹۳۵ء

غصہ ان پر نہیں کہ وہ تو کبھی کبھار زنا کرتے تھے غصہ ان کے خلیفہ صاحب پر ہیں کہ وہ روزانہ زنا کرتا ہے[1]

غیرمحرم عورتوں سے اختلاط رکھتے تھے جوخلوت میں اور رات کی خدمت پر مامور ہوتی تھیں ان عورتوں کی تعداد پانچ سے زاءد تھیں[2]

مرزا صاحب کو مرگی اور دوسری اعصابی بیماریاں لاحق تھیں نسیان اس بلا کا ہوتا تھا کہ خود ایک مکتوب میں لکھتے ہیں : کئی دفعہ ملاقات ہو تب بھی بھول جاتا

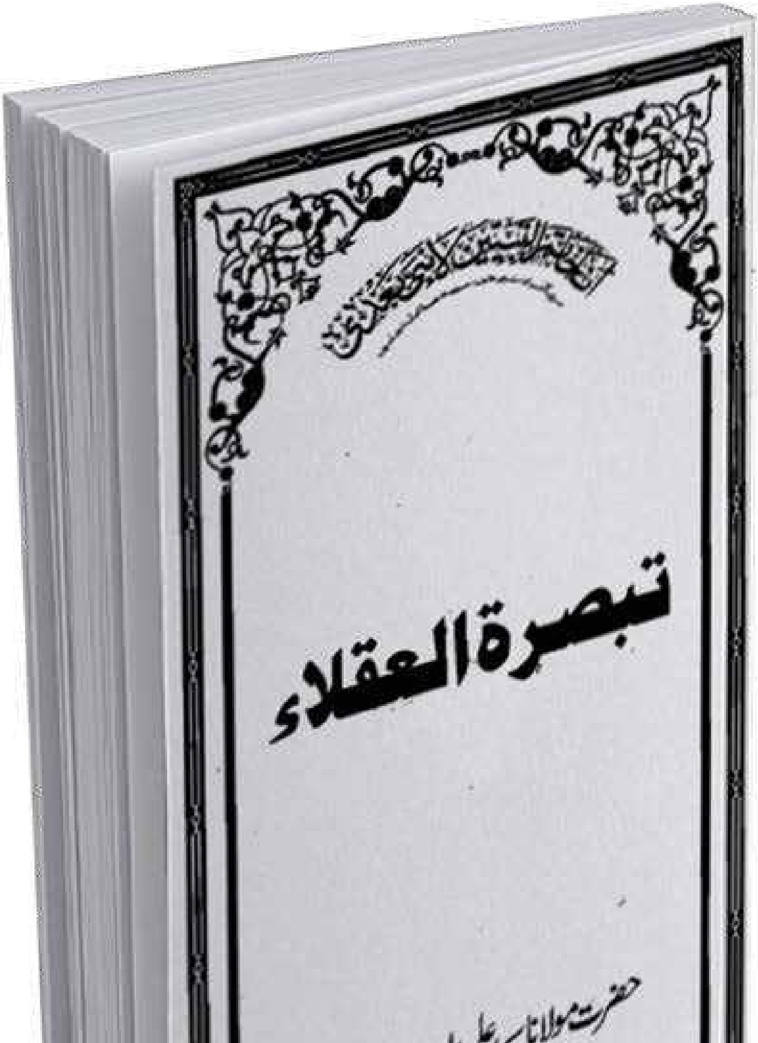
ہوں حافظہ کی ابتری بیان نہیں کرسکتا۔[3]

قارئین کرام! ملاحظہ کریں کہ اخلاقی برائیاں تو چھوڑیں حافظہ اور یاداشت دلائل نبوت سے تعلق رکھتا ہے اس میں بھی خلل ہے لیکن شوق ہے نبوت کا۔ نبی کی یاداشت نہ ہو تو وہ کیسے وحی کی حفاظت کرے گا ؟مرزا کی ایسی بیہودہ عادات تو بہت ہیں لیکن ہم سی پر اکتفاء کرتے ہیں ۔یہ بحث یہاں پر اپنے اختتام کو پہنچی ہے صرف اتنا گزارش کروں گا کہ ہر درپیش مسئلہ میں اہلبیت علہیم السلام کی طرف رجوع کریں ، نہج البلاغۃ ،صحیفہ سجادیہ اور سنی شیعہ کتب میں موجود اہل بیتؑ کے کلمات طیبات سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کریں کہ یہی ہی چشمہ صافی ہے۔

۱۔ روزنامہ الفضل قادیان دارالامان مورخہ ۲۱ اگست ۱۹۳۸

۲۔ بشیراحمد مرزا قادیانی سیرت مہدی۳،ص ۲۷۰

۳۔ مکتوبات احمدیہ،۱۵،۲۱،نمبر ۳



تبصرة العقلاء
حضرت مولانا سید علی الحائری لاہوری

تحریک ختم نبوت میں تشیع پاکستان کا کردار

سید نثار علی ترمذی

انگریزوں سے پاکستان کو جو مسائل ورثہ میں ملے تھے، ان میں سے ایک مسئلہ قادیانیت تھا۔ تشکیل پاکستان سے قبل تحریک ختم نبوت ایک مثالی حیثیت رکھتی ہے۔ فی الحال اس سے صرف نظر کرتے ہوئے پاکستان کے وجود کے بعد سے اس کا جائزہ لیتے ہیں کہ کس طرح امت محمدی اس مسئلے پر متحد و متفق اور متحرک رہی ہے۔ اس ضمن میں جو علمی کاوشیں ہوئی ہیں، ان کی فہرست مرحوم حسین عارف نقوی نے امامیہ مصنفین جو کہ دو جلدوں پر مشتمل کتاب ہے، میں شامل کی ہے، جس کی جلد دوم میں مکتب امامیہ کے علماء اور دانشوروں نے قادیانیت کے رد میں جو کتابیں لکھی، ان کی گیارہ صفحات پر مشتمل فہرست شامل ہے۔ اس طرح کی فہرست تحریک ختم نبوت نے بھی مرتب کی ہے، جو ایک علیحدہ موضوع ہے۔ جب پاکستان معرض وجود میں آیا تو اس نوزائیدہ مملکت کو کئی مسائل درپیش تھے، جس میں انتظامی امور کے علاوہ مہاجرین کی آمد و آبادکاری، کشمیر کا مسئلہ، آئین سازی اور قائد اعظم محمدؐ علی جناح کی رحلت، لیاقت علی خان کی شہادت جیسے سنگین مسائل کا سامنا تھا۔ علمائے کرام نے حکومت کے ساتھ ہر مسئلے پر تعاون کیا۔ ایسے مسائل اٹھانے سے پرہیز کیا، جس سے انتظامی اختلافی مسائل پیدا ہوسکتے تھے۔اس مصلحت آمیز خاموشی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے قادیانیوں نے اپنی تبلیغات کو زور شور سے شروع کر دیا، نیز اہم انتظامی آسامیوں پر پہنچنے کی کوشش کرنے لگے۔ سر ظفر اللہ خان جو کہ مرکزی کابینہ میں اہم عہدے

پر فائز تھے اور قادیانی تھےانھوں نے قائداعظم کا نماز جنازہ بھی نہیں پڑھا تھا، وہ قادیانیوں کی پوری طرح سرپرستی کرنے لگے تھے۔ ۲۰ ستمبر ۱۹۴۸ء کو ربوہ (چناب نگر) چنیوٹ میں دریائے چناب کے کنارے ایک وسیع جگہ حاصل کرکے قائم ہوچکا تھا۔ اسی دوران قرارداد مقاصد اور علماء کرام کے تعاون سے تیار ہو کر پاکستان کی آئین ساز اسمبلی سے ۱۲ مارچ ۱۹۴۹ء کو منظور ہوچکی تھی۔ اس کے علاوہ تمام مسالک کے علمائے کرام ۱۹۵۱ء میں ۲۲ نکات پر اتفاق کرکے دستخط کرچکے تھے۔ قادیانی اپنی سرگرمیوں کا پاکستان میں بھرپور آغاز کرچکے تھے۔ حکومت میں اثر و رسوخ رکھنے کی وجہ سے وہ مختلف علاقوں میں بھی اپنے جلسے کرکے اپنا مکروہ چہرہ عیاں کرچکے تھے۔ مجلس احرار سمیت دیگر تنظیمیں اور شخصیات اپنی جگہ اس کا توڑ کر رہی تھیں۔اسی دوران ۱۷، ۱۸ مئی ۱۹۵۲ء کو کراچی میں قادیانیوں نے جلسہ کیا، جس سے سر ظفر اللہ خاں نے خطاب کرتے ہوئے اسلام کو مردہ اور احمدیت کو زندہ اسلام تک کہ ڈالا۔ ایک ہنگامہ کھڑا ہوگیا۔ پولیس کو لاٹھی چارج کرنا پڑا۔ جلسہ تو درہم برہم ہوگیا، مگر اس صورت حال سے ہر دل رکھنے والے مسلمان کو آئندہ کے خطرات کا اندازہ ہو گیا۔ دو جون ۱۹۵۲ء کو مولانا لال حسین اختر کے رابطے اور کوششوں سے کراچی کے تھیو سوفیکل ہال میں آل پارٹیز کانفرنس کا اہتمام کیا گیا۔ اس موقع پر جو دعوت نامہ مسلم پارٹیز کو بھیجا گیا، اس پر درج ذیل علمائے کرام کے دستخط تھے :-۱۔ مولانا لال حسین اختر۲۔ مولانا احتشام الحق تھانوی(دیوبندی)۳۔ مولانا عبدالحامد بدایونی (بریلوی)۴۔ مولانا مفتی جعفر حسین مجتہد(شیعہ)۵۔ مولانا محمد یوسف (اہل حدیث)اس اجلاس میں پہلی مرتبہ مندرجہ ذیل تین مطالبات بھی متعین کیے گئے۔۱۔ قادیانیوں ایک غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔۲۔ چودھری ظفر اللہ خاں کو وزارت خارجہ کے عہدے سے الگ کیا جائے۔۳۔ تمام کلیدی آسامیوں سے قادیانی افسروں کو علیحدہ کیا جائے۔اجلاس میں یہ بھی فیصلہ کیا گیا کہ مذکورہ مطالبات منوانے کے لیے کل مسلم پارٹیز کانفرنس طلب کی جائے۔ کانفرنس کی صدارت مولانا سید سلیمان ندوی مرحوم نے فرمائی۔ ایک بورڈ کا قیام بھی عمل میں لایا گیا، جس کے ذمہ یہ تھا کہ وہ آل مسلم پارٹیز کنونشن کے جملہ انتظامات کا ذمہ دار ہوگا۔ اس بورڈ کے ممبران مندرجہ ذیل حضرات منتخب ہوئے۔

۱۔ مولانا سید سلیمان ندوی، صدر، تعلیمات اسلامی بورڈ
۲۔ مفتی محمد شفیع، ممبر، تعلیمات اسلامی بورڈ
۳۔ مولانا عبدالحامد بدایونی
۴۔ مولانا محمد یوسف کلکتوی
۵۔ مولانا مفتی صاحبداد
۶۔ مولانا سلطان احمد
۷۔ مولانا احمد نورانی
۸۔ مولانا لال حسین اختر

۹۔ الحاج ہاشم گزور
۱۰۔ مولانا مفتی جعفر حسین مجتہد ممبر، تعلیمات اسلامی بورڈ
۱۱۔ مولانا احتشام الحق تھانوی، کنوینر

مندرجہ بالا مذکورہ بورڈ کا ایک اجلاس ۱۳ جنوری ۱۹۵۲ء کو الحاج ہاشم گزور کے مکان پر ہوا۔ اس اجلاس میں فیصلہ کیا گیا کہ آل پارٹیز کنونشن میں مندرجہ ذیل جماعتوں کو دعوت نامے جاری کیے جائیں۔

۱۔ جمیعت علماء اسلام پاکستان
۲۔ جمیعت علمائے پاکستان
۳۔ مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان
۴۔ مجلس احرار اسلام پاکستان
۵۔ تنظیم اہل سنت والجماعت
۶۔ جمعیت اہل حدیث پاکستان
۷۔ جماعت اسلامی پاکستان
۸۔ حزب اللہ مشرقی پاکستان
۹۔ ادارہ تحفظ حقوق شیعہ پاکستان

۵ اگست ۱۹۵۲ء کو کراچی میں ایک مشترکہ میٹنگ ہوئی اور فیصلہ ہوا کہ مستقبل قریب میں پاکستان کی سطح پر ایک آل پارٹیز کنونشن بلائی جائے۔ مولانا احتشام الحق تھانوی کو کنونشن بلانے کا مجاز قرار دیا گیا۔ مولانا نے ۱۱ دسمبر ۱۹۵۲ء کو پاکستان بھر کی دینی جماعتوں کے نمائندوں کا کنونشن بلانے کی دعوت نامے جاری کر دیے کہ: "آل پاکستان مسلم پارٹیز کنونشن کا اجلاس کراچی میں ۱۶، ۱۷ اور ۱۸ جنوری ۱۹۵۳ء کو منعقد ہوگا۔" (تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳، ص۔ ۱۱۴ ۱۱۵، مولانا اللہ وسایا عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان،۱۹۹۱)اگر تحریک ختم نبوت کا یہی انداز اور پہلو پیش کر دیا جائے تو موضوع مکمل ہوسکتا ہے۔ اسے پاکستانی مسلمانوں کا خوبصورت گلدستہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ عقیدہ ختم نبوت سب مسلمانوں کا مشترکہ و متفقہ سرمایہ ہے۔ جب سے اس خطے میں قادیانی فتنہ پھوٹا ہے، مسلمانوں کے تمام مسالک آج کی جدید اصطلاح میں ایک پیج پر رہے ہیں۔ اس مسئلہ پر کسی نے ایک دوسرے کے خلاف تکفیر کے فتاویٰ کو سد راہ نہیں سمجھا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان تکفیری فتووں کی کوئی حیثیت نہیں بلکہ تحریک ختم نبوت اس کا عملی رد ہے۔ اس تحریک کے بانی بالغ نظر اور وسیع نظر تھے۔ ان کے کیے گئے فیصلوں پر آج تک کسی کو انگشت نمائی کرنے کی ہمت نہیں۔ انھوں نے جو اجلاس بلایا، وہ ان کے دل کی ترجمانی کرتا ہوا نظر آتا ہے، یعنی آل پاکستان مسلم پارٹیز کنونشن۔ کسی کو بھی ایک دوسرے کے مسلمان ہونے پر شک نہیں تھا بلکہ سب نے ایک دوسرے کے مسلمان ہونے پر مہر تصدیق ثبت کر دی۔ اس وقت کے مسلمان کچھ وقت گزرنے کے بعد

ایک دوسرے کے لیے کافر کیسے ہوگئے، کہیں پس پردہ کوئی سازش تو کار فرما نہیں ہے، غور کیجیے گا۔

اس مجوزہ کنونشن کے نتیجے میں مجلس عمل تشکیل پائی۔ اس کی ایک جھلک درج ذیل ہے۔ "حضرت مولانا ابوالحسنات کی قیادت میں مجلس عمل کی عظیم الشان کانفرنسیں منعقد ہونے لگیں۔ ان کانفرنسوں کی خصوصیت یہ تھی کہ پاکستان میں ہر مکتب کے علماء اور رہنماء ایک پلیٹ فارم پر جمع ہوگئے اور اس وجہ سے مجلس عمل کانفرنسوں میں جہاں مولانا ابوالحسنات عوام کو خطاب کرتے تھے، وہاں حضرت مولانا محمد داؤد صاحب (اہل حدیث) علامہ مفتی حافظ کفایت حسین صاحب شیعہ اور سید مظفر علی شمسی (ادارہ تحفظ حقوق شیعہ پاکستان)، حضرت مولانا محمد علی صاحب جلندھری (مجلس تحفظ ختم نبوت)، حضرت صاجزادہ پیر سید فیض الحسن شاہ سجادہ نشین آلومہار شریف، حضرت مولانا نورالحسن شاہ صاحب(تنظیم اہلسنت)، مولانا نصراللہ خان صاحب عزیز (جماعت اسلامی)، حضرت مولانا احمد علی لاہوری صاحب (جمیعت علماء اسلام)، مولانا غلام محمد ترنم (جمیعت علمائے پاکستان)، حضرت مولانا عبدالغفور ہزاروی اور مولانا غلام دین صاحب، مولانا محمد بخش مسلم، ضیغم احرار شیخ حسام الدین صاحب، حضرت مولانا اختر علی صاحب (روزنامہ زمیندار)، حضرت غلام غوث ہزاروی (سرحد)غرضیکہ ہر مکتب خیال کے جید علماء اور مسلمانوں کے مسلمہ رہنماء اسلام کے بنیادی مسئلے پر عوام کو ایک پلیٹ فارم سے خطاب کرنے لگے۔ اس کا بدیہی نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں کے باہمی اختلافات کی خلیج کو پاٹ دیا اور پیار و محبت سے آقائے نامدار، احمد مختار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آبرو پر کٹ مرنے کے لیے دیوانہ وار نکل آئے۔ (ص۔ ۱۳۸- ۱۳۹ حوالہ مذکورہ)

یہاں پر ان شیعہ شخصیات کا تذکرہ کیا جا رہا ہے، جنھوں نے ختم نبوت کے حوالے سے خدمات انجام دیں ہیں۔

علامہ سید علی الحائری (رح) ۱۸۷۶ -۱۹۴۱

مولانا سید علی الحائری لاہور کے عظیم المرتبت عالم و مجتہد تھے۔ آپ ان ابتدائی افراد میں سے تھےو جنھوں نے قادیانیت کے خلاف جہاد کیا۔ آپ نے سب سے پہلے مرزا غلام احمد قادیانی کے خلاف فتویٰ دیا۔

فتویٰ:

”صورت مرقومہ میں جس قدر عقائد بیان کیے گئے ہیں از روئے قرآن و حدیث کے وہ سب باطل اور کفر ہیں بلکہ بعض تو حد شرک تک پہنچتے ہیں، ایسی صورت میں ان عقائد کا مدعی جس طرح دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اس کے مرید و معتقد بھی چونکہ لازماً اس حکم میں داخل ہیں۔ لہذا ان سے بات، طوبوبت و معاشرت کرنا اور ان کو معابد و مساجد میں آنے دینا، ان پر نماز جنازہ پڑھنا، ان سے رشتہ و ناطہ کرنا شرعاً سب ناجائز اور فعل

حرام اور معصیت عظیم ہے۔ خاص طور پر ان کو لڑکی کا رشتہ دینے کی ممانعت کو نہایت ہی موکد اور اہم ہے۔ (لان المریہ تاخذ من دین بعلھا) کیونکہ عورت اپنے خاوند سے دین حاصل کرتی ہے، اس لیے کہ عورت ضعیف العقل ہونے کے سبب شوہر کے دین کو اختیار کر لیتی ہے۔

اعازنا اللہ و جمیع المومنین من النفس الامارہ بالسوء والصلاہ بعد الھدی در مو العالم۔ من مبارک حویلی لاہور خادم الشریعہ المطاہرہ علی الحائری بقلمہ[۱]

مولانا عبد القیوم مہاجر مدنی اپنی کتاب دستاویز صفحہ ۱۵۰، ۱۵۱ میں یوں تحریر کرتے ہیں۔ "غرضیکہ پوری امت کی اجتماعی جدوجہد سے مرزائیت کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو روکنے کی کوشش کی گئی۔ یہی وجہ ہے کہ مرزا قادیانی نے بھی اپنی تصانیف میں مولانا رشید گنگوہی، مولانا نذیر حسین دہلوی، مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا پیر مہر علی شاہ گولڑوی، مولانا علی الحائری سمیت امت کے تمام طبقات کو اپنے سب و شتم کا نشانہ بنایا، کیونکہ یہی وہ حضرات تھے، جنھوں نے تحریر و تقریر و مناظرہ و مباہلہ کے میدان میں مرزا قادیانی اور اس کے حواریوں کو چاروں شانے چت کیا اور یوں اپنے فرض کی تکمیل کرکے پوری امت کی طرف سے شکریہ کے مستحق قرار پاتے ہیں۔" یہی وہ ابتدائی شخصیات ہیں، جنھوں نے فتنہ کو بروقت پہچانا اور سدباب بھی کیا۔ قادیانیوں نے ان کی خدمات کی وجہ سے اپنی کتب میں نام لے کر اپنا غم و غصہ نکالا۔

مولانا اللہ وسایا نے یوں خراج تحسین پیش کیا ہے۔ "اس جلد میں جناب حضرت مولانا علی الحائری، لاہوری، شیعہ رہنماء، عالم دین، جنھیں شیعہ حضرات حجہ الاسلام و المسلمین، صدر المفسرین، سلطان المحدثین، محی الملہ والدین، رئیس الشیعہ، مدار الشریعہ، نباض دہر، حکیم الامت الناجیہ، سرکار شریعت مدار، علامہ، قبلہ، مجتہد العصر و الزمان جیسے القابات سے موسوم کرتے ہیں۔ جس سے یہ بات تو تقریباً طے سمجھی جا سکتی ہے کہ مولانا سید علی الحائری شیعہ حضرات میں ان کا مقام و منصب یقیناً بلند تھا۔ چنانچہ ملعون قادیان مرزا قادیانی نے "دافع البلاء" نامی کتاب لکھی، جس میں سیدنا مسیح ابن مریم علیہا السلام اور سیدنا حسین (ع) پر اپنی فضیلت ثابت کی، معاذاللہ۔ مرزا قادیانی کی اس ملعونانہ جرأت اور احمقانہ جسارت، رذیل حرکت، خبیث شرارت پر شیعہ حضرات میں سے مولانا علی الحائری نے مرزا قادیانی کے خلاف اس کی زمانہ حیات میں کتابیں تحریر فرمائیں۔ مولانا علی الحائری کی پانچ کتابیں رد قادیانیت پر فقیر کے علم میں آئیں ان میں سے:-

۱۔ وسیلہ المبتلاء لدفع البلاء

۲۔ تبصرہ العقلاء

۳۔ مہدی موعود

۱۔ (مولانا محمد اسماعیل شجاع ابادی، تحریک ختم نبوت منزل بمنزل، ج۱، ملتان، ۲۴۲)

۴۔ مسیح موعود
۵۔ غایۃ المقصود (فارسی)

شامل ہیں۔ چنانچہ مولانا علی الحائری کے رسائل اس جلد میں جمع ہو جانے پر خوشی محسوس کرتا ہوں۔"
(مولانا اللہ وسایا، احتساب قادیانیت، ج ۴۵، ص ۴، ملتان)

مولانا فیض محمد مکھیالوی (۱۸۸۰ء-۱۹۵۱ء)

آپ بمقام، مکھیال، تحصیل پنڈ دادن خان، ضلع جہلم میں پیدا ہوئے۔ بہترین خطیب اور مناظر تھے۔ آپ کا نارووال میں مرزائی مبلغ مولوی غلام رسول سے ختم نبوت کے موضوع پر مناظرہ ہوا اور آپ نے اس کو شکست فاش دی۔

مولانا سید برکت علی شاہ، گوشہ نشین

آپ نامور مناظر گزرے ہیں، "کلید مناظرہ" اور" آئینہ مرزائیت" آپ کی فن مناظرہ پر گرفت ظاہر کرتی ہے۔ "وزیر آباد ضلع گوجرانولہ کے جناب سید برکت علی شاہ صاحب تھے، جن کا لقب "گوشہ نشین" تھا۔ آپ شیعہ مکتب فکر کے نامور مناظر و خطیب تھے۔ "آئینہ مرزائیت" نامی کتاب آپ نے قادیانیت کے خلاف مرتب فرمائی۔ یہ آج سے ایک صدی قبل کی کتاب ہے۔ اس جلد میں اس کو شائع کیا جا رہا ہے۔ اس کتاب سے معلوم ہوگا کہ اہل سنت کی طرح اہل تشیع بھی آنحضرت کے منکر بالفاظ دیگر آنحضرت کے بعد مدعی نبوت کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں۔ چنانچہ مرزا غلام احمد قادیانی کے کفر کو واضح کرنے کے لیے مصنف نے اس کتاب کے آخر میں عراق، نجف اشرف و کربلا کے مفتیان و مجتہدین کے فتویٰ کو شامل کتاب کیا ہے اور یہی ہمارا مقصد ہے۔"[1]

علامہ حافظ کفایت حسین (۱۸۹۸ء-۱۹۶۸ء)

آغا شورش کاشمیری یوں بیان کرتے ہیں۔ "اس کے حقیقی محرک سید عطاء اللہ شاہ بخاری تھے۔ آپ نے مولانا سید ابو الحسنات قادری کو ساتھ ملا کر اور مجلس عمل کی قیادت سونپ کر ایک شگفتہ زمین تیار کی۔ سید مظفر علی شمسی شیعہ نوجوانوں کے لیڈر تھے اور سن شعور سے احرار کا ذہن رکھتے تھے۔ شاہ جی نے ان کی وساطت سے مشہور شیعہ عالم حافظ کفایت حسین کو ساتھ ملا کر قادیانیت کے حصار پر وہ ضربیں لگائیں کہ وحدت اسلامی کی یلغار کا نقشہ کھنچ گیا۔" (آغا شورش کاشمیری، تحریک ختم نبوت، ص،۱۶۴)۔ علامہ حافظ کفایت حسین جیسے بے شمار علمائے

۱۔ (مولانا اللہ وسایا، احتساب قادیانیت، ج ۳۸، ص۳۸، ملتان)

کرام، مشائخ عظام نے مرزائیوں کے کفر کو چوکوں چوراہوں میں ننگا کیا۔[1] "رد قادیانیت کے سلسلہ میں امت محمدیہ کے جن خوش نصیب و خوش بخت حضرات نے بڑی تندہی اور جانفشانی سے کام لیا، ان میں حافظ کفایت حسین خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔"[2]

علامہ مفتی جعفر حسین، قائد ملت جعفریہ

آپ ۲ جون ۱۹۵۱ء کراچی میں ہونے والی آل مسلم پارٹیز کانفرنس کے بانی رکن تھے۔ دعوت نامے پر آپ کے بھی دستخط تھے۔ اس کانفرنس میں تین مطالبات پیش کیے گئے تھے، جن کی تفصیل شروع میں درج کر دی ہے۔ مولانا اللہ وسایہ اپنی کتاب "پارلیمنٹ میں قادیانی شکست" کے صفحہ ۸۲(۶) میں لکھتے ہیں کہ جب اٹارنی جنرل نے مرزا ناصر سے پوچھا کہ کیا ۱۹۵۱ء میں شیعہ مجتہد مفتی جعفر حسین بھی ان میں شامل نہ تھے؟ تو اس نے جواب دیا، جی وہ بھی شامل تھے۔ اٹارنی جنرل نے مزید دریافت کیا کہ یہ آپ نے محضر نامہ میں لکھ دیا ہے، مگر میں عرض کرتا ہوں کہ ۵۱ء شیعہ بھی، دیوبندی بھی، بریلوی، اہل حدیث کے علامہ سلیمان صدارت میں جمع تھے؟ تو مرزا ناصر نے کنفرم کیا کہ "جمع تھے۔" جسٹس منیر احمد اس موضوع پر اپنی انکوائری رپورٹ میں یوں مفتی جعفر حسین مرحوم کے کردار کا اعتراف کرتے ہیں۔

The conference was presided over by Maulana Syed Salman Nadvi Under whose chairmanship a board was also constituted while was arrangements for next meeting of convention the resolution passed at this conference approved in a public meeting held in Karachi. The member of the board were the following.
* Moulana Jaffar Hussain Sahib member Board of Ta'limat Islam (report of the court of enquiry by Muneer Ahmed at page ۷۷ and ۷۸) دیگر اراکین کے بھی نام ہیں۔

خطیب آل محمد علامہ سید اظہر حسن زیدی

مولانا متین خالد اپنی کتاب "قادیانیت ہماری نظر میں" صفحہ ۲۸۰ میں جلسہ بادشاہی مسجد کے بارے میں لکھتے ہیں کہ اس کی صدارت مولانا یوسف بنوری نے کی اور دیگر مقررین نے علاوہ مولانا اظہر حسن زیدی اور مولانا مظفر علی شمسی نے خطاب کیا۔ اس تاریخی جلسہ میں پنجاب بھر سے شمع رسالت کے پروانوں نے شرکت کی۔ اسی طرح مولانا اللہ وسایا نے اپنی کتاب "تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء جلد اول صفحہ۔ ۸۳۷ پر لکھتے ہیں کہ اکیسویں سالانہ ختم نبوت کانفرنس ۲۶، ۲۷، ۲۸ دسمبر بروز جمعرات، پبلک پارک، چنیوٹ، ضلع جھنگ سے

۱۔ (مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی تحریک ختم نبوت منزل بمنزل، ج ۱،ص۱۲)
۲۔ (مولانا عبد القیوم مہاجر مدنی، تاریخی دستاویز، ص ۱۵۰، ملتان)

دیگر مقررین کے علاوہ مداح آل رسول جناب اظہر حسن زیدی نے خطاب فرمایا۔ اہل سنت عالم دین مولانا محمد عبداللہ معتصم نے اپنی کتاب "تحریک ختم نبوت ۱۹۸۴ء صفحہ ۵۹ میں آپ کو "مجاھد ختم نبوت جناب مجتہد سید اظہر حسن زیدی" کے نام سے یاد فرمایا ہے۔

مبلغ اعظم مولانا محمد اسماعیل فاضل دیوبند

اہلسنت کے مناظر مولانا اللہ وسایا اپنی کتاب "احتساب قادیانیت جلد ۳۸ صفحہ۷ " میں لکھتے ہیں کہ شیعہ مکتب فکر کے ممتاز مناظر مولانا محمد اسماعیل گوجروی کا قادیانیوں سے مندراں والا میں مناظرہ ہوا تھا تو قادیانی مناظر کے چھکے چھوٹ گئے۔ مولانا محمد اسماعیل نے ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں فیصل آباد مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے پلیٹ فارم سے خدمات انجام دیں تھیں۔ ایک روایت کے مطابق آپ نے نیشنل اسمبلی میں ۱۹۷۴ء میں شیعہ نمائندگی کرکے مدلل گفتگو کی۔

مرزا یوسف حسین لکھنوی

آپ مشہور عالم دین، مقرر و مناظر تھے۔ آپ نے نہج البلاغہ کا اردو ترجمہ بھی کیا۔ مدرسۃ الواعظین لاہور کے پرنسپل رہے ہیں۔ علامہ مفتی جعفر حسین کے انتخاب کے موقع پر آپ کا نام متبادل کے طور پر پیش کیا گیا تھا۔ آپ کا مشہور مناظرہ، "مناظرہ مہت پور" ضلع ہوشیار پور ہے، جس میں آپ نے مشہور قادیانی مناظر ابوالعطاء جالندھری کو شکست فاش دی۔ اس مناظرہ کی روئیداد "تحریری مناظرہ مہت پور" کے نام سے شائع ہوئی۔ مولانا متین خالد نے اپنی کتاب "قادیانیت ہماری نظر میں" صفحہ ۱۸۳، طبع ملتان، میں آپ کا یہ فتویٰ شائع کیا ہے۔ "قادیانی مسلمان نہیں ہیں بلکہ مرتد ہیں اور صرف شخصی یہ طور پر چند افراد مرتد نہیں ہوئے بلکہ پوری جماعت ارتداد پر متفق ہو کر ایک سازش کے ساتھ اس لیے مرتد ہوئی ہے کہ اسلام کی بیخ کنی کرے۔ ان کا کام ہی اسلام کے خلاف سازش ہے۔ یہ اسلام کے پاکیزہ عقائد، مستحکم قوانین اور مقدس اعمال کی بیخ کنی کے لیے اسلام کا نام رکھ کر اپنی سازشوں میں اس طرح مصروف رہتے ہیں کہ ناواقف انھیں مشکل سے پہچان سکتے ہیں۔ اسلام کے مقدس بدن کا ناسور ہیں، جس سے نجات حاصل کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔" آپ نے ۱۹۸۴ء میں وفاقی شرعی عدالت میں قادیانیوں کے خلاف مقدمے موضوع پر مفصل بحث کی تھی۔

مولانا سید مظہر علی اظہر

آپ مجلس احرار اسلام کے بانیوں میں سے تھے۔ ۱۹۴۲ء تک آل انڈیا مجلس احرار اسلام کے مرکزی سیکرٹری رہے۔ آپ پنجاب ہائی کورٹ کے وکیل تھے۔ پورے برصغیر میں آپ کی خطابت کا طوطی بولتا تھا۔ آغا شورش کاشمیری اپنی کتاب "تحریک ختم نبوت" صفحہ۔ ۱۶۸ میں لکھتے ہیں۔ "مجلس تحفظ ختم نبوت دراصل برصغیر کی آزادی سے پہلے مجلس احرار اسلام شعبہ تبلیغ تھا۔ اس وقت کے تمام جید علماء قادیانی فتنے کے تعاقب کی مہم

میں اس کے ہمنوا تھے۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے بقول علامہ انور شاہ کشمیری نے احرار کو مشورہ دیا تھا کہ اپنی جماعت میں ایک غیر سیاسی شعبہ تبلیغ اس غرض سے قائم کریں۔ چنانچہ چوہدری فضل حق، مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی، مولانا مظہر علی اظہر، ماسٹر تاج الدین انصاری اور محمد حیات اس شعبہ کی مجلس عاملہ کے رکن مقرر ہوئے۔"مقدمہ مرزائیہ بہاولپور جلد اول صفحہ۔۳۳، طبع لاہور میں لکھتے ہیں۔ "اس سلسلے میں امت محمدیہ کے جن خوش نصیب و خوش بخت حضرات نے بڑی تندہی اور جانفشانی سے کام کیا، ان میں حضرت مظہر علی اظہر خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔"مولانا اللہ وسایا تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء صفحہ ۴۷۲ میں لکھتے ہیں کہ حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری کے فرزند گرامی قدر پیر طریقت ولی ابن ولی مولانا عبیداللہ انور نے مظہر علی اظہر کا اور شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانی نے قائد اعظم کا جنازہ نے پڑھا کر امت کو بتا دیا کہ اختلاف کرو گے تو پٹ جاؤ گے، مٹ جاؤ گے، اتحاد کرو گے تو دشمن ایک دن تمھارے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہوگا۔"

سید مظفر علی شمسی

آپ مشہور شیعہ رہنماء تھے، اپنی تمام زندگی تحریک ختم نبوت کے لیے قربان کر دی۔ شورش کاشمیری اپنی کتاب تحریک ختم نبوت کے صفحہ ۱۶۴ پر لکھتے ہیں "مظفر علی سمشی شیعہ نوجوانوں کے لیڈر تھے اور سن شعور سے احرار کا ذہن رکھتے تھے۔"

مجلس عاملہ کی تشکیل

صدر حضرت مولانا ابوالحسنات احمد قادری (جمعیت علمائے پاکستان)، نائب صدر مولانا محمد طفیل صاحب (جماعت اسلامی)، ناظم اعلیٰ، مولانا داؤد غزنوی (اہل حدیث)، ناظم، سید مظفر علی شمسی (ادارہ تحفظ حقوق شیعہ) پاکستان، آپ کی تین تقاریر جو آپ نے ختم نبوت کی تحریک کے دوران کی تھیں، اسے جسٹس منیر انکوائری رپورٹ میں بطور ثبوت شامل کیا گیا ہے۔ آپ نے ۵ فروری ۱۹۵۳ء کو بیرون باغ موچی دروازہ لاہور مولانا ابوالحسنات محمد احمد قادری کے زیر صدارت جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا "ہم حضور کے نام کی عظمت برقرار رکھنے کے لیے زندہ ہیں اور اس کی عظمت کی خاطر ہم مرنے کو تیار ہیں۔" آپ اس تحریک میں جیل میں بھی رہے اور آخری دم تک اس مشن سے وابستہ رہے۔ مظفر علی شمسی کا انتقال ۱۹ جون ۱۹۷۶ء میں ہوگیا۔ اس کے بعد ان کے بھائی محبوب علی شمسی اور بیٹے علی رضا شمسی نے اس مشن کو آگئے بڑھایا۔

سید عباس حسین گردیزی، ملتان

آپ کو یہ سعادت حاصل ہوئی کہ قومی اسمبلی میں قادیانیوں کے بارے میں شیعہ موقف آپ نے پیش کیا۔ آپ کی قومی اسمبلی کی تقریر قومی اسمبلی سیکرٹریٹ نے شائع کر دی ہے۔ اس کے علاوہ ۱۹۵۲ء میں آپ قادیانیوں کے خلاف جاری تحریک میں احتجاجاً لیجسلیٹو کونسل کی رکنیت سے استعفیٰ دے دیا تھا۔ یہ واحد مثال پیش

کی جا سکتی ہے۔

مولانا تاج الدین حیدری

علامہ حامد علی موسوی، قائد تحریک نفاذ فقہ جعفریہ نے مولانا تاج الدین حیدری اور علامہ مرزا یوسف حسین لکھنوی کو نامزد کیا، وہ شریعت کورٹ میں قادیانیوں کے دائر مقدمہ میں دفاع کریں۔ آپ نے نہ صرف شیعہ موقف پیش کیا بلکہ مدلل گفتگو سے عدالت کو فیصلہ کرنے میں آسانی ہوئی۔

علامہ علی غضنفر کراروی

آپ علامہ ع غ کراروی کے نام سے مشہور تھے۔ آپ تحریک ختم نبوت میں مرکزی نائب صدر تھے اور آخری دم تک اس حوالے سے اپنی خدمات انجام دیتے رہے۔ آپ نے ہر جلسہ، ہر اجلاس اور ہر کمیٹی میں شیعہ مسلک کی نمائندگی کی، جو کہ آخری بھی ثابت ہوئی۔ مولانا محمد متین خالد نے اپنی کتاب ''قادیانیت ہماری نظر میں'' کے صفحہ ۱۸۳ پر آپ کا یہ بیان تحریر کیا ہے۔ "قادیانیت ایک ناسور ہے۔ جب تک اس ناسور کو جڑ سے اکھاڑ کر نہیں پھینکا جائے گا، ملک میں امن قائم نہیں ہوسکتا۔''

ان چند مجاہدین ختم نبوت کا تذکرہ کرنے کے بعد بعض شخصیات کے روشن اسماء گرامی کا ذکر کرکے مضمون کی طوالت کو ختم کرتا ہوں۔

علامہ رضی جعفر مجتہد

علامہ نصیر الاجتہادی

علامہ یعقوب علی توسلی

خاقان بابر ایڈووکیٹ

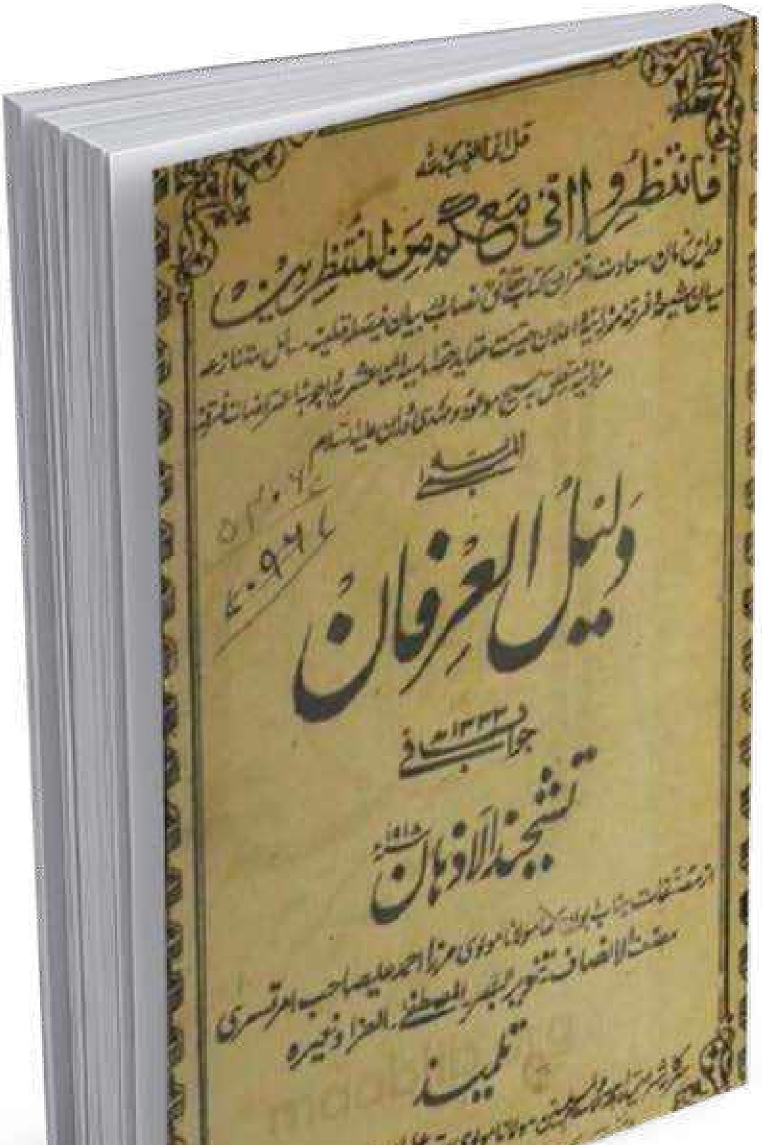
علامہ عقیل ترابی

علامہ سید صادق علی نجفی

جب یہ مضمون لکھ رہا تھا تو مولانا وحید حیدر کاظمی کی کتاب ''تحریک ختم نبوت میں شیعان حیدر کرار کا تاریخ ساز کردار'' پڑھنے کو ملی۔ میں نے مصنف سے تفصیلی ملاقات کی۔ انھوں نے بتایا کہ ایک مرتبہ ایک کلیپ سنا، جس میں ایک مولوی کہہ رہا تھا کہ تحریک ختم نبوت اور رد قادیانیت میں شیعوں کا کوئی کردار نہیں تھا، انھوں نے مجھے متوجہ کیا اور میں نے تحقیق و مطالعہ شروع کر دیا۔ میں نے محسوس کیا کہ شیعان حیدر کرار کا کردار تحریک ختم نبوت میں کسی سے بھی کم نہیں تھا، فقط ان کے کردار کو سامنے نہیں لایا گیا۔ ابتدائی مطالعہ پر یہ کتاب مرتب کر دی ہے جبکہ مطالعہ جاری ہے اور مزید کتب سامنے آئیں گیں۔

انھوں نے مزید بتایا کہ جن شیعہ علماء نے قادیانیوں کے رد میں اور ختم نبوت کے بارے کتب تحریر کی

ہیں، ان کو جمع کیا جائے تو چالیس جلدوں پر مشتمل ذخیرہ سامنے آئے گا، جبکہ وہ مضامین جو مختلف رسائل و جرائد میں شائع ہوئے ہیں، انھیں جمع کر کے شائع کیا جائے تو پندرہ جلدوں سے زائد کا مواد ہے۔ وہ پرعزم ہیں کہ وہ یہ کارنامہ انجام دے کر رہیں گے۔ یہ کام ایک ادارے کا ہے، مگر ملت کے قائدین کی یہ ترجیح نہیں ہے۔ تحریک پاکستان و تحریک ختم نبوت میں شیعوں کا کردار مرکزی و بنیادی ہے، مگر اسے ہمارے تجاہلِ عارفانہ اور دوسروں کے منافقانہ رویئے نے پس پشت ڈال دیا ہے۔ ضرورت ہے کہ اس پر خصوصی توجہ دی جائے اور یہ خلا پر کیا جائے۔ تحریک ختم نبوت میں تاسیس سے نائب صدر کا عہدہ شیعوں کے پاس تھا، جو علامہ علی غضنفر کراروی مرحوم کے بعد کسی کو نہیں ملا۔ اسے پر کرنے کے لیے تحریک ختم نبوت کے ذمہ داروں سے مطالبہ کیا جائے۔اس مضمون کا اختتام شہید علامہ عارف حسین الحسینی کے اس فرمان سے کرتے ہیں۔ ”ہم نے تو ہر جگہ اعلان کیا ہے، پریس میں بھی کہا ہے کہ جو بھی ختم نبوت کا منکر ہے، کافر ہے، وہ مسلمان نہیں ہوسکتا۔ ہم قادیانیوں کو نہ صرف مسلمان تسلیم نہیں کرتے بلکہ انگریزوں کی پیداوار اور انگریزوں کا جاسوس خانہ اور جاسوس کا آلہ سمجھتے ہیں، جس طرح ایران میں بہائی انگریزوں کی پیداوار تھے اور مسلمانوں میں اختلاف ڈالنے کے لیے جاسوس کا آلہ تھے، آج امریکہ و اسرائیل کا جاسوسی کا آلہ ہیں۔“ میثاق خون، نقیب وحدت۔


فانظروا انی معکم من المنتظرین
دلیل العرفان
جواب فی
تشحیذ الاذہان
تمینہ

تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء کی مختصر تاریخ

علامہ سید وحید حیدر کاظمی

۱۹۷۰ء کے الیکشن میں چند سیٹوں پر مرزائی منتخب ہو گئے۔ اقتدار کے نشے اور ایک سیاسی جماعت سے وابستگی نے انھیں دیوانہ کردیا۔ وہ حالات کو اپنے لیے ہے سازگار پا کر انقلاب کے ذریعے اقتدار پر قبضہ کی سکیمیں بنانے لگے۔ قادیانی جرنیلوں نے اپنی سرگرمیاں تیز کردیں۔ اس نشے میں دھت ہو کر انھوں نے۲۹ مئی ۱۹۷۴ء ربوہ (چناب نگر)ریلوے اسٹیشن پر چناب ایکسپریس کے ذریعے سفر کرنے والے ملتان نشتر میڈیکل کالج کے طلبہ پر قاتلانہ حملہ کیا۔ جس کے نتیجے میں تحریک چلی۔

مولانا سید محمد یوسف بنوری ان دنوں ’’مجلس ختم نبوت پاکستان‘‘ کے امیر تھے۔ ان کی دعوت پر امت کے طبقات جمع ہوئے۔ آل پارٹیز مجلس عمل تحفظ ختم نبوت پاکستان تشکیل پائی جس کے سربراہ مولانا سید محمد یوسف بنوری قرار پائے۔ امت کی خوش نصیبی کے اس وقت قومی اسمبلی میں تمام اپوزیشن متحد تھی۔ چنانچہ اپوزیشن پوری کی پوری مجلس عمل تحفظ ختم نبوت پاکستان میں شریک ہو گئی۔

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ختم نبوت کا اعجاز ملاحظہ ہو کہ مذہبی و سیاسی جماعتوں نے متحد ہو کر ایک ہی نعرہ لگایا کہ مرزائیت کو غیر مسلم قرار دیا جائے۔

متفقہ طور پر اپوزیشن کی طرف سے مولانا شاہ احمد نورانی مدظلہ نے مرزائیوں کے خلاف قرارداد پیش کی اور

پیپلز پارٹی برسراقتدار طبقہ(حکومت) کی طرف سے دوسری قرارداد جناب عبدالحفیظ پیرزادہ نے پیش کی، جو ان دنوں وزیر قانون تھے۔ قومی اسمبلی میں مرزائیت پر بحث شروع ہو گئی۔ پورے ملک میں مولانا سید محمد یوسف بنوری، مولانا عبیدا اللہ انور، نوابزادہ نصر اللہ خان، آغا شورش کاشمیری، علامہ احسان الٰہی ظہیر، مولانا عبدالقادر روپڑی، مفتی زین العابدین، مولانا تاج محمود، مولانا محمد شریف جالندھری، مولانا عبدالستار خاں نیازی، مولانا صاجزادہ فضل رسول حیدر، مولانا صاجزادہ افتخار الحسن، سید مظفر علی شمسی، مولانا علی غضنفر کراروی، مولانا عبدالکریم بیر شریف، حضرت مولانا محمد شاہ امروٹی اور مولانا عبدالواحد عرض یہ کہ چاروں صوبوں کے تمام مکاتب فکر نے تحریک کے لیے الاؤ کو ایندھن مہیا کیا۔[1]

صمدانی کمیشن ٹربیونل کا قیام

۳۱مئی کو سانحہ چناب نگر (ربوہ) کی تحقیقات کے لیے صمدانی ٹربیونل کا قیام عمل میں آیا۔

یکم جون ۱۹۷۴ء جسٹس صمدانی نے واقعہ ربوہ کی تحقیقات شروع کردی۔ جسٹس کے ایم اے صمدانی نے اپنے چیمبر میں واقعہ ربوہ کی تحقیقات کے سلسلہ میں اسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل مسٹر عبدالستار نجم سے ملاقات کی۔

۲جون ۱۹۷۴ء عوام کی آگہی کے لیے اعلان کیا گیا کہ حکومت پنجاب نے حسب ذیل تحقیقات کے لیےایک تحقیقاتی ٹربیونل قائم کردیا ہے جو ۲۹ مئی ۱۹۷۴ءکو ربوہ ریلوے اسٹیشن پر رونما ہونے والے واقعہ اور اس واقعہ سے متعلق دیگر امور کی تحقیقات کرے گا تاکہ اس واقعہ کی انفرادی اوراجتماعی ذمہ داری کا تعین کرکے اس کے مرتکب عناصر کے خلاف ضروری کارروائی کے سلسلے میں حکومت کو سفارش بھیجی جائے۔[2]

یاد رہے کہ صمدانی کمیشن کی کارروائی میں مسلمانوں کی طرف سے مشہور شیعہ رہنما جناب خاقان بابر ایڈووکیٹ نے پیروی کی جیسا کہ بزرگ عالم دین مولانا اللہ وسایا صاحب دیوبندی تحریر فرماتے ہیں۔

"جناب خاقان بابر مرحوم ایڈووکیٹ (لاہور) مولانا مظہر علی اظہر مرحوم شیعہ رہنما، نامور قانون دان مجلس احرار اسلام کل ہند کے سیکرٹری جنرل کے صاجزادہ جناب خاقان بابر ایڈووکیٹ تھےجو تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء کے صمدانی کمیشن میں مجلس احرار اسلام کے طرف سے مولانا عبیداللہ احرار کے حکم پر پیروی کرتے رہے۔ خوب بھرپور شخصیت تھے۔"[3]

جناب قانون بابر ایڈووکیٹ کی طرح آپ کے والد گرامی مولانا مظہر علی اظہر نے بھی اپنی تمام تر زندگی

۱۔ تاریخی دستاویز، ص ۱۵۶و۱۵۷ مولانا عبدالقیوم مہاجر مدنی طبع ملتان

۲۔ تحریک ختم نبوت اور نوائے وقت ص ۴۴۷ محمد ثاقب رضا قادری

۳۔ چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ جلد ۲،ص۸۷۱

تحفظ ناموس ختم نبوت کے لیے وقف کردی۔ جیسا کہ جامعہ دارالعلوم عربیہ کے بانی، تنظیم اتحاد العلماء کے صدر، محدث انور شاہ کشمیریؒ کے مایہ ناز شاگرد اور مشہور اہل سنت عالم دین مولانا محمد چراغ صاحب لکھتے ہیں کہ:

"مولانامظہر علی اظہر نے ختم نبوت اور قادیانیت پر شیعہ علماء میں خوب محنت کی اور حضرت شاہ صاحب کا پیغام پروگرام گھر گھر پہنچایا۔ حافظ کفایت حسین جیسے شیعہ علماء کو قادیانیوں کے خلاف لاکھڑا کیا۔ مظفر علی شمسی کو اس مضووع پر شیعہ لیڈروں سے ملنے کے لیے کہاں۔ یہاں تک کہ شیعہ جمہور مسلمانوں سے اختلافات رکھنے کے باوجود مسئلہ قادیانیت پر حضرت امیر شریعت کے ساتھ ہو گئے۔"[1]

مولانا اللہ وسایا صاحب آپ کے بارے میں لکھتے ہیں:

مولانا مظہر علی اظہر(لاہور، پیدائش ۱۳ مارچ،۱۹۸۵ء بٹالہ وفات۲ نومبر، ۱۹۷۴ء لاہور) نامور شیعہ عالم، مصنف سیاستدان مقرر قانون دان، مجلس احرار اسلام کے ہند کے اولین ناظم اعلیٰ، مجلس خلافت پنجاب کے نائب صدر تحریک خلاف تحریک آزادی، تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں بڑی جرات و بہادری سے حصہ لیا۔ مجلس احرار اسلام کے انکوائری کمیشن میں وکیل اور نمائندہ تھے۔ زندگی بھر انگریز اور اس کی مصنوعی اولاد قادیانیوں سے کبھی سمجھوتا نہ کیا۔ قادیانی گروہ کو ستمبر ۱۹۷۴ء میں غیر مسلم اقلیت دیا گیا۔ جس سے آپ کے دل کو قرار آگیا۔ ایسا قرار آیا کہ چند ماہ خود ہی قراردی کی گہری نیند سو گئے۔"[2]

ہڑتال اور گرفتاریاں

لاہور کی مسجد وزیر خاں میں ایک جلسہ کے انعقاد کا اعلان کیا گیا لیکن اس سے پہلے آغا شورش کاشمیری، نوابزادہ نصر اللہ خاں، چوہدری غلام جیلانی، ملک محمد قاسم، سید محمود احمد رضوی، علامہ احسان الٰہی ظہیر، سید مظفر علی شمسی اور علامہ عزیر انصاری گرفتار کر لیے گئے۔ ان سب کو دریائے راوی کے ریسٹ ہاؤس میں رکھا گیا۔ مولانا عبیداللہ انور مسجد وزیرخاں میں پہنچ گئے۔ حاضرین سے خطاب کیا۔ اس کے بعد لوگوں نے جلوس نکالنے کی کوشش کی تو پولیس اور ہجوم میں تصادم ہو گیا۔ آنسو گیس استعمال کی گئی۔ ہجوم نے بعض جگہ آگ لگا دی۔ شب کے آغاز میں زیر حراست رہنماؤں کو رہا کردیا گیا۔[3]

۱۔ چراغ ہدایت،ص ۱۴۵،طبع ملتان

۲۔ چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے و نگار رنگ جلد۳، ص۱۵۰

۳۔ تحریک ختم نبوت، ص ۲۳۹آغا شورش کاشمیری طبع لاہور

آل پاکستان مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کا قیام

لاہور ۹ جون علماء و مشائخ اور سیاسی اکابرین کے ایک مشترکہ اجلاس میں آل پاکستان مجلس عمل تحفظ ختم نبوت قائم کرنے کا اعلان کیا گیا۔ مجلس عمل میں شامل ۱۸ دینی و سیاسی جماعتوں نے تنظیم میں نمائندگی کے لیے دو، دو نمائندے نامزد کیے ہیں۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کے سربراہ مولانا محمد یوسف بنوری اس تنظیم کے کنوینر مقرر کیے گئے۔ سیاسی اور مذہبی جماعتوں نے جن افراد کو نمائندہ نامزد کیا ہے ان میں جماعت اسلامی کے پروفیسر عبدالغفور، چوہدری غلام جیلانی، جمعیت علماء اسلام کے مفتی محمود، مولانا عبید اللہ انور، جمعیت علماء پاکستان کے مولانا شاہ احمد نورانی، مولانا عبدالستار خان نیازی، قاضی محمد فضل رسول، تنظیم اہلسنت والجماعت کے مولانا نور الحسن بخاری اور مولانا عبدالستار تونسوی اشاعت توحید و سنت کے مولانا غلام اللہ خاں، سید عنایت اللہ شاہ بخاری، تبلیغی جماعت کے مفتی زین العابدین، مرکزی جماعت اہل سنت کے مولانا غلام علی اوکاڑوی، مولانا سید حسین اللہ، جمعیت اہل حدیث کے حافظ عبد القادر روپڑی، مولانا صدیق، ادارہ تحفظ حقوق شیعہ کے سید مظفر علی شمسی، قادیانی محاسبہ کمیٹی کے آغا شورش کاشمیری، مولانا احسان الٰہی ظہیر، نیشنل عوامی پارٹی کے مسٹر ارباب سکندر خان خلیل اور امیر زادہ خاں، مجلس احرار اسلام کے مولانا ابوذر بخاری، چودھری ثناء اللہ بھٹہ، جمہوری پارٹی کے نواب زادہ نصر اللہ خاں، رانا ظفر اللہ، مجلس تحفظ ختم نبوت کے حضرت مولانا خواجہ خان محمد، مولانا تاج محمود، مولانا محمد شریف جالندھری، سردار میر عالم لغاری، قومی اسمبلی کے آزاد رکن مولانا ظفر احمد انصاری اور طلبا کی تنظیموں کے نمائندے شامل ہیں۔[1]

موتمر کا مطالبہ

موتمر عالم اسلامی کے اجلاس مکہ میں ۱۰۰ تنظیموں کے نمائندوں نے مطالبہ کیا تھا کہ قادیانیوں کو کافر قرار دیا جائے۔ اگر اہل اسلام حکومت سے مطالبہ کریں کہ صدر اور وزیر اعظم کے حلف کے تحفظ کی خاطر قادیانیوں کو اقلیت قرار دیا جائے۔ یہ مطالبہ مذہبی جنون یا ملائیت کی تنگ نظری نہیں۔

کنونشن میں پاکستان مسلم لیگ، پاکستان جمہوری پارٹی، جمعیت علمائے اسلام، نیشنل عوامی پارٹی، جماعت اسلامی جمعیت علمائے پاکستان، مجلس تحفظ ختم نبوت، تنظیم اہل سنت والجماعت، ادارہ تحفظ حقوق شیعہ، قادیانی محاسبہ کمیٹی و دیگر دینی جماعتوں اور طلبا کے نمائندوں نے شرکت کی۔[2]

۱۔ نوائے وقت ۱۰ جون ۱۹۷۴ء لاہور

۲۔ روزنامہ نوائے وقت ۱۰ جون ۱۹۷۴، لاہور

پاکستان شیعہ مطالبات کمیٹی کا اجلاس:

پاکستان شیعہ مطالبات کمیٹی کی مجلس عاملہ کا ایک اجلاس جسٹس سید جمیل حسین رضوی کی صدارت میں منعقد ہوا جس میں مطالبہ کیا گیا کہ ربوہ اسٹیشن پر حملہ کرنے والے افراد کو قرار واقعی سزادی جائے ۔ اجلاس میں کہا گیا کہ ختم نبوت سے منکر شیعہ عقائد کی رو سے مسلمان نہیں ہیں۔[1]

۱۳ جون کنونشن کے فیصلے اور وزیر اعظم کے ملاقات :

حضرت علامہ یوسف بنوری اور مولانا عبدالستار نیازی نے پریس کانفرنس میں کنونشن کے درجہ ذیل فیصلوں کا اعلان کیا۔

۱۔۔ صدر اور وزیر اعظم کے حلف کو پیش نظر رکھتے ہوئے قادیانی فرقہ کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔

۲۔۔ قادیانیوں کو کلیدی آسامیوں سے فورا ہٹایا جائے ۔

۳۔۔ ربوہ کو کھلا شہر قرار دیا جائے۔

۴۔۔ قادیانی خلیفہ مرزا ناصر احمد اور خدام احمد یہ کے ذمہ دار افراد کو گرفتار کیا جائے۔

ختم نبوت کے اکابرین نے اجلاس سے فارغ ہو کر عام کارکنوں کو درج ذیل ہدایات دیں۔

۱۔۔ ہمارا دشمن صرف قادیانی ہے اس کا خیال رکھیں۔ حکومت سے تصادم نہ ہونے پائے۔

۲۔۔ قادیانیوں کا سوشل بائیکاٹ کیا جائے۔

۳۔۔۱۴ جون کی ہڑتال کو کامیاب بنایا جائے۔

غرض یہ کہ پورے ملک میں یہ مطالبہ زور پکڑ گیا کہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔ اس وقت کے وزیر اعظم نے حالات کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے مجلس عمل کے رہنماؤں سے فردا فردا ملاقات کا سلسلہ شروع کیا، جن میں آغا شورش کا شمیری، مولانا عبید اللہ انور، نواب زادہ نصر اللہ خان، میاں طفیل محمد ، جناب سید مظفر علی شمسی، مولانا ظفر احمد انصاری، مفتی زین العابدین، حکیم عبدالرحیم اشرف اورحضرت مولانا محمد یوسف بنوری شامل تھے ۔[2]

وزیر اعظم کا اہم اعلان

۱۳ جون ۱۹۷۴ء کو وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو نے اعلان کیا ہے کہ وہ ۳۰ جون کو بجٹ اجلاس کے فوراً

۱۔ تحریک ختم نبوت اور نوائے وقت صفحہ ۲۵۴

۲۔ لولاک ستمبر ۲۰۱۴

بعد مرزائیوں کا مسئلہ قومی اسمبلی میں پیش کریں گے۔ وزیر اعظم نے کہا کہ انھیں اپنے مسلمان ہونے اور ختم نبوت پر پختہ ایمان رکھنے کا فخر ہے ۔[1]

قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے مطالبہ کی حمایت میں ملک گیر ہڑتال:

تحریک ختم نبوت کی متحدہ مجلس عمل کی اپیل پر۱۴جون ۱۹۷۴ء قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے مطالبہ کی حمایت میں ملک گیر ہڑتال رہی ۔ تمام کاروباری ادارے اور منڈیاں بندر ہیں۔ صوبائی اسمبلی کے اراکین نے اجلاس میں شرکت نہیں کی۔ ڈسٹرکٹ بار ایسوسی ایشن نے عدالتوں کا بائیکاٹ کیا۔ پنجاب یونیورسٹی سٹوڈنٹس یونین نے سینٹ ہال میں ایک احتجاجی جلسہ عام منعقد کیا اور مرزائیوں کو اقلیت قرار دینے کا مطالبہ کیا گیا۔ شہر کی تمام مساجد میں مجلس عمل کے مطالبات کی حمایت کی گئی۔ شہر میں آج مکمل ہڑتال تھی اور ا دویات کی دکانیں کھلی تھیں جو بعد میں بند کر دی گئیں ۔ شہر کے اہم مقامات پر پولیس فیڈرل سیکورٹی اور فوج کے دستے متعین تھے کسی ناخوشگوار واقعہ کی اطلاع نہیں ملی۔ متحدہ مجلس عمل نے عامتہ المسلمین کے ان تین مطالبات پر زور دینے کے لیےہڑتال کی اپیل کی تھی۔

۱۔مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قراردیا جائے۔

۲۔ انہیں کلیدی آسامیوں سے ہٹایا جائے ۔

۳۔ ربوہ کو کھلا شہر قرار دیا جائے ۔

پورے ملک میں پُر امن ہڑتال ہوئی۔ اتنی زبر دست اور پُرامن ہڑتال آج تک نہیں ہوئی تھی ۔ تمام دکانیں ، کاروباری ادارے ، سپورٹس اور آلات جراحی تیار کرنے والے کارخانے حتی کہ ٹرانسپورٹ تک بند رہی ۔ پولیس ، وفاقی سیکورٹی فورس شہر میں جگہ جگہ تعین تھیں۔ کسی بھی نا خوشگوار واقعہ کی اطلاع نہیں ملی ۔ تمام مساجد میں نماز جمعہ کے موقع پر ختم نبوت کے موضوع پر تقاریر کی ہیں۔ کوئٹہ، پشاور، ڈسکہ، بھلوال ،وزیر آباد، گجرات ، سرگودھا، کوٹ عبد الحکیم حافظ آباد، بھکر، میانوالی ، لائل پور، راولپنڈی، ملتان، نارووال ، کراچی، ، شیخوپورہ میں مکمل طور پر ہڑتال رہی مختلف مکاتب فکر کے علماء وکلا و دیگر رہنماؤں نے جلسے جلوسوں و ریلیوں کا اہتمام کیا۔ گجرات میں متعدد گرفتاریاں عمل میں آئیں جب کہ راولپنڈی میں سیکیورٹی اداروں نے مظاہرین کو منتشر کرنے کے لیے لاٹھی چارج کیا۔[2]

۱۴جون ۱۹۷۴ء کوٹ عبد الحکیم میں ہڑتال رہی۔ یہ کوٹ عبدالحکیم کی تاریخ میں پہلا موقع ہے کہ مرزائیوں کے علاوہ تمام مذہبی جماعتوں نے مشترکہ طور پر نماز جمعہ ادا کی۔ یہ اجتماع عید گاہ پر ہوا۔ اس میں

۱۔ امروز ۱۴ جون ملتان

۲۔ روزنامہ نوائے وقت ۱۵ جون (۱۹۷۴)

اہل حدیث اوراہل سنت اور شیعہ حضرات کے علاوہ بریلوی حضرات نے بھی شرکت کی۔ اس اجتماع میں متفقہ طور پر درج ذیل قرار دادیں منظور کی گئیں : ''مرزائیوں کو اقلیت قرار دیا جائے ''ربوہ کو کھلا شہر قرار دیا جائے '' کلیدی آسامیوں پر سے مرزائیوں کو ہٹایا جائے ۔''

مسجد وزیر خان لاہور میں جلسہ عام

۱۴ جون ۱۹۷۴ءتحریک ختم نبوت کی متحدہ مجلس کے زیر اہتمام قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے مطالبہ کے ضمن میں نماز جمعہ کے بعد مسجد وزیر خان میں ایک جلسہ عام منعقد ہوا جس میں قادیانیوں کا مکمل سوشل بائیکاٹ کرنے کا اعلان کیا گیا اور مقررین نے کہا کہ جب تک اس فرقہ کو غیر مسلم اقلیت قرار نہیں دیا جاتا اور متحدہ مجلس عمل کے مطالبات تسلیم نہیں ہوتے ، تحریک ختم نبوت جاری رہے گی۔ جلسہ عام کی صدارت پاکستان جمہوری پارٹی کے صدر نوابزادہ نصر اللہ خاں نے کی ۔ اجتماع سے متحدہ مجلس عمل کے کنوینر مولانا سید محمد یوسف بنوری، جمعیت علمائے پاکستان کے سیکرٹری جنرل مولانا عبدالستار نیازی، مدیر چٹان آغا شورش کا شمیری، جماعت اہل حدیث کے امیر حافظ عبد القادر روپڑی جمعیت علمائے اسلام پنجاب کے صدر مولانا عبید اللہ انور، حزب احناف کے سربراہ مولانا محمود احمدی رضوی ، تحریک استقلال کے رہنما علامہ احسان الٰہی ظہیر، احرار اسلام کے ثناء اللہ بھٹہ، پاکستان مسلم لیگ کے جوائنٹ سیکرٹری میاں اعجاز احمد، جماعت اسلامی پنجاب کے امیر چودھری غلام جیلانی، ادارہ تحفظ حقوق شیعہ کے سیکرٹری سید مظفر علی شمسی، ادارہ تحفظ حقوق شیعہ کے سید علی غضنفر کراروی ، جمعیت اہل حدیث کے میاں فضل الحق ، مسٹر بارک اللہ ایڈ وکیٹ اور مولانا ابراہیم نے خطاب کیا۔

اس موقع پر مولانا عبد الستار نیازی نے کہا:

کل ملت منتشر تھی لیکن آج عشق رسولؐ نے انھیں متحد کردیا۔

آغا شورش کا شمیری نے کہا :

ملک گیر ہڑتال ہم نے اس لیے کی ہے تا کہ حکومت کو معلوم ہو جائے کہ ہمارے مطالبات کیا ہے۔

سید مظفر علی شمسی نے کہا :

کہ ہم لاقانونیت اور تشدد کے حامی نہیں ہیں لیکن جب تک مرزائیوں کو اقلیت قرار نہیں دیا جاتا ہم چین سے نہیں بیٹھیں گے۔ حافظ عبد القادر روپڑی نے کہا کہ ربوہ اسٹیشن کے طلبہ کا خون رنگ لائے گا اور یہ تحریک

۱۔ تحریک ختم نبوت جلد ۳ صفحہ ۲۵۳

ہمارے مطالبات تسلیم ہونے تک جاری رہے گی۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ مرزا ناصر احمد کو گرفتار کیا جائے۔[1]

آل پاکستان شیعہ یوتھ لیگ کا اعلان:

آل پاکستان شیعہ یوتھ لیگ کے جنرل سیکرٹری حیدرعلی مرزا نے اعلان کیا کہ علماء اسلام قادیانیوں کے خلاف جو تحریک بھی چلائیں گے شیعیان حیدر کرار اس میں پیش پیش ہوں گے اور کسی بھی قربانی سے دریغ نہیں کرے گے۔ ختم نبوت کے مسئلہ پر شیعان حیدر کرار کا بچہ بچہ جان دے دے گا۔[2]

مجلس عمل کی تشکیل

۱۶ جون فیصل آباد کی تاریخ میں ایک عظیم تاریخی دن تھا۔ پورے ملک کی دینی و سیاسی طاقت یہاں جمع تھی۔ ماڈل ٹاؤن میں مجلس عمل کی میٹنگ مولانا سید محمد یوسف بنوری کی صدارت میں منعقد ہوئی۔ جس میں مولانا محمد یوسف بنوری مولانا خواجہ خان محمد ، سردار میر عالم خان لغاری، مولانا تاج محمود، مولا نا محمد شریف جالندھری، مولانا مفتی محمود، مولا نا عبدالحق، مولانا عبید اللہ انور، مولانا شاہ احمد نورانی، مولانا عبدالستار خان نیازی، مولانا صاجنرادہ فضل رسول ، مولانا سید محمود احمد رضوی ، میاں فضل حق ، مولانا عبد القادر روپڑی، مولانا محمد اسحاق رحیم ، شیخ محمد اشرف ، مولانا محمد شریف اشرف ، مولانا محمد صدیق، علامہ احسان الہی ظہیر، مولانا مفتی زین العابدین، مولانا علی غضنفر کراروی، مولانا محمد اسماعیل گوجروی ، سید مظفر علی شمسی، میجر اعجاز، رانا ظفر اللہ خاں ، نوابزادہ نصر اللہ خان، مولانا عبید اللہ احرار، مولانا سید عطاء المنعم بخاری، چوہدری ثناء اللہ بھٹہ، چوہدری صفدر علی رضوی ،سیدعنایت اللہ شاہ بخاری ، مولا ناغلام علی اوکاڑوی، مولا نا محمد چراغ ، سید محمود شاہ گجراتی، مفتی سیاح الدین ، سید نور الحسن بخاری ، مولانا عبدالستار تونسوی ، مولانا خلیل احمد قادری ، آغا شورش کا شمیری، ارباب سکندر خان، امیر زادہ، پروفیسر غفور احمد، چوہدری غلام جیلانی، مولانا ظفر احمد انصاری ، مولانا عبد الر حیم حکیم اشرف اور دوسرے حضرات شریک ہوئے ۔ مولا نا سید یوسف بنوری صدر قرار پائے۔ ناظم اعلیٰ سید محمد احمد رضوی، ناظم مولانا محمد شریف جالندھری نائب صدر مولانا عبدالستارخان نیازی ، سید مظفر علی شمسی ، مولانا عبدالحق، مولانا عبد الواحد، نوابزادہ نصر اللہ خان،خازن، میاں فضل حق کو بنایا گیا۔[3]

مولانا محمد عبد اللہ معتصم صاحب شیعہ رہنماء جناب سید مظفر علی شمسی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

"۱۹۷۴ء کی تحریک تحفظ ختم نبوت میں بھی وہ صف اول کے رہنماؤں میں تھے۔ آغا شورش کا شمیری

۱۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۳، جلد ۳ صفحہ ۲۵۵ تا۲۵۹

۲۔ تحریک ختم نبوت اور نوائے وقت صفحہ ۲۸۳

۳۔ ہفت روزہ ختم نبوت ۱۹۹۴، کراچی

اور شمسی صاحب مرحوم نے اپنی شعلہ نوائی سے تحریک کو توانائی اور حرارت بخشی۔ انہیں مجلس عمل کا نائب صدر منتخب کیا گیا اور وہ مجلس عمل کے صدر حضرت مولانا محمد یوسف بنوری کے بڑے زبردست وفادار جرنیل ثابت ہوئے ۔''[1]

علماء کے وفد کی وزیر اطلاعات سے ملاقات :

۱۷جون کو علماء کے ایک وفد نے قادیانی مسئلہ کے بارے میں گفت وشنید کے لیے وزیر اطلاعات مولانا کوثر نیازی سے ملاقات کی ۔[2]

دفتر "شہید" میں نائب صدر مجلس عمل جناب مظفر علی شمسی صاحب کا خطاب :

متحدہ مجلس عمل کے نائب صدر ممتاز شیعہ رہنما سید مظفر علی شی نے دفتر شہید میں کارکنوں کے ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے سرحد اسمبلی کے اراکین کو زبردست خراج تحسین پیش کیا اور سندھ، پنجاب، سرحد اسمبلی کے اراکین سے مطالبہ کیا کہ وہ بھی اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے قادیانیوں کے ضمن میں متحدہ مجلس عمل کے مطالبات کی روشنی میں قرار داد منظور کر کے مرکز کو مطالبات تسلیم کرنے کی سفارش کریں۔ انھوں نے کہا کہ متحدہ مجلس عمل کی پُر امن تحریک مطالبات تسلیم ہونے تک جاری رہے گی ۔ انھوں نے سماجی بائیکاٹ کا مطالبہ بھی کیا۔[3]

ملتان میں مرکزی مجلس عمل کا جلسہ

۲۳ جون تحفظ ختم نبوت کی مرکزی مجلس عمل نے ملک بھر کے مسلمانوں پر زور دیا ہے کہ وہ قادیانیوں کا اتنے موثر طریقے سے سماجی بائیکاٹ کریں کہ قادیانی مسلمانوں کے مطالبے کے سامنے ہتھیار ڈال دیں اور خود کو اقلیت قرار دینے میں مزاحمت نہ کریں۔ مجلس عمل کے رہنماؤں نے قادیانیوں کے خلاف تحریک کوئی جاری رکھنے کے سلسلے میں گلگشت کالونی میں کارکنوں کے اجلاس اور بعد ازاں مسجد پھول ہٹ چوک بازار میں ایک جلسہ عام سے بھی خطاب کیا۔ ان رہنماؤں میں نوابزادہ نصر اللہ خان، مولانا تاج محمود، مفتی محمود، علامہ احسان الٰہی ظہیر، علامہ محمود احمد رضوی، مولانا خلیل احمد قادری، علی غضنفر کراروی، پیر محمد اشرف، ابوذر بخاری اور سید مظفر علی شمسی شامل تھے۔ مقررین نے کارکنوں سے کہا کہ وہ عوام کو مرزائیوں کے سماجی بائیکاٹ کی تحریک سے آگاہ

۱۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۸۴ ، صفحہ ۲۸۹

۲۔ تحریک ختم نبوت اور نوائے وقت صفحہ ۱۵۰

۳۔ نوائے وقت ۲۲جون ۱۹۷۴ءلاہور

کریں اور مجلس عمل کے پیغام کو گھر گھر پہنچا دیا جائے ۔[1]

مشہور اہل سنت عالم مولانا تاج محمود شیعہ عالم علامہ علی غضنفر کراروی کے بارے میں فرماتے ہیں:

"یہ درویش صفت انسان شاہ جی کے رفیق سید مظفر علی شمسی کا ساتھی ، کون مظفر علی شمسی جس نے ساری تحریک ختم نبوت میں ہمارا ساتھ مکمل دیا اور جاتے ہوئے اپنی پیاری سی یادگار کراروی صاحب کو دیدیا ، جس مورچے پر جس محاذ پر، جہاں کہیں ان کو دعوت دی گئی یہ وہاں پہنچے ہیں اور کفن باندھ کر پہنچے ہیں ۔ میری جماعت کے دل میں ان کے لیے بے پناہ محبت ہے، بے پناہ قدر ہے۔ تعصب ان میں نام کا نہیں ہے، فرقہ واریت ان میں بالکل نہیں ہے اس لیے یہ ہمیں پیارے ہیں اور یہ اسٹیج بھی فرقہ وارانہ نہیں ہے بلکہ اتحاد بین المسلمین کا ہے۔"[2]

مولانا ابو عمار زاہد الراشدی صاحب لکھتے ہیں کہ:

"تحریک ختم نبوت میں امیر شریعت سید عطا اللہ شاہ بخاری، مولانا سیدابو الحسنات، مولانا سید محمد یوسف بنوری ، مولانا سید محمد داؤد غزنوی اور مولانا خواجہ خان محمد کے ساتھ سید مظفر علی شمسی اور علامہ علی غضنفر کراروی جیسے شیعہ راہ نماؤں کی محنت بھی شامل ہے۔"[3]

دارالعلوم تعلیم القرآن جلسہ

۲۹جون دارالعلوم تعلیم القرآن میں مجلس عمل کی میٹنگ میں ایک قرارداد کے ذریعے حکومت پر زور دیا گیاکہ مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا بل منظور ہونے تک قومی اسمبلی کااجلاس ملتوی نہ کیا جائے۔ اسی روز نماز عشاء کے بعد دارالعلوم تعلیم القرآن میں جلسہ بھی منعقد ہوا جس میں علامہ بنوری، مفتی محمود، سید مظفر علی شمسی، ثناء اللہ بھٹہ اور علماء نے خطاب کی اور سندھ اور پنجاب اسمبلی میں مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت دینے کی قراردد پیش کرنے کی اجازت نہ دینے پر سخت غم و غصہ کا اظہار کیا۔[4]

۳۰ جون قومی اسمبلی میں متفقہ قرارداد پیش

۳۰ جون کو قومی اسمبلی میں ایک متفقہ قرار داد پیش ہوئی جس پر غور کے لیے پوری قومی اسمبلی کو خصوصی کمیٹی میں تبدیل کر دیا گیا۔

۱۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴، جلد ۳ صفحہ ۳۷۸،۳۷۷

۲۔ ہفت روزہ ختم نبوت، ۱۸ تا ۲۴ فروری ۱۹۸۳ء صفحہ ۱۵

۳۔ ماہنامہ الشریعہ دسمبر ۱۹۹۴ء صفحہ ۲۲ گوجرانوالہ

۴۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء، جلد ۳

قادیانی مسئلہ :

گزر ہی گیا اضطرابات کا مرحلہ
نمائندے مل کر کریں گے کوئی فیصلہ
عمومی تڑپ معرض مصلحت میں ہے گم
سنبھالا خصوصی کمیٹی نے اب مسئلہ
(وقار انبالوی)[1]

راولپنڈی کے پچاس شیعہ علماء کا بیان

نوائے وقت نے یکم اگست ۱۹۷۴ء کی اشاعت میں لکھا:

ختم نبوت کے مسئلہ پر تمام مکاتب فکر کے مسلمانوں کا ایمان ہے۔ اس مسئلہ کو سیاسی مقاصد کے لیے استعمال نہیں کیا جانا چاہیے۔ یہ بات شیعہ مکتب فکر کے ۵۰ مقتدر علماء اور مذہبی لیڈروں نے ایک بیان میں کہی۔ ان شیعہ علماء کا کہنا ہے کہ ختم نبوت مسلمان کا بنیادی عقیدہ ہے اور جو ختم نبوت کا منکر ہے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ یہ مسئلہ کوئی نیا نہیں بلکہ گزشتہ ۹۰ سال سے برصغیر پاک و ہند میں موجود ہے ۔ البتہ قیام پاکستان کے بعد یہ مسئلہ ذرا زیادہ شدت اختیار کر گیا۔ گزشتہ ربع صدی میں اسلام کی علمبرداری کا دعویٰ کرنے والی حکومتوں نے اس مسئلہ کو حل نہ کیا بلکہ تحریک ختم نبوت کے مجاہدین پر گولیاں چلائیں۔ یہ پہلا موقع ہے کہ وزیر اعظم بھٹو نے اس سلسلہ میں آئینی ضمانت کا اہتمام کیا اور پاکستان کے صدر اور وزیر اعظم کے حلف نامے میں لازم قراردیا کہ صدر اور وزیر اعظم یہ اعلان کریں کہ ختم نبوت پر ان کا پختہ ایمان ہے ۔ اب حکومت ختم نبوت کے مسئلہ کو قومی اسمبلی میں لے گئی ہے اور وزیر اعظم کی خواہش ہے کہ یہ مسئلہ جلد حل کر دیا جائے ۔ مشترکہ بیان میں کہا گیا ہے کہ ہم وزیر اعظم کے ممنون ہوں گے اور وہ اس امر کا جلد فیصلہ کرائیں کہ پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کے بعد اگر کوئی شخص اپنے نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے تو وہ مسلمان نہیں اور ایسے شخص کے پیروکاروں کو بھی مسلمان نہیں کہا جا سکتا۔ جہاں تک موجودہ حکومت کا تعلق ہے ہم اس کے ساتھ ہیں اور ہم جانتے ہیں کہ لاقانونیت سے مسائل حل نہیں ہو سکتے۔ مشترکہ بیان میں جن علماء کے دستخط ہیں ، ان میں سے چند کے نام یہ ہیں۔

مولانا توقیر حسین زیدی (کراچی) مولانا محمد اسحاق نجفی (کراچی) مولا نا محمد یونس رضوی (کراچی) ، مولانا طالب حسین جعفری (لائل پور)، مولانا ابرار حسین شیرازی (لاہور)، احمد علی شاہ (سکردو) مولانا نذر حسین قمر وزیر

۱۔ روزنامہ نوائے وقت یکم جولائی ۱۹۷۴

آباد)، مولانا محمد باقر نقوی (لاہور) پیر خورشید عباس بخاری (موچھ) ظہور حسین شاہ (کہروڑ پکا) جعفر حسین جعفری (کراچی) ، شاہد حسین نقوی (لاہور) ،غلام حسین بخاری (جھنگ) اور کلیم عباس شیرازی (پشاور) [1]

مجلس تحفظ ختم نبوت قصور کا اجلاس

چوہدری فضل حسین کی رہائش گاہ پر مجلس تحفظ ختم نبوت کا اجلاس زیر صدارت سید محبوب علی شمسی (مشہور شیعہ رہنماء) منعقد ہوا جس میں مختلف مکاتب فکر کے علمائے کرام کے علاوہ آل پارٹیز ورکز نے بھی شرکت کی اور مندرجہ ذیل قرار داد منظور کی گئی ۔ اجلاس میں حادثہ ریلوے اسٹیشن ربوہ کی شدید مذمت کرتے ہوئے مطالبہ کیا گیا ہے کہ مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے علاوہ انھیں کلیدی آسامیوں سے فوری طور پر ہٹایا جائے ۔ ربوہ کو کھلا شہر قرار دیا جائے اور مرزا ناصر احمد ، جو کہ اس المیے کے مرکزی کردار ہیں، انھیں فوری طور پر گرفتار کیا جائے اور جن لوگوں نے یہ خونی سٹیج ڈرامہ کیا ہے، انھیں کڑی سے کڑی سزائیں دی جائیں۔[2]

مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت

۱۹۷۴ء میں عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ اور ملک میں منکرین ختم نبوت کے خلاف پر امن تحریک چلانے کے لیے جو مرکزی مجلس عمل بنائی گئی ہے۔ اس کی ہیئت ترکیبی یہ تھی :

صدر: مولانا سید محمد یوسف بنوری
ناظم اعلیٰ : علامہ سید محمود رضوی
نائب صدر :سید مظفر علی شمسی ، لاہور
مولانا عبدالستار خان نیازی
مولانا عبدالحق اکوڑہ خٹک
مولانا عبد الواحد صاحب کوئٹہ
نوابزادہ نصر اللہ خان ، لاہور
نائب ناظم : مولانا محمد شریف جالندھری
خازن: میاں فضل حق صاحب، لاہور
شیعہ حضرات: سید مظفر علی شمسی ، لاہور

۱۔ نوائے وقت یکم اگست ۱۹۷۴، راولپنڈی
۲۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴، جلد ۳ صفحہ ۳۱۷، ۳۱۸

مبلغ اعظم مولانا محمد اسماعیل ، لائل پور[۱]

شاہین ختم نبوت مولانا اللہ وسایا دیوبندی صاحب مبلغ اعظم علامہ محمد اسماعیل گوجروی صاحب کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

" مولانا محمد اسماعیل گوجروی (۱۹۰۱ ء ۔ جون ۱۹۷۶ء) شیعہ مکتب فکر کے ممتاز رہنما و مناظر مولانا محمد اسماعیل گوجروی کا قادیانیوں سے مندراں والی میں مناظرہ ہوا ۔ درس آل محمد کے فاضل اور مولانا محمد اسماعیل صاحب کے شاگرد مولانا غلام بشیر نے اس مناظرہ کی روئیداد مناظرہ مندراں والی میں مرزائی شکست کے نام سے قلمبند کی۔ ہم نے اس کی تشخیص احتساب قادیانیت جلد ۳۸ میں شائع کر دی ہے۔ مولانا محمد اسماعیل صاحب نے ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں فیصل آباد مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے پلیٹ فارم کے بڑے مناظر تھے۔ مندراں والی میں مولانا محمد اسماعیل شیعہ قادیانی مناظر احمد علی شاہ قادیانی سے مناظر ہوا تو قادیانی مناظر کے چھکے چھوٹ گئے ۔ مصنف مناظر و مبلغ کے علاوہ شاعر بھی تھے پہلے گوجرہ ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ میں ادارہ قائم کیا پھر آخر میں فیصل آباد کے محلہ "بولے دی جھگی" میں درس آل محمدؑ قائم کیا ۔" [۲]

مولانا اللہ وسایا دوسرے مقام پر تحریر فرماتے ہیں:

"مولانا محمد اسماعیل صاحب کو فقیر راقم نے دیکھا ہے۔ ۱۹۷۴ ء کی تحریک ختم نبوت میں فیصل آباد، مولانا تاج محمود، مولانا مفتی زین العابدین، مولانا محمد ضیاء القاسمی، صاحبزادہ افتخار الحسن، حکیم عبدالرحیم، مولانا محمد اسحاق، مولانا محمد صدیق ، مولانا صاحبزادہ فضل رسول اور دیگر حضرات کے یہ شانہ بشانہ تھے۔ بلاء کے تیز رفتار، گرجدار آواز کے حامل خطیب تھے، عبارتیں فرفر پڑھنے میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے جہاں جاتے چیلنج پر چیلنج دیتے ۔ مناظرہ کے چیلنج کے بغیر تو ان کی تقریر کا تصور نہ تھا۔" [۳]

صاحبزادہ مولانا طارق محمود دیو بندی صاحب لکھتے ہیں:

"تکریم کا یہ جذبہ انھیں ختم نبوت کے اسٹیج پر لے آیا۔ جہاں مولانا اسماعیل ناموس رسالت کے علاوہ مدح صحابہؓ پر بھی تقریریں کرتے رہے۔ اس طرح قادیانیوں کے بمقابل ہونے والے مسلمانوں کے اتحاد کے

۱۔ " لولاک " ۲۱ اگست ۱۹۷۴

۲۔ چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ جلد ۲ صفحہ ۶۴۳ ، ۶۱۶

۳۔ چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ،جلد ۳

عملی مظاہرہ میں شامل ہو گئے۔ عرصہ ہوا مولانا ٹریفک کے حادثہ میں جاں بحق ہو گئے۔[1]

صمدانی ٹربیونل کی رپورٹ وزیر اعلیٰ کو پیش

صمدانی ٹربیونل نے اپنی رپورٹ وزیر اعلیٰ کو پیش کر دی۔ صوبائی حکومت اپنی سفارشات کے ساتھ وفاقی حکومت کو بھیج دے گی۔ رپورٹ ٹائپ شدہ ایک سو بارہ صفحات اور چھ جلدوں پر مشتمل ہے۔

ختم نبوت کانفرنس کراچی

مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے رہنماؤں نے قادیانی مسئلہ پر گہری تشویش کا اظہار کرتے ہوئے انتباہ کیا ہے کہ اس مسئلہ کا فیصلہ مسلمانان عالم کی خواہش کے مطابق سے ستمبر تک کر دیا جائے ۔سید مظفر علی شمسی نے کہا کہ:

مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کا کوئی سیاسی مقصد نہیں بلکہ یہ ایک خالص مذہبی معاملہ ہے جس کی قیادت ایک درویش اور عالم دین مولانا بنوری کر رہے ہیں۔ہم تشدد کے خلاف اور پر امن تحریک چلائیں گے۔

صوفی ایاز خان نیازی نے کہا:

ملت اسلامیہ کا بند تر بیلا بند سے کہیں زیادہ اہم ہے اور اس کے ٹوٹنے کے نتائج بھی ہولناک ہوں گے۔ اس لیے اسے فوری طور پر ملت کی منشاء کے مطابق حل کیا جانا چاہیے۔

جلسہ سے حافظ عبدالقادر روپڑی، قاری محمد اجمل خان ، شیخ لیاقت حسین نائب صدر پاکستان مسلم لیگ حافظ عزیز الرحمن اور سید علی کوثر نے بھی خطاب کیا اورمولانا محمد یوسف بنوری نے دعا کی۔[2]

مدرسہ قاسم العلوم کنونشن و کانفرنس ملتان

مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام ۳۰ اگست کو زیر صدارت مولانا بنوری مدرسہ قاسم العلوم میں صبح ساڑھے آٹھ بجے ختم نبوت کنونشن و کانفرنس منعقد ہوئی۔ جس سے مولانا یوسف بنوری ، مولانا مفتی محمود رسید مظفر علی شمسی ، مولانا شاہ احمد نورانی، نوابزادہ نصر اللہ خاں علامہ احسان الٰہی ظہیر اور دوسرے علماء کرام نے خطاب کیا۔

مولانا سید محمد یوسف بنوری نے کہاکہ:

ختم نبوت کے مسئلے سے کسی سیاسی جماعت کو فائدہ اٹھانے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ یہ ایک دینی مسئلہ

۱۔ سوانح حیات مولانا تاج، محمود، صفحہ ۲۹۱، طبع ملتان

۲۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ جلد ۳ صفحہ ۶۸۱/۶۸۲

ہے اور پوری ملت اسلامیہ اس میں شریک ہے۔
سید مظفر علی شمسی نے کہا کہ:
ختم نبوت کا مسئلہ تیرہ سو سال پہلے حل ہو چکا ہے اور اب دنیا کی کوئی طاقت اس کی ترمیم نہیں کر سکتی۔[۱]

تاریخی جلسہ بادشاہی مسجد

مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام بادشاہی مسجد میں ایک تاریخی جلسہ عام منعقد ہوا۔ جلسہ سے مولانا محمد یوسف بنوری، علامہ سید محمود احمد رضوی، مولانا ظفر احمد انصاری، جناب سید مظفر علی شمسی، مولانا عبدالستار خان نے شرکت کی۔ علامہ مفتی نصیر الاجتہادی نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ختم نبوت پر ہر مسلمان کا ایمان ہے۔ انھوں نے کہا کہ پاکستان اسلام کے نام پر بنا ہے اس لیے اگر یہاں اسلام نہ ہو تو یہ ایک ویرانہ ہے اور یہاں اگر کوئی ختم نبوت کا منکر ہو تو وہ دیوانہ ہے۔[۲]

قومی اسمبلی میں شیعہ نمائندگی

مبلغ اعظم علامہ محمد اسماعیل گوجروی پہلے ہی اسلام آباد اپنے شاگردان علامہ عبدالحسن مبین سرحدی اور علامہ بشیر الخطیب انصاری کے ہمراہ ممبر قومی اسمبلی اور ملتان کی ممتاز شخصیت جناب سید عباس حسین گردیزی کے ہاں ایم این اے ہاسٹل میں تشریف لا چکے تھے جہاں آپ سے مرزائیوں کے خلاف محضر نامہ تحریر فرمایا جب قومی اسمبلی میں مرزائیت کے بارے شیعوں کے موقف کی بات ہوئی تو مبلغ اعظم مولانا محمد اسماعیل گوجروی کے مرتب کردہ ان دلائل کو شیعوں کی طرف سے جناب سید عباس حسین گردیزی نے پیش کیا۔ جیسا کہ مولانا اللہ وسایا تحریر فرماتے ہیں کہ:

"جناب سید عباس حسین گردیزی (ملتان) یہ ۱۹۷۰ء کے الیکشن میں ملتان سے قومی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے۔ ان کا تعلق شیعہ مسلک سے تھا۔ ۱۹۷۴ء کے تحریک ختم نبوت کے زمانہ میں قومی اسمبلی میں تقریر کی بعد میں پمفلٹ کی شکل میں "قومی اسمبلی پاکستان میں تقریر سید عباس حسین شاہ گردیزی، قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی حمایت، ۶ ستمبر ۱۹۷۴ء" یہ اس کے ٹائٹل کا عنوان ہے۔"[۳]

۱۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴، جلد ۳ صفحہ ۶۹۱و۶۹۰
۲۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء جلد ۳ صفحہ ۱۴، ۱۵/۷ مولانا اللہ وسایا
۳۔ چمنستان ختم نبوت کے گل ھائے رنگا رنگ جلد ۳ صفحہ ۱۱۳

۷ ستمبر یوم ختم نبوت:

۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کا فیصلہ مسلمانوں کے لیے اتنا خوش کن فیصلہ تھا اور اس پر اتنی خوشی منائی گئی تھی کہ شائد مسلمانوں نے اتنا بڑا خوشی کا موقع کہیں نہ دیکھا ہو۔ پاکستان میں ایک ہفتے تک جشن تشکر منایا گیا۔ متعدد مسلم ممالک کے سربراہوں اور دوسری سر بر آوردہ شخصیات نے وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو کو مبارک باد کے تار بھیجے ۔ سال ۱۹۷۵ء میں بھی یوم ختم نبوت منایا گیا۔ پورے ملک میں اسی جوش و خروش ، جذبے اور احترام کے ساتھ منایا گیا۔ چونکہ دفعہ ۱۲۴ نافذ تھی اس لیے کھلے میدانوں یا بازاروں میں جلسے جلوس نہیں ہو سکے۔ مجلس عمل کے زیر اہتمام تمام شہروں میں مساجد میں جلسے منعقد ہوئے۔ کراچی میں لغاری پارک، لاہور میں محمڈن ہال، پشاور میں مسجد مہابت خان، فیصل آباد میں جامع مسجد کچہری بازار میں جلسے منعقد ہوئے۔

مقررین نے سے ستمبر ۱۹۷۴ء کے دن ہونے والے فیصلے کو اسلام اور مسلمانوں کی عظیم فتح قرار دیا ۔ اپنے رب کے حضور سجدہ شکر بجالائے۔ تحریک ختم نبوت کے دوران ناموس رسالت پر جانیں نچھاور کرنے والوں پر سلام بھیجا گیا۔ دینی رسائل و جرائد نے خصوصی مقالے اور مضامین شائع کیے ملک کے نامور مقبول اور بہت چھپنے والے روزنامہ نوائے وقت نے خصوصی اشاعت کا اہتمام کیا تحریک کے شعلہ نوا مقررین جناب آغا شورش کا شمیری اور سید مظفر علی شمسی نے ملک کے مختلف شہروں میں اپنی شعلہ نوائی سے ایک دفعہ پھر اندیان ختم نبوت کا ختم گرما دیا۔ [۱]

۱۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۸۴ صفحہ ۲۰۶ تا ۲۰۸ مولانا عبداللہ معتصم

کتابیات،رد قادیانیت

علامہ حسین عارف نقوی

۱۔آئینہ قادیان: خواجہ غلام الثقلین پانی پتی (م۱۳۳۳ھ/۱۹۱۵م)عنوانات میرزا صاحب کی عام تعلیم کا لب لباب، دلائل میرزا صاحب پر ایک نظر۔۱۰۸ص، چھ آنے، ۱۳۲۹ھ/۱۹۲۱م، رفاہ عام سٹیم پریس لاہور۔

۲۔ آئینہ میرزائیت: مولانا سید برکت علی شاہ گوشہ نشین وزیر آباد،میرزا غلام احمد قادیانی (م۱۹۰۸م) کے حالات و دعاوی۔۸۱ص، پانچ آنے، خواجہ بک ایجنسی لاہور، گیلانی الیکٹرک پریس لاہور۔

۳۔ اثبات الخطاء فی کشف الغطاء: مولانا میرزا احمد علی (م۱۹۷۰م)علامہ سید علی الحائری نے میرزا غلام احمد قادیانی (م۱۹۰۸م) کی کتاب "دافع البلاء" کا ردبنام "وسیلۃ المبتلا" لکھا اس کتاب کا رد نذر علی پشاوری قادیانی نے بنام "کشف الغطاء" لکھا زیر نظر رسالہ اسی کا جواب ہے۔۴۴ص، ۱۳۲۰ھ، شمس الہند پریس لاہور۔

۴۔اصلاح الاعتقاد فی عصمۃ الانبیاء عن الاجتہاد: مولانا میرزا احمد علی امرتسری (م۱۹۸۰م)،بانی سلسلہ احمدیہ کےاس دعوی کا رد کہ انبیاء سے بھی خطائے اجتہادی ہوتی ہے۔ جعفریہ ایسوسی ایشن پنجاب لاہور، ۱۳۴۱ھ/۱۹۲۲م،
پرکاش سٹیم پریس لاہور۔

۵۔اظہار حقیقت: مولانا سید امیر حسین بخاری(م۱۹۷۹م)،جماعت احمدیہ ربوہ نے ایک رسالہ بنام"حضرت علی کی

حضرت ابو بکر سے برضا و رغبت بیعت" شائع کیا مولانا موحوم نے اس کا رد بنام" "انکشاف حقیقت" لکھا جماعت احمدیہ ربوہ نے اس کا جواب بنام "کشف حقیقت" دیازیرنظر رسالہ اسی کا جواب با صواب ہے۔۱۶اص، ینگ مین شیعہ ایسوسی ایشن راولپنڈی۔

۶۔الانصاف فی الاستخلاف: مولانا میرزا احمد علی (م۱۹۷۰م)،قاضی ظہور الدین اکمل قادیانی کی کتاب "الاستخلاف" کا رد، قاضی صاحب نے مندرجہ ذیل پانچ باتوں پر بحث کی ہے۔ قرآن سے خلافت ثلاثہ کا ثبوت، قرآن سے علامات منافقین کا بیان، قرآن سے خلفائے ثلاثہ کی عصمت و مغفرت قضیہ فدک، حضرات خلفائے ثلاثہ کا حضرت علی علیہ السلام سے افضل ہونا۔ ۱۷۶ص، آٹھ آنے ۱۳۲۷ھ، رفاہ عام سٹیم پریس لاہور۔

۷۔انکشاف حقیقت: مولانا سید امیر حسین بخاری (م۱۹۷۹م)،

جماعت احمدیہ ربوہ کی طرف سے شائع کردہ، رسالہ "حضرت علیؑ کی حضرت ابو بکرؓ سے برضا و رغبت بیعت" کا رد، شائع کیا مولانا مرحوم نے اس کا رد بنا "انکشاف حقیقت"لکھا۔ جماعت احمدیہ نے اس کا جواب بنام "کشف حقیقت"دیا زیر نظر رسالہ اسی کا جواب باصواب ہے۔ینک مین شیعہ ایسوسی ایشن راولپنڈی، ہمدرد پریس راولپنڈی۔

۸۔بابیت و میرزائیت کا تقابل: مولانا سید شمیم الحسن۔۴۸ص، دس آنے، الجواد بک ڈپو بنارس، ۱۹۶۱م۔

۹۔ باد سموم بر صماخ الخصوم بجواب تعین قاتلان حسین: مولانا حاجی اعجاز حسن امروہی، خادم حسین قادیانی کی کتاب "تعین قاتلان" کا رد، (مطبع)۔

۱۰۔ براہین امامیہ افتتاحیہ: پروفیسر سید تصدق حسین۔۲۸۰ص، چھ روپے، ادارہ علوم الاسلام لاہور، ۱۹۷۳م، سلطانہ پریس لاہور۔

۱۱۔تادیب المجانین بہ حمایت ہفوات المسلمین بجواب حق الیقین، حصہ اول: میرزا احمد سلطان گورگانی،میرزا بشیر الدین محمود (م۱۹۶۵م) کی کتاب "حق الیقین" کا رد، ۱۵۲ص، ۱۹۲۸م، دھلی۔ آغاز: حمد و صلواۃ کے بعد سلطان مصطفوی۔۔۔عرض پرداز ہے کہ "ھفوات المسلمین" کی عام اشاعت سے پہلے ایک ایک جلد بلا قیمت مع درخواست بذریعہ رجسٹری۔۔۔

۱۲۔ تادیب المجانین بحمایت ہفوات المسلمین رد حق الیقین، حصہ دوم: میر احمد سلطان گورگانی "ہفوات المسلمین" میں اہل سنت کی ان احادیث کی طرف اشارہ کیا گیا تھا جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی ازواج کی توہین ہوتی ہے میرزا بشیر الدین محمود (م۱۹۷۵م)خلیفہ دوم جماعت قادیان نے اس کا رد بنام "حق الیقین"/"ہفوات المومنین" نامی کتاب میں دیا اس کا رد، ۱۶۷ص ، دو روپے، ۱۳۴۹ھ/۱۹۳۰م، چندر گپتا الیکٹرک پریس دھلی۔

آغاز: احقر العباد میرزا احمد سلطان مصطفوی چشتی ابن میرزا بخت بہادر ابن میرزا شاہرخ بہادر ابن ابو ظفر سراج الدین بہادر شاہ بادشاہ غازی عرض پرداز ہے کہ "ہفوات المسلمین" کے شائع کرنے کے وقت ہم سے

دو جرم ہوئے۔۔۔{ ان دونوں حصوں کو اکٹھا حکیم سید انعام علی نے ۱۳۵۴ھ کو دہلی سے شائع کیا}۔

۱۳۔ تحریر حقانی بجواب کبیر قادیانی نمبر۱: خواجہ غلام الحسنین پانی پتی میرزا غلام احمد قادیانی(م۱۹۰۸م) کے دعاوی کا بطلان، ۲۲ص، ستمبر ۱۹۲۱م، صغیر المطابع دہلی۔

۱۴۔ تحریر حقانی بجواب کبیر قادیانی نمبر۲: خواجہ غلام الحسنین پانی پتی (م۱۳۵۶ھ)،اثبات حیات سیدنا مسیح علیہ السلام،۱۸ص، ۱۹۲۱م۔

۱۵۔ تحفہ قادیان: سید تصدق حسین،اس کتاب میں اور باتوں کے علاوہ مصنف نےاس حدیث کی "دجال کے دونوں پلکوں کےدرمیان حروف کفر مرقوم ہوں گے اور ہر خواندہ و ناخواندہ پہچان لے گا" کی یہ تاویل کی ہے کہ اس سے مراد چہرے کی بے رونقی ہے اور یہ کہ لاکھوں افراد میں اگر ایک بھی قادیانی ہو تو وہ اپنے چہرے کی بے رونقی کی وجہ سے پہچانا جاتا ہے۔۵۶ص، چار آنے، خواجہ بک ایجنسی لاہور، کوآپریٹو پرنٹنگ پریس لاہور۔

۱۶۔ تحفہ نورانی ایمانی قادیانی: ڈاکٹر نور حسین صابر سیالوی (م۱۹۴۵م)،۱۳۶ص، آٹھ آنے۔

۱۷۔ تثبیت الاقرآن فی حلیف القرآن: مولانا سید نسیم حسن امروہی جماعت احمدیہ کےماہنامہ "تشخیذ الاذہان" جون ۱۹۱۵م کے شمارے میں امام مہدی علیہ السلام کی طوالنی عمر کے بارے میں شکوک و ارد کئے گئے تھے اس کا رد، دو حصے پہلے میںامام مہدی علیہ السلام کی طوالنی عمر کے بارے میں اور دوسرے حصے میںحیات مسیح کا ثبوت، ۲۷ص، ۱۹۱۷م، مطبع ریاضی امروہہ ضلع مراد آباد۔

آغاز: بسملہ وخطبہ اما بعد اہل اسلام ذوی الاعلام پر مخفی نہیں ہے کہ حضرت رسالت ختمی مرتبت صلعم نےاپنی امت کے تہتر فرقے ہو جانے ارشاد فرمائے ہیں۔

۱۸۔ تردید نبوت قادیانی:میرزا غلام احمد صاحب کی زبانی: مولانا سید امیر حسین بخاری، بانی سلسلہ احمدیہ میرزا غلام احمد قادیانی (م۱۹۰۸م) کی تحریرات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ دعوی نبوت بھی کرتے تھے اور انکار نبوت بھی۔۳۲ص، چار آنے، انجمن اتحاد المومنین اسلام آباد، راولپنڈی

۱۹۔ تقریر: سید عباس حسین شاہ گردیزی،گردیزی صاحب کی وہ تقریر جو آپ نے ۵ ستمبر ۱۹۷۴م کو قادیانیوں کو غیرمسلم اقلیت قرار دینے کی حمایت میں قومی اسمبلی اسلام آباد میں کی۔۳۰ص۔

۲۰۔ تنویر البصر فی جواب النظر: مولانا میرزا احمد علی امرتسری (م۱۹۷۰م)،میرزا غلام احمد قادیانی (م۱۹۰۸م) دعاوی پر ایک ناقدانہ نظر، ۸۴ص، مفت، انجمن صادقیہ لاہور۔

۲۱۔ جواب خلافت راشدہ: مولانا سید محمد صادق جعفری گورداسپوری مولوی عبدالکریم قادیانی (م۱۹۰۴م) کی کتاب "خلافت راشدہ" کا رد،۴۰۰ص، سوا روپیہ، مینجر رسالہ الحق چوک نواب صاحب، لاہور۔

۲۲۔ حجت شاہدہ بجواب خلافت راشدہ: علامہ سید علی الحائری۔ (م۱۳۶۰ھ) ۳۲ص،۱۳۲۰ھ، مطبع اسلامیہ لاہور۔ آغاز:

بسملہ و خطبہ اما بعد خادم خدام شرع نبوی ا بو تراب سید علی حائری لاہوری عام اہل اسلام کی خدمت میں بصد ادب ملتمس ہے کہ آج کل ایک رسالہ موسومہ بخلافت راشدہ تالیف عبدالکریم سیالکوٹی۔۔۔

۲۳۔ حقیقت المہدی: میرزا محمد مہدی،میرزا غلام احمد قادیانی کا الہام شیطانی الہام تھا، دو آنے۔ختم نبوت (فارسی): آیۃ اللہ مرتضیٰ مطہری شہید (م۱۹۷۹م)۔

۲۴۔ ختم نبوت: مولانا محمد علی محمدی،۹۳ص، سات روپے، بمبئی۔

۲۵۔ختم نبوت پر ختمی مرتبت: مولانا شیخ محمد حسین نجفی،۱۲ص، ادارہ تبلیغ شیعہ راولپنڈی، مارچ ۱۹۷۳م۔

۲۶۔ خاتم النبوۃ: ڈاکٹر نور حسین سیالوی (م۱۹۴۵م)(ذریعہ: ۷)۔

۲۷۔خاتم النبین کا معنی اور امینی صاحب کی پریشانی: مولانا سید علی رضوی گوپالپوری، مولوی محمدشریف امینی قادیانی کے دو کتابچوں "مسئلہ ختم نبوت اور شیعہ حضرات"اور "مسلمان بھائیوں کے لیے لمحہ فکریہ" کا رد، ۳۲ص

(ناقص الاخر)، دارانسی لیتھو الیکٹرک مشین دالمنڈی بنارس ۱۹۶۶م۔

۲۸۔ختم نبوت: مولانا سید نصیر حسین نقوی،۱۶ص، تحریک تحفظ تعلیمات آل محمد سرگودھا۔

۲۹۔ ختم نبوت :مولانامحمد اسماعیل(م۱۹۷۶م)،۳۲ص، گوجرہ۔

۳۰۔خون ثقلین: حاجی سید اظہار حسنین،مولوی محمد علی لاہوری قادیانی (م۱۹۵۱م) نےاپنی تفسیر "بیان القرآن"

میں جن جن غلط بیانیوں سے کام لیا ہے ان کی نشاندہی،

۲۶۲ص، ڈیڑھ روپیہ، مطبع اصلاح کھجوا۔

۳۱۔ دلیل العرفان جواب تشحیذ الاذہان: مولانا میرزا احمد علی (م۱۹۷۰م)،خادم حسین بھیروی قادیانی نے جون ۱۹۱۵م کے "تشحیذالاذھان" کے شمارے میں شعوں کی رد میں ایک مضمون لکھاتھا اس کا جواب۔۱۹۳ص، ایک روپیہ، ۱۳۳۳ھ/۱۹۱۵م، جارج سٹیم پریس لاہور۔عنوانات: فرقہ میرزائیہ کی تہذیب کا نمونہ، مولف کے مقابلے میں میاں محمد کا فرار، میرزا کی سیادت پر بحث، میرزا صاحب کی مختصر سوانح عمری، میرزا کے فارسی الاصل ہونے کی تردید، میرزائیوں کا کرکرہ، میر الفت علی گویا انبالوی نے تاریخ طبع کہی: جناب مولوی احمد علی نے کہ میدان مباحث کا دھنی ہے

ثبوت مولوی احمد علی نے
دلیل عرفاں عجب تصنیف کی ہے
بہائے ہیں دلائل کے وہ دریا
کہ منکر کی بھی گردن جھک گئی ہے

نہیں تہذیب کے دامن کو چھوڑا
مقابل میں اگرچہ خارجی ہے
کیا ہے رقم مضمون مدلل
یہ تائید امام آخری ہے
مباحث اور مناظر کہ رہے ہیں
یہ پاسخ ہے کہ برچھی کی انی ہے
بہت سا ناز تھا میرزائیوں کو
مگر ان کی کچھ ایسی گت بنی ہے
خجالت سے ہوئے جاتے ہیں پانی
ھویدا جسم و جاں پر مردنی ہے
دبائے دم کو بیٹھا ہے دبک کر
جو منہ پھٹ انمیں خادم بھیروی ہے
جزاک اللہ فی الدارین خیرا
بہت تحقیق اور تدقیق کی ہے
ہوئے میرزائیوں پر شیعہ غالب
یہی گھر گھر میں نوبت بج رہی ہے
تھا فکر سال ہجری مجھ کو گویا
کہا ہاتف نے کیوں تاخیر کی ہے
مناظر دیکھ لیں منگوا کے لکھدے
کتاب مذہب حق چھپ گئی ہے
(۱۳۳۲ء)

۳۲۔رد الملاحدہ، حصہ اول: محمد حیدر،مولوی عبدالکریم قادیانی (م۱۹۰۴ھ) کی کتاب "خلافت راشدہ" کا رد، ۳۱۴ص، سوا دو روپیہ، مطبع اصلاح کھجوا۔

۳۳۔رد الملاحدہ بابطال الخلافۃ الراشدہ، حصہ دوم: محمد حیدر،۲۶۰ص، ڈیڑھ روپیہ، مطبع اصلاح کھجوا۔ آغاز: بسملہ و خطبہ اما بعد الحمد للہ کہ رد الملاحدہ حصہ اول تمام ہو چکا جس نے ایک بڑے انقلاب کو روکا کیونکہ میرزائیوں کو
اپنی کتاب "خلافت راشدہ" پر بڑا ناز تھا جس کی حقیقت "رد الملاحدہ" سے کھل گئی۔۔۔

۳۴۔رسالہ مضمون طاعون:علامہ سید حائری (م۱۳۶۰ھ/۱۹۴۱ء) میرزا غلام احمد قادیانی (م۱۹۰۸ء) کے دعویٰ کا رد کہ جو ان کے مکان کی حدود میں آجائے گا۔ وہ طاعون سے محفوظ رہے گا۔ ۲۸ص، محرم ۱۳۲۲ھ، اسلامیہ سٹیم پریس لاہور۔آغاز: بسملہ و خطبہ اما بعد خاکسار بندہ نحیف و ضعیف ابو تراب سید علی الحائری لاہوری عرض رساں ہے کہ جب حقیر فقیر نے رسالہ حجت شاھدہ میرزائیوں۔۔۔

۳۵۔ سیدنا علی کا پیغام عوام کے نام بجواب "سیدنا علی کا پیغام"۔ شیعیان علی کے نام: مولانا سید امیر حسین (م۱۹۷۹ء)،محمد سلطان نظامی سابق انچارج فارن مشن انجمن احمدیہ اشاعت اسلام لاہور نے ایک رسالہ "سیدنا علی کا پیغام۔۔۔" لکھا اس کا رد، ۴۲ص، انجمن محبان اہل بیت لاہور، تعلیمی پریس لاہور۔

۳۶۔السیف الیمانی علی المسیح القادیانی، حصہ اول: مولانا سید محمد ہارون زنگی پوری (م۱۳۳۹ھ)،پانچ مباحث: مہدی موعود کون ہیں، عیسی و مسیح موعود دو علیحدہ شخصیات ہیں حیات حضرت عیسیٰ، ختم نبوت،۵۹ص، ۱۹۲۳ء، مقبول پریس دہلی۔آغاز: بسملہ و خطبہ اما بعد بہ ایک مختصر رسالہ صرف اس لیے ترتیب دیا گیا ہے کہ دعاوی میرزا

غلام احمد قادیانی کی حالت کو واضح کرکے عامتہ الناس کو ان کے فریب و جعل سے محفوظ رکھے۔۔۔

۳۷۔ السیف الیمانی علی المسیح القادیانی، حصہ دوم : مولانا سید محمد ہارون جماعت احمدیہ کی دو کتابوں "النبوۃ فی القرآن" اور "النبوۃ فی خیر الامۃ" کا رد، عنوانات: میرزا صاحب کی بے علمی، بے علمی کے چند نمونے، منکرین ختم نبوت خارج از اسلام ہیں وغیرہ، ۸۰ص، مقبول پریس دہلی۔آغاز : بسملہ و خطبہ اس سے قبل فقیر کا رسالہ"السیف الیمانی" طبع ہوا میرے محترم و مکرم فاضل مولوی سید محمد عسکری صاحب ابو الفاروق۔۔۔

۳۸۔ شمع ہدایت: مولانا سید دلدار حسین نقوی (م۱۹۶۴ء)،۳۱ص، ۱۹۶۵ء۔

۳۹۔شہادت قرآنی علی کذاب کرشن قادیانی: محمد عبداللہ،رد دعاوی میرزا غلام احمد قادیانی (م۱۹۰۸ء) اور عبدالکریم سیالکوتی (م۱۹۰۴ء) کی کتاب "خلافت راشدہ" کا رد،۳۶ص، مفت، اسلامیہ سٹیم پریس لاہور، اس کتاب میں تمام اکابر قادیانیہ کے نام الٹے لکھے گئے ہیں۔آغاز: بسملہ وخطبہ اما بعد خاکسار محمد عبداللہ خلف ارشاد علی ذاکر سید الشہدأ جمیع اہل اسلام کی خدمت میں ملتمس ہے کہ صاحبان پر ہرگز ہرگز۔۔۔

۴۰۔ صاحب العصر والزمان:خادم حسین بھیروی قادیانی کی کتاب "تحقیق آخر الزمان" کا رد، مطبع اصلاح کھجوا۔

۴۱۔صحیفۃ الولا النظر الی دافع البلاء: واحد علی،میرزا غلام احمد قادیانی کی کتاب "دافع البلاء" کا رد، ۴۴ص، ۱۹۰۲ء، رفاہ عام سٹیم پریس لاہور۔

۴۲۔ عشرہ مبشرہ: سید غلام اصغر،خادم حسین بھیروی قادیانی کی کتاب "تحقیق تعین قاتلان حسین" کارد، ۲۶۰ص، پونے دو روپے، مطبع اصلاح کھجوا۔

۴۳۔ فوز الشیعہ بجواب رسالہ "قاطع انف" الشیعۃ الشنیعہ": مولانا سید محمد رضی زنگی پوری (م۱۳۷۰ھ)، قاضی محمد

یوسف صاحب "عیسیٰ در کشمیر" صدر انجمن احمدیہ پشاور کی کتاب کا رد۔ ۸۰ ص، پانچ آنے، مطبع اصلاح کھجوا۔

۴۴۔ قادیانیت پر ایک سرسری نظر: مولانا سید شمیم الحسن آٹھ آنے ، الجواد بک ڈپو بنارس، ۱۹۶۱م۔ مہت پور (ہند) میں مولانا میرزا یوسف حسین (م۱۹۸۸م) اور ابو العطاء جالندھری (م۱۹۷۷م) (قادیانی) کے درمیان ایک تحریری مناظرہ ہوا جس میں چار موضوع زیر بحث آئے جن میں ایک "اجرائے نبوت بعد از حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" بھی تھا بعد ازاں یہ تحریری مناظرہ "مناظرہ مہت پور" کے نام سے شائع ہوا، ابو العطاء صاحب جالندھری نے ۱۹۵۰م میں مندرجہ بالا مسئلے کے بارے میں ایک رسالہ بعنوان "البرہان" شائع کیا قاطع البرہان اسی کا رد ہے۔ ۲۰۲ص، ڈیڑھ روپیہ،ہمدرد پریس راولپنڈی۔

۴۵۔ قواصم الظہور من اہل الفجور: مولانا سید محمد وحید،عنوانات: تحقیق مذہب ابن ابی الحدید، حضرت ابن عباس کی کم سنی، حیات و ممات مسیح، مسئلہ ختم نبوت۔ ۱۵۱ ص، دس آنے، مطبع اصلاح۔

۴۶۔ القول الجید فی رد الملحد: مولانا محمد صادق بن مولانا الہ بخش سندھی (ذریعہ:۱۷)

۴۷۔ القول الصادق فی رد المنافق: مولانا محمد صادق سندھی (ذریعہ:۱۷)۔

۴۸۔ کبریت احمر/کشف الحیل: مولانا سید غلام قاسم کھجوی خادم حسین بھیروی کی کتاب "تحقیق واقعات کربلا" کا رد، ۵۷۶ص، ۱۳۴۹ھ، مطبع اصلاح کھجوا، مولانا سید غلام اصغر نے تاریخ کہی:

منکشف تلبیس ابلیس بداختر ہو گئی
عقل خادم میرزائی لیجیے
دور ظلمت ہو گئی ظاہر ہے سال طبع سے
نیر دین مبین کبریت احمر ہو گئی
(۱۳۴۹ھ)

۴۹۔ کتاب "اعجاز مسیح" پر ریویو: مولانا سید محمد ہارون زنگی پوری (م۱۳۳۹ھ)۔ میرزا غلام احمد قادیانی کی کتاب "اعجاز المسیح"(عربی) پر ناقدانہ نظر اور ان کی عربی اغلاط کی نشاندہی، ۱۳۲ص،مطبع فیض لاہور۔

۵۰۔ المجدد: مولانا محمد صادق سندھی (ذریعہ:۱۷)

۵۱۔ مرآت قادیانی: مولانا سید راحت حسین گوپالپوری (م۱۳۷۶ھ) (ذریعہ:۲۰)

۵۲۔ مسیح موعود: علامہ سید علی الحائری (م۱۳۶۰ھ/۱۹۴۱م) ثبوت حیات مسیح، ۳۲ص، خواجہ بک ایجنسی لاہور، ۱۹۲۶م، گیلانی پریس لاہور۔ آغاز : سملہ وخطبہ اما بعد اہل اسلام کو عموماً اور اہل ایمان کو خصوصاً معلوم ہونا چاہیے کہ میرزا صاحب قادیانی اور اس کی جماعت کے پاس مایہ ناز صرف ایک مسئلہ وفات مسیح علیہ السلام ہے۔

۵۳۔ مطلع الانوار بجواب اشتہار نور الابصار: مولانا سید محمد موسیٰ رضا زائر سید صادق حسین قادیانی نے ۳۱ جنوری

۱۹۲۲م کو اٹاوہ سے ایک اشتہار شائع کیا جس میں شیعہ علماء سے یہ دو سوالات پوچھے گئے تھے: ثبوت امامت آئمہ
اثنا عشر، حیات امام مہدی علیہ السلام، ۶۴ص، ۱۳۴۰ھ، مطبع اصلاح کھجوا، مولانا سید محمد میر حسن اشہر نے تاریخ کہی:

سرمہ طور بہر کوران است
نسخہ موسی رضا مختار
قلب ھر کور دل بدیدارش
می توان گشت مطلع الانوار
سالِ ختمش بگفتم ای اشہر
طور کو راست مطلع الانوار
(۱۳۴۰ھ)

۵۴۔ معارف نبوت: میرزا احمد علی (م ۱۹۷۰م)،۱۵۱ص، انیس پیسے، امامیہ مشن پاکستان لاہور، ۱۹۶۶م
۵۵۔ معیار الصلحاء: مولانا محمد صادق سندھی (ذریعہ: ۲۱)
۵۶۔ مناظرہ منددراں والی میں میرزائی شکست: سید زیدی حسن،مناظرہ مابین مولانا محمد اسماعیل (م۱۹۷۶م) اور سید احمد علی شاھد (قادیانی) بر موضوعات مسئلہ بنات الرسول، تحقیق اہل بیت، ختم نبوت، ۵۶ص، فیصل آباد۔
۵۷۔ مہدی موعود: علامہ سید علی الحائری (م۱۳۶۰ھ/۱۹۴۱م)،۲۴ص، دو آنے، خواجہ بک ایجنسی لاہور، ۱۳۶۶ھ، گیلانی پریس لاہور۔
۵۸۔ میرزائی تزویر دربارہ حدیث کساء و آیت تطہیر: مولانا سید محمد جعفر زیدی (م۱۴۰۰ھ) جماعت احمدیہ لاہور کے رسالے "روح اسلام" میں چھپنے والے مضمون در بارہ آیت تطہیر کا رد۔۱۱۹ص، امامیہ مشن لاہور، ۱۹۷۴م، تعلیمی پریس لاہور۔
۵۹۔ناصر الایمان: میرزا زین العباد۔خادم حسین بھیروی کی کتاب "تحقیق واقعات کربلا" کا رد، ۱۱۹ص، ۱۳۳۰ھ/۱۹۱۲م، رفاہ عام سٹیم پریس لاہور۔
۶۰۔ النبوۃ والقادیانیہ: مولانا سید نجم الحسن لکھنوی۔۱۳۴۳ھ/۱۹۲۴م۔ (ذریعہ: ۲۴)
۶۱۔ نشوۃ السلافہ فی جواب سر الخلافہ:میرزا غلام احمد قادیانی کی کتاب "سر الخلافۃ"(عربی) کا رد (ذریعہ:۲۴)۔
۶۲۔ النور المبین فی تفسیر خاتم النبیین: مولانا سید محمد سبطین سرسوی(م۱۹۳۷م)محمد علی نواب مالیرکوٹلہ نے اپنے بھتیجے نواب احسان علی خان کو قادیانیت قبول کرنے کی دعوت دی اور اس سلسلے میں ایک تبلیغی خط لکھا اس کا رد ، ۱۱ص، لدھیانہ، اکتوبر ۱۹۴۴م، ھانڈہ الیکٹرک پریس جالندھر۔

۶۳۔وحی والہام ۔ برہان امامت:سید حسن جعفری مولوی فاضل آف لاہور۔آیۃ اللہ سے درج ذیل دو سوالات پوچھے گئے تھے ان کے جوابات: وحی چیست؟ فرق میان وحی و الہام چیست؟ و از کجا معلوم می شود؟ صحیح بودن وحی چون درین ملک این مطلب بسیار مہم است، در ظہور امام دوازدھم چہ می فرمائید تعین وقت ظہور ایشان شدہ است یا نہ،

ایک صفحہ پر فارسی دوسرے پر ترجمہ، ۱۱۹ص، ۱۳۵۴ھ/۱۹۳۵م، علمی پرنٹنگ پریس لاہور۔

۶۴۔ وسیلہ المبتلا لدفع البلاء: علامہ سید علی الحائری (م۱۳۶۰ھ)میرزا غلام احمد قادیانی کی کتاب "دافع البلاء" کا رد، ۷ ص، ۱۳۲۰ھ، مطبع مفید عام لاہور۔ آغاز:

لو پڑھو اس رسالے کو
بے حدیث و دلیل قرآنی
بے تکلف ابھی عیاں ہو گی
کادیانی کی ساری شیطانی

۶۵۔ وفات قادیانی/ ابطال نبوت غلام احمد آن جہانی: مولانا علی حسین مبارکپور مسئلہ ختم نبوت و حیات عیسیٰ، ۴۸ص، ایک آنہ، جوادیہ مشن مبارکپور ضلع اعظم گڑھ، الواعظ صفدر پریس لکھنو۔

۶۶۔ الھدی دراثبات وراثت انبیاء وابطال نبوت میرزا: مولانا احمد علی (م۱۹۷۰م) خواجہ کمال الدین لاہوری قادیانی نے ایک رسالہ بعنوان "احمدی جماعت میں مقدمات" شائع کیا تھا جس میں خلیفہ قادیان میرزا بشیر الدین محمود (م۱۹۶۵م) سے کہا گیا تھا کہ اگر حدیث لانورث صحیح ہے اور میرزا غلام احمد قادیانی (م۱۹۰۸م) نبی ہیں تو حضرت ابو بکر کی درج بالا حدیث کے تحت والد کا ترکہ چھوڑ دیں ورنہ میرزا صاحب کو نبی نہ مانیں اس رسالے میں ہر دو باتوں کی نفی کی گئی ہے۔۱۶ص، میترولاس سٹیم پریس لاہور۔

۶۷۔حمایت الایمان: سید مظہر حسن تقوی امروہی۔شیخ حبیب احمد بانی مدرسہ اسلامیہ و مہتمم مسجد جامع سہارنپور اپنی تحقیق سے شیعہ ہو گئے تھے انھوں نے اہل سنت پر تیس سوالات کیے جماعت احمدیہ امروھہ کے ایک فرد سید محمد احسن (م۱۹۲۶م) نے اس کا جواب "جواب باصواب" نامی کتاب میں دیا اس کا رد، ۲۸ص، جعفری پریس لکھنو، ۱۸۹۵م۔

۶۸۔ شعر کا مذہب:خادم حسین بھیروی قادیانی کے رسالے کارد، تین آنے۔

۶۹۔ البرہان الجلی فی عقیدۃ نزول عیسی و ظہور المھدی: سید مسعود علی الحسنی جیلنی، ۲۸۰ص، جولائی ۱۹۸۸م۔

۷۰۔پنجاب کے نامور مشائخ کی حمایت: سید مظفر علی شمسی،رد قادیانیت میں سجادہ نشینوں کے فیصلے، ۸ ص، ۱۹۵۳م۔

۷۱۔ قادیانیوں سے درس رواداری اور ہمارے قومی و ملی تقاضے: خاقان بابر ۱۲مارچ ۱۹۸۶م کو نوائے وقت لاہور

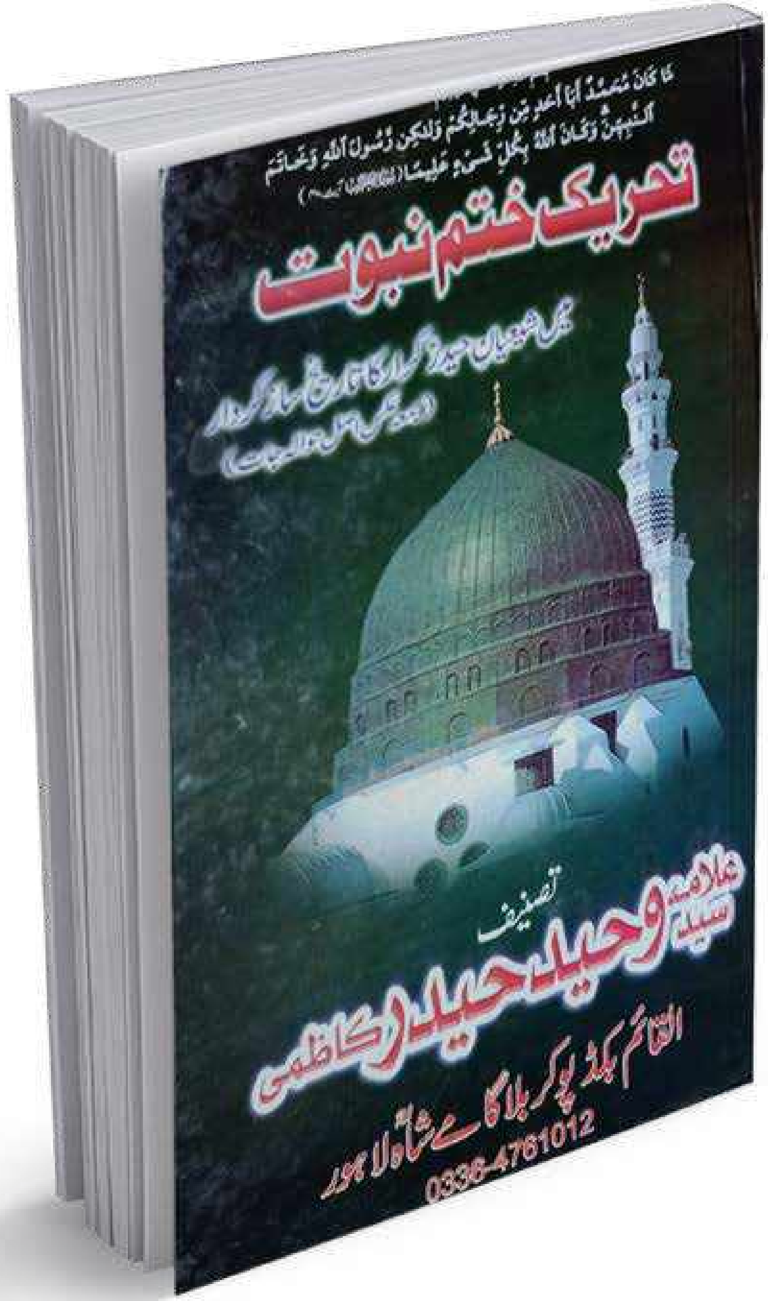
میں ایک مضمون چھپا بعنوان ''کچھ قادیانیوں کے دفاع میں'' اس کا رد، ۱۶ص، ۱۹۸۶ء۔
۷۲۔ تحفہ قادیانیت: نعمت اللہ سدھو
۷۳۔ تحریک ختم نبوت میں شیعیان حیدر کرار کا تاریخ ساز کردار: علامہ سید وحید حیدر کاظمی، ستمبر ۲۰۱۸ء، القائم بک ڈپو کربلا گامے شاہ، لاہور۔
۷۴۔ قاطع البرہان بجواب رسالہ ''البرہان'': سید امیر حسین شاہ بخاری، کوہاٹی بازار راولپنڈی، تنظیم المکاتب، ہندوستان، نومبر ۲۰۱۹ء۔

ردّ بہائیت

(۱) انتظار قائم آل محمد بجواب رسالہ ظہور قائم آل محمد حصہ اول: مولانا سید ظفر الحسن بنارسی سید ابوالعباس جارچوی بہائی کی کتاب ''ظہور قائم آل محمد'' کا رد، ۲۷۰، ڈھائی روپے، الجود بک ڈپو بنارس، ۱۹۶۱ء۔ علمی الیکٹرک مشین پریس، بنارس۔
(۲) انتظار قائم آل محمد بجواب ظہور قائم آل محمد، حصہ دوم: مولانا سید ظفر الحسن بنارسی، ۳۳۴ص، الجواد بک ڈپوبنارس، فروری ۱۹۶۲ء، علمی الیکٹرک مشین پریس بنارس۔
(۳) انتظار قائم آل محمد جواب ظہور قائم آل محمد، حصہ سوم: مولانا سید ظفر الحسن بنارس، ۱۶۰ص، الجواد پک ڈپو بنارس، ۱۹۶۴ء، علمی الیکٹرک مشین پریس بنارس۔
(۴) باب و بہا حصہ اول: علامہ سید علی نقی (م۱۹۸۸ء)، ۱۳۸ص، پانچ آنے، امامیہ مشین لکھنو، سرفراز قومی پریس لکھنو، ۱۳۵۳ھ۔
(۵) مذہب باب و بہا، حصہ دوم: علامہ سید علی نقی (م۱۹۸۸ء)، ۲۸۰ص، امامیہ مشین لکھنو، ۱۳۵۴ھ۔
(۶) تجلیات باب و بہا: مولانا میرزا احمد علی (م۱۹۷۰ء)۴۰ص، اکتیس پیسے، امامیہ مشن لاہور، مارچ ۱۹۶۴ء، نامی پریس لاہور۔
(۷) تعارف بہائیت: مولانامیرزا احمد علی (م۱۹۷۰ء)، ۱۶ص، مفت، تعلیمی پریس لاہور۔
(۸) شیعیت ایمان کل، بہائیت ۔ شرک کل: ڈاکٹر کاظم علی رسا، ملا محمد تنکا بنی کی کتاب ''قصص العلماء'' (فارسی) میں ملا محمد تقی برغانی کے سلسلے میں بہائیت کا جورد ہے اس کا ترجمہ، ۱۶ص، کتابخانہ ابراھیمیہ کرمان شاخ پاکستان کراچی۔
(۹) لوح باب و بہا: علامہ میرزا احمد علی (م ۱۹۷۰ء)، ۱۴۴ص، ایک روپیہ دو آنے، امامیہ مشن لاہور،، تعلیمی پریس لاہور، ۱۹۶۰ء۔
(۱۰) (۲۶۴۲) بہائی اور بہائی فرقہ کا آغاز و ارتقا: کاظم علی رسا، ۳۲ص کتابخانہ ابراھیمیہ پاکستان کراچی، ۱۹۷۸ء۔

(۱۱) مذہب باب: مولانا سید محمد حسین نوگانوی(م۱۳۶۲ھ)(بھا)۔ باب و بہا را بشنا سید (فارسی): فتح اللہ مفتون بن عبدالرحیم۔

(۱۲)تاریخ بہائیت جلد اول: ڈاکٹر کاظم علی رسا، تذکرہ سید علی محمد باب، میرزا حسین علی بھا اللہ اور قرۃ العین طاھرہ (م۱۸۵۲م)،۷۴۷ص، چھ روپے، کتابخانہ ابراھیمیہ کرمان شاخ پاکستان۔



مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ ۗ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا
تحریک ختم نبوت
تصنیف
علامہ سید وحید حیدر کاظمی
القائم بکڈپو کربلا گامے شاہ لاہور
0336-4761012

سربراہ مجلس عمل علمائے شیعہ پاکستان

مرزا یوسف حسینؒ کا وفاقی شرعی عدالت میں موقف

الحمدلاهله والصلوة حی اسبان الدین عند الله الاسلامی

ہم مسلمان ہیں ۔ ہمارا ملک پاکستان اسلام ہی کے نام پر حاصل کیا گیا ہے ۔ ہمارے ملک کے سربراہ ہوں یا مسلمان شہری سب کا فرض ہے کہ ہمارا ہر قول و و عمل کتاب اللہ اور سنت رسولؐ کے مطابق ہو اور ہم کسی ایسے عقیدہ اور عمل کی نشر و اشاعت نہ ہونے دیں ۔ جو اسلامی تعلیمات کے خلاف ہو اور صدر مملکت کی جاری کردہ ترمیم ۲۹۸ کے خلاف مرزائی صاحبان کی جانب سے جو رٹ دائر کی گئی ہے، اس کا از روئے قانون اسلام قرآن اور سنت کے ثبوت کے ساتھ جواب دیں ۔

جواب پیرا نمبرا

اس میں سائلان نے اپنے پاکستان کا شہری ہونے کی حیثیت سے آرڈی ننس مجریہ ۱۹۸۴ ء کے خلاف درخواست گزاری ہے کہ اس سے ان کے شہری حقوق کی نفی ہوتی ہے ۔ ۔

لیکن یہ دلیل اس طرح غلط ہے کہ جیسے کوئی شخص اسلام کے تمام قوانین کو چیلنج کرے ۔ کہ یہ غلط ہیں

۔ وہ قانون مکمل نہیں ہو سکتا اور نہ بنی نوع انسان میں امن قائم کرنے کا ضامن ہو سکتا ہے ۔ نہ مستحقین کے حقوق کی حفاظت کر سکتا ہے۔ جس میں مجرموں کو قرار واقعی سزا دینے کا قانون موجود نہ ہو ۔

کیا اسلام میں چوروں کے ہاتھ کاٹنے کا حکم نہیں۔ کیا زانی کو کوڑوں کی سزا نہیں دی جاتی، کیا قاتل کو قتل کی سزائیں نہیں دی جاتیں۔ کیا یہ سزائیں شہری حقوق کی نفی کرتی ہیں۔ نہیں بلکہ یہ سزائیں حق داروں کے حقوق کی حفاظت کرتی ہیں ۔ اس طرح مرتد کی سزا اسلام اور اہل اسلام کے تحفظ کے لیے ہے۔ کیا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و ار وسلم نے مسیلمہ کذاب کی کا درخواست منظور کرلی تھی یا آپ کی رحلت کے بعد مسلمانوں نے اس میں کوئی ترمیم کی تھی ۔ دین کے قانون بنانے والا رب العالمین ہے ۔ شرع لکم الدین اور اس کے نافذ کرنے والے رحمتہ اللعالمین ہیں۔

مدعیان نبوت اور ان کے پیروکاروں کے خلاف جو احکام نافذ ہو سکتے ہیں، وہی قیامت تک نافذ رہیں گے اس لیے کہ حلال محمد حلال الی یوم القیامۃ و حرام محمد حرام الی یوم القیامۃ -

جواب پیرانمبر۲

ہر مسلمان پر قانون اسلام کی پابندی فرض ہے اور وہ اس پر عمل کرنے کا ذمہ دار ہے اور سب سے زیادہ ذمہ داری اسی کی ہے۔ جو صاحب اقتدار بھی ہو، وہ فرمان الٰہی اور ارشادات نبوی کی تاسی میں وہی عمل کرے ، جو انھوں نے تعلیم فرمائے ہیں ۔ جس طرح مسلمانوں نے فرمان نبوی کے مطابق مدعیان نبوت اسود عنسی اور مسیلمہ کذاب کو قتل کر کے اس کفر و ضلالت کو ختم کیا تھا اس طرح جمہوریہ اسلامیہ پاکستان کے صدر کو یہ حق حاصل ہے بلکہ اس کا فرض ہے کہ وہ ایسے احکام نافذ کریں، جو اسلامی تعلیمات کے تحفظ اور اہل اسلام کے گمراہی سے بچنے کا ذریعہ ہوں ۔

پیرا نمبر۳۔۴

اس رٹ میں سائلان نے بڑے معصومانہ اندازہ میں عوام کو یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ وہ مسلمان ہیں۔ ان کی مذہبی آزادی سلب کر لی گئی ہے ۔ انھیں عبادت خداوندی سے محروم کر دیا گیا ہے۔ ان پر ظلم کیا گیا ہے اور یہ آرڈی ننس اسلامی روح کے منافی اور قرآن و سنت سے متصادم ہے ۔ حالانکہ ہم قرآن و سنت پر ایمان رکھتے ہیں۔ مگران کے برخلاف حکم نا فذ کر کے ان پر ظلم کیا جارہا ہے۔ ان کی دلی خواہش ہے کہ ان کے ساتھ قرآن و سنت کی تعلیم کے مطابق سلوک کیا جائے۔

جواب

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ لوگ مسلمان نہیں ہیں بلکہ مرتد ہیں، اور صرف شخصی طور پر چند افراد مرتد نہیں ہوئے بلکہ پوری جماعت ارتداد پر متفق ہو کر ایک سازش کے ساتھ مرتد ہوئی ہے تاکہ اسلام کی بیخ

کنی کرے ۔ ان کا وجود ان کا ہر قول و فعل، ان کا جماعتی درس، ان کا ہر اقدام ملت اسلام کے لیے خطرہ کا پیغام ہے۔ ان کا کام ہی اسلام کے خلاف سازش ہے ۔ یہ اسلام کے پاکیزہ عقائد مستحکم قوانین اور مقدس اعمال کی بیخ کنی کے لیے اسلام کا نام رکھ کر اپنی سازشوں میں اس طرح مصروف رہتے ہیں کہ نا واقف عوام انھیں مشکل سے پہچان سکتے ہیں ۔ اسلام کی عمارت زمین بوس ہو جائے تو ہو جائے ، یہ اپنا محبوب ترین مقصد، منصب اور اقتدا ر حاصل کرتے رہیں۔ یہ اسلام کے مقدس بدن کا ناسور ہیں جس سے نجات حاصل کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ ان کے شدید ارتداد کو دیکھتے ہوئے جو آرڈیننس ان کے خلاف نافذ کیا گیا ہے۔ وہ بہت سبک اور ہلکا ہے ۔ اس سے زیادہ قابل عمل آرڈیننس نہیں ہو سکتا۔ با لفاظ دیگر انھیں اسلام کے رحیمانہ طرز عمل کے مطابق پھر ایک مرتبہ موقع دیا گیا ہے کہ یہ توبہ کر لیں اور اپنے سازشی مذہب سے نجات حاصل کر کے اسلام قبول کر لیں ۔

یہ گروہ مسلمان نہیں ہے بلکہ کسی بڑی طاقت کا بھیجا ہوا ہے۔ جیسے سپر طاقتوں کا ہمیشہ یہ طریقہ رہا ہے اور اب بھی ہے کہ وہ بالخصوص اسلامی ملکوں میں اپنا ایک پروردہ اور ساختہ پر داختہ رکھتے ہیں۔ تاکہ جب وہ اپنی مرضی کا انقلاب لانا چاہیں تو ان کے ذریعہ بآسانی لاسکیں۔ ملکی انقلاب سے کہیں زیادہ مذہبی انقلاب کو اہمیت حاصل ہے۔

انقلاب

جیسے ایک سپر طاقت نے ایران میں بابیوں اور ان کے بعد بہائیوں کو جنم دیا تھا ۔ جو ہمیشہ وہاں انتشار اور انقلاب کی کوشش کرتے رہے ۔ بابی گر وہ اپنی حقانیت کے وہی دلائل پیش کرتا رہاکہ جو مرزائی حضرات پیش کرتے ہیں۔ علی محمد باب یہ کہتا تھا کہ اسلام میں بارہ امام آنے والے تھے ۔ گیارہ امام آچکے بارھواں میں ہوں۔ اس کے بعد اس کے شاگرد بہار اللہ نے دعویٰ کیا کہ بارہ امام آچکے ۔ اسلام ختم ہو گیا ۔اب بہائی مذہب ہے۔ اس جماعت کا موجودہ گروہ آج بھی امریکہ میں ہے۔ وہ کروڑہا روپے خرچ کر کے جا بجا اپنے تبلیغی مرکز بناتے ہیں۔ پاکستان میں بھی بعض مراکز کا پتہ چلا ہے۔ اگر چہ وہ یہاں کامیاب نہیں ہو سکے۔

حکومت برطانیہ

حکومت برطانیہ یہ سمجھتی تھی۔ کہ کسی ملک میں اس اس کا قیام و دوام اسی وقت ممکن ہے جب وہاں ایسے اسی وقت لوگ پیدا کئے جائیں جن کے عقائد ان کے عقائد سے ہم آہنگ ہوں نیز وہاں کی اکثریت کو قابو میں رکھنے کے لیے کچھ لوگ خرید لیے جائیں ۔ جو بظاہر مسلمان کہلائیں اور درپردہ ان کے ہوں ۔

افریقہ میں جو یورپین میں حکومتیں بر سر اقتدار رہی ہیں انھوں نے وہاں لاکھوں عیسائی بنائے۔ ہندوستان میں بھی لاکھوں ہندوؤں کو سکولوں اور اسپتالوں کے ذریعہ عیسائی بنالیا گیا۔ حد یہ ہے کہ حیدر آباد کی مسلم حکومت کے ہر ہر قصبہ میں ان ہی طریقوں سے عیسائیت کی تبلیغ جاری رہی ہے۔

چنانچہ انھیں قادیان میں ایک ایسا خاندان مل گیا جو ان کی وفاداری پر ہر چیز قربان کرنے کو تیار ہو گیا۔ جیسا کہ تریاق القلوب ص ۲۵-۲۶ پر مرزا کا خود اپنا بیان شاہد ہے۔

میں نے عمر کا بیشتر حصہ اس سلطنت انگریزی کی تائید و حمایت میں گزارا ہے اور آپ نے ممانعت جہاد اور انگریز کی اطاعت کے بارے میں اسقدر کتابیں لکھی ہیں اور اشتہار شائع کیے ہیں اگر وہ رسائل اور کتابیں اکٹھی کی جاویں، تو پچاس کتابیں ان سے بھر سکتی ہیں۔ میں نے ایسی کتابوں کو تمام ممالک عرب، مصر، شام، کابل اور روم تک پہنچایا ہے۔ میری کوشش رہی ہے کہ مسلمانوں کو جہاد کا جوش دلانے والے مسائل جو احمقوں کو خراب کرتے ہیں، ان کے دلوں سے معدوم ہو جاویں۔ یہ امن جو اس سلطنت کے زیر سایہ ہمیں حاصل ہے۔ نہ یہ مکہ میں مل سکتا ہے نہ مدینہ میں اور نہ سلطان روم کے پایہ تخت قسطنطنیہ ہیں۔ ہم اس بات کے گواہ ہیں کہ اسلام کی دوبارہ زندگی انگریزی سلطنت کے امن بخش سایہ سے پیدا ہوتی ہے۔[۱]

پھر اسی تریاق القلوب کے صفحہ ۳۰۴ پر لکھتا ہے۔ میں اپنی گورنمنٹ محسنہ کی خدمت میں جرات سے کہہ سکتا ہوں کہ یہ وہ میری بست سالہ خدمت ہے۔ جس کی نظیر برٹش انڈیا میں ایک بھی اسلامی خاندان نہیں پیش کر سکتا۔[۲]

پھر کتاب البلا یہ ص ۲۵ پر لکھتا ہے۔

التماس ہے کہ سرکار دولت مدار ایسے خاندان کی نسبت جس کو پچاس برس کے متواتر تجربہ سے ایک وفادار جانثار خاندان ثابت کر چکی ہے اور جس کی نسبت گورنمنٹ عالیہ کے معزز حکام نے ہمیشہ مستحکم رائے سے اپنی چٹھیات میں یہ گواہی دی ہے کہ وہ قدیم سے سرکار انگریزی کے پکے خیر خواہ اور خدمت گزار ہیں۔ اس خود کاشتہ پودا کی نسبت نہایت حزم و احتیاط اور تحقیق و توجہ سے کام لے اور اپنے ماتحت حکام کو اشارہ فرمائے کہ وہ بھی اس خاندان کی ثابت شدہ وفاداری اور اخلاص کا لحاظ رکھ کے مجھے اور میری جماعت کو ایک خاص عنایت کی نظر سے دیکھیں۔ ہمارے خاندان نے سرکارہ انگریزی کی راہ میں اپنے خون بہانے اور جان دینے سے فرق نہیں کیا۔ اور نہ اب ہے۔

لہٰذا ہمارا حق ہے کہ ہم خدمات گذشتہ کے لحاظ سے سرکار دولت مدارہ کی پوری عنایات اور خصوصی توجیہ کی درخواست کریں۔[۳]

۱۔ مرزا قادیانی، تریاق القلوب، ص ۲۵-۲۶

۲۔ مرزا قادیانی، تریاق القلوب، ص ۳۰۴

۳۔ کتاب البلایہ، ص ۲۵

پھر ستارہ قیصرہ کے ص ۱۱ پر لکھتا ہے:

اے ملکہ وکٹوریہ معظمہ تیر سے وہ پاک ارادے ہیں جو آسمانی مدد کو اپنی طرف کھینچ رہے ہیں اور تیری نیک نیتی کی کشش سے جس سے آسمان رحمت کے ساتھ زمین کی طرف جھکتا جاتا ہے۔ اس لیے تیرے عہد سلطنت کے سوا اور کوئی بھی عہد سلطنت ایسا نہیں ہے جو مسیح موعود کے ظہور کے لیے موزوں ہو۔ سو خدا نے تیرے نورانی عہد میں آسمان سے ایک نور (مرزا صاحب) ناز ل کیا کیونکہ نور نور کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔

پھر ستارہ قیصرہ ص ۱۵ پر لکھتا ہے:

اے با برکت قیصر، ہند (ملکہ وکٹوریہ) تجھے میری عظمت اور نیک نامی مبارک ہو۔ خدا کی نگاہیں اس ملک پر ہیں۔ خدا رحمت کا ہا تھ اس رعایا پر ہے ۔ جس پر تیرا ہاتھ ہے ۔ تیری ہی پاک نیتوں کی تحریک سے خدا نے مجھے بھیجا ہے۔ کہ تا پرہیز گاری اور پاک اخلاق اور صلح کا آشتی کی راہوں کو دوبارہ دنیا میں قائم کروں ۔[1]

پھر تریاق القلوب ص ۳۰۹پر لکھتاہے:

سو مجھ سے پادریوں کے مقابل جو کچھ وقوع میں آیا یہی ہے کہ حکمت عملی سے بعض وحشی مسلمانوں کو خوش کیا گیا اور دعوئ سے کہتا ہوں کہ میں تمام مسلمانوں میں سے اول رویہ کا خیر خواہ گورنمنٹ انگریزی کا ہوں ۔[2]

تریاق القلوب ص ۳۸۴ پر لکھتا ہے:

پادریوں کے مقابل کتابیں لکھنے کا مقصد مسلمانوں سے انگریزوں کے خلاف جوش کو دبانا ہے ۔مرز اصاحب کے اس کردار کو قرآن مجید کی روشنی میں دیکھا دیا سکتا ہے ۔ ارشاد باری ہے ۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ[3]

اسے ایمان والو ! یہودو نصاری کو دوست نہ بناؤ ۔ ان کے بعض ان کے بعض کے دوست ہیں اور تم میں سے جو انھیں دوست رکھے گا وہ انہی میں سے ہے۔

یہ آیت شاہد ہے کہ جب وہ انگریز کے نہ صرف دوست بلکہ پروردہ ہیں تو وہ مسلمان نہیں بلکہ نصاری سے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ بہت سے کذاب جھوٹے نبی آئیں گے۔[4]

۱۔ مرزا قادیانی، ستارہ قیصرہ، ص۱۵

۲۔ مرزا قادیانی، تریاق القلوب، ص۳۰۹

۳۔ مائدہ، ۵۱

۴۔ بخاری پ ۱۴، ص۵۳، باب الفتن ،ص ۱۳۲، جلد ۲، ص ۲۵، ابوداؤد ص ۲۳۴

ختم نبوت اور قرآن و حدیث

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُم وَلٰكِن رَّسُولَ اللهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّنَ[1]

محمدؐ تمھارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں۔ بلکہ اللہ کے رسول اور سب نبیوں کے خاتم ہیں ۔

قرآن مجید میں جہاں جہاں لفظ خاتم یا ختم آیا ہے اس سے مراد آخری ہی ہے اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرما کر نص فرما دی کہ

یا علی انت منی بمنزلۃ ھارون من موسی الا انہ لانبی بعدي .

اے علی تم کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا ۔

کبھی فرماتے ہیں ۔ انا العاقب لا عاقب بعدی - میں آخری بنی ہوں ۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے ۔

کبھی فرمایا کہ میں نبوت کی عمارت کی آخری اینٹ ہوں ۔ جس سے یہ عمارت مکمل ہوگئی۔[2]

امام محمد باقر علیہ السلام اور امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا وند عالم نے قرآن مجید نازل کرکے کتاب کو اور آنحضرتؐ کو مبعوث کرکے نبوت کو ختم کر دیا۔ (اصول کافی)

امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام نے نہج البلاغہ میں واضح ا لفاظ میں اعلان کر دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا ۔ (ص ۲۵۵)

مرزا غلام احمد صاحب اور ختم نبوت

آخر مر زا صاحب کو یہی اقرار کرنا پڑا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری نبی ہیں ۔ مرزا حمامۃ البشری ۳۴عام حقیقۃ الوحی ص ۱۳۰، ازالہ اوہام ص۲۵۲ پر لکھتا ہے کہ سرور کائناتؐ ہم سب مسلمانوں کے آخری رسولؐ ہیں۔ جو شخص نبوت کا دعوی کرے وہ کافر ہے ۔ اور اسلام سے خارج ہے ۔

فیصلہ آسمانی ص ۳ پر لکھتا ہے۔ اس وقت مدعی نبوت کا فر ہے ۔ نبی کی ضرورت نہیں، مجدد کی ضرورت ہے۔ خطبہ الہامیہ صلالہ پر لکھتا ہے کہ حضرت عیسی خاتم انبیاء بنی اسرائیل تھے۔ جب بعد میں نبوت کا دعوی کرنے لگا اور سوال کیا گیا کہ آپ کیسے نبی ہو گئے تو جواب دیا کہ میں بروزی نبی ہوں کسی کو جواب دیا میں مجازی

۱۔ احزاب۔۴۰

۲۔ صحیح بخاری ص۵۱۱، مسلم جلد ۲ ص ۲۴۸،ترمذی ص ۲۲۴، مشکواۃ ص ۵۰۹۔

نبی ہوں کسی کو جواب دیا کہ میں خلقی نبی ہوں وغیرہ۔[1] یہ تو تھا ختم نبوت کا عقیدہ مگر حقیقت یہ ہے کہ مرزا نہ اسلام کے اصول دین کا قائل ہے نہ فروع دین کا وہ حقیقی اسلام ہی کا منکر ہے۔

مرزاغلام احمد کا عقیدہ توحید

۱۔ میں نے کشف میں دیکھا کہ میں خود خدا ہوں ۔ اور یقین کیا کہ وہی ہوں ۔[2]

۲۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اسے غلام احمد تو جس چیز کا ارادہ کرے اور کہہ دے کہ ہو جا وہ چیز اس وقت ہو جاتی ہے۔[3]

۳۔ خدا میرے وجود میں داخل ہوا اور میرا غضب اور رحم اور تلی اور شیرینی اور حرکت اور سکون سب اس کا ہو گیا۔ پھر میں نے آسمان اور دنیا کو پیدا کیا ۔ اور کہا انا زینا السماء الدنیا بمصابیح پھر میری حالت کشف سے اہم کی طرف منتقل ہو گئی ۔ اور زبان پر جاری ہو گیا۔ اردت ان استخفت فخلقت آدم انا خلقنا الانسان فی احسن تقویم۔[4]

۴۔ خدا نے مجھ سے کہا ۔ اسمع وولدی[5]

مرزاغلام احمد کا عقیدہ قرآن

۱۔ قرآن مجید پارہ ۱۵ آیہ سبحان الذي اسری بعبدہ لیلا من المسجد الحرام إلی المسجد الاقصیٰ الذي بارکنا حولہ کا اصلی اور معنوی طور پر مصداق وہ مسجد ہے جو قادیان میں ہے۔[6]

۲۔ قرآن مجید خدا کی کتاب اور میرے پیر کی باتیں نہیں۔[7]

۳۔ میرے نزدیک قرآن کے لفظوں کا پیش کرنا تو ایسا ہے ۔ جیسے گوہر کا انبار[8]

۱۔ خطبہ الہامیہ، ص ۱۶۷، حقیقۃ الوحی ص ۱۵۱

۲۔ کتاب البریت ص ۷۸

۳۔ اخبار بدر ۲۳ فروری ۱۹۰۵ء

۴۔ کتاب البریت، ص۷۵

۵۔ کتاب البشریٰ اول ص ۴۶

۶۔ اشتہار منارۃ المسیح

۷۔ ضمیمہ تریاق القلوب ص ۶۱

۸۔ نزول المسیح ص ۸۴

۴۔ مرزا صاحب کو خطاب انا اعطیناک الکوثر (اربعین) قرآن شریعت میں ہے ۔ انا انزلناہ قریباً من القادیان۔[1]

مرزا غلام احمد کا عقیدہ انبیاء و مرسلین کے متعلق

۱۔ جبرئیل کسی نبی کے پاس نہیں آتے ۔[2]
۲۔ انبیاء کی وحی اور تمنا میں شیطان دخل دیتا ہے۔[3]
۳۔ ایک بادشاہ کی فتح کے بارے میں چار سو انبیاء نے پیش گوئی کی اور جھوٹے نکلے۔[4]
۴۔کسی نبی کا کوئی معجزہ یا کوئی اور خارق عادت امر لیا نہیں جس میں ہزار ہا اور لوگ شریک نہ ہوں۔[5]
۵۔ اگر مسیح سے در حقیقت معجزات ظہور میں آتے تو ان کے حواریوں کا ایسا بد انجام ہر گز نہ ہوتا۔[6]
۶۔ مریم کا بیٹا کو شیلا کے بیٹے سے کچھ زیادتی نہیں رکھتا۔[7]
۷۔ عیسیٰ کی ماں مریم اپنے منسوب یوسف نجار کے ساتھ گھر سے باہر چکر لگایا کرتی تھی ۔[8]
۸۔ ابن مریمؑ کے ذکر کو چھوڑو اس سے بہتر غلام احمد ہے ۔
۹۔ انبیاء تاویل اور تعبیر میں غلطی کرتے ہیں یا شیطان دخل دے دیتا ہے ۔[9، 10]
۱۰- حضرت ابراہیمؑ خواب کی تعبیر نہ سمجھے ۔[11]
۱۱۔ حضرت نوحؑ خدا کا وعدہ نہ سمجھے۔[12]

۱۔ ازالہ اوہام، ص۷٦
۲۔ توضیح المرام ص ٦۸
۳۔ آئینہ کمالات اسلام ص۸
۴۔ ازالہ اوہام، ص۶۰۹
۵۔ تحفہ گولڑویہ ص ۱۱
٦۔ آئینہ کمالات
۷۔ انجام آتھم ص ۴۱
۸۔ ایام صلح، ص٦۵
۹۔ ازالہ اوہام اول ص۳۳۵
۱۰۔ آئینہ کمالات اسلام ص۳ ۳۵ ، حقیقتہ الوحی ص ۱٦۱، ضمیمہ النبوۃ فی الاسلام ص ۷ ۴، علی مصفی جلد اول ص ۱۸۷
۱۱۔ اعلیٰ مصفی جلد اول، ص ۱۴۹
۱۲۔ حقیقۃ الوحی، ص ۱۴۴

۱۲۔ حضرت داؤد نے فیصلہ میں غلطی کی ۔[۱]
۱۳۔ حضرت عیسیٰؑ برے آدمی تھے۔ (معاذ اللہ) ان کا باپ یوسف نجار شراب پیتا تھا۔[۲]

مرزا غلام احمد کا عقیدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق

۱۔ غلبہ کاملہ (دین اسلام) کا آنحضرت کے زمانہ میں ظہور میں نہیں آیا ۔ یہ غلبہ مسیح موعود کے وقت ظہور میں آگیا ۔[۳]
۲۔ آنحضرتؐ کے تین ہزار معجزات تھے ۔[۴]
۳۔ مرزا غلام احمد کے دس لاکھ نشان ہیں ۔[۵]
آنحضرتؐ کے زمانہ میں دین کی حالت پہلی شب کے چاند کی طرح تھی ۔ مگر مرزا صاحب کے وقت چودھویں رات کے بدر کی مانند ہوگی۔[۶]
۵۔ صدہا نبیوں کی نسبت ہمارے معجزات اور پیش گوئیاں سبقت لے گئیں ۔
۶۔ خدا نے اس بات کو ثابت کرنے کے لیے کہ میں اس کی طرف سے ہوں ۔ اس قدر نشان دکھلائے کہ اگر وہ ہزار نبیوں پر تقسیم کیے جائیں۔ تو اس سے ان کی نبوت ثابت ہو سکتی ہے ۔
۷۔ اے مرزا تم نہیں بولتے جو کچھ تم بولتے ہو۔ خدائی وحی ہے ۔[۷]
۸۔ معراج ایک کشف تھا ۔ جسم کثیف سے نہیں ہوا ۔[۸]
۹۔ آنحضرت بھی غلطی سے محفوظ نہیں تھے۔[۹]
۱۰۔ خدا نے مجھے رات میں سیر کرائی۔[۱۰]

۱۔ دافع البلاء ص۱۳
۲۔ حاشیہ کشتی نوح ،ص۶۵
۳۔ چشمہ معرفت، ص۸۲و۸۳
۴۔ تحفہ گولڑویہ ص۴۰
۵۔ تذکرۃ الشادتین ص۴۱
۶۔ خطبہ الہامیہ ص۱۷۴
۷۔ اربعین
۸۔ ازالہ اوہام ص ۴۷
۹۔ القول الفصل ص۴۹
۱۰۔ حقیقۃ الوحی ص۷۸

۱۱۔ آدم نیز احمد مختاردر برم جامہ ھمہ ایران
زندہ شد ہرینی بھی آمد نمہر رسولے نہاں یہ پیرنہم
آنچہ آمد بہ من زوحی خدابخدا پاک دانش زخطا[1]
۱۲۔ آنکہ داد لبست ہر نبی را جام
داد ان جام را مرا بہ تمام[2]

مرزا غلام احمد اور اہل بیتؑ

۱۔ و قالوا علی الحسنین فضل نفسه اقول نعم والله ربی سیظهروشتان ما بینی و بین حینکم فانی اوید کل آن وانصر واما حسین فاذکروادشت کربلا الی هذه الایام تبکون فانظروا وانی قتیل الحب اما حسینکم قتیل العدا فانفرق اجلی واظهر[3]
۲۔ کر بلائیست سیر ہر آنم صد حسین است در گریبانم[4]

مرزا غلام احمد اور مسلمان

۱ ۔ قادیانی کے سوا کسی اور کی اقتداء میں نماز پڑھنا حرام ہے ۔[5]
۲۔ قادیانی کے سوا کسی کی نمازہ جنازہ پڑھنا جائز نہیں۔[6]
۳۔ دوسرا کفریہ ہے ۔ کہ مثلاً مسیح موعود (مرزا) کو نہ ماننا اور اس کو باوجود اتمام حجت کے جھوٹا ماننا ہو۔[7]
۴۔ جو مجھ کو مانتا ہے ۔ مگر مسیح موعود (مرزا)کو نہیں مانتا وہ نہ صرف کا فربلکہ پکا کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔[8]

یہ ہے مرزا غلام احمد صاحب کا عقیدہ توحید پر انبیاء پر ، قرآن مقدس پر اور خود حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ

۱۔ چشمہ معرفت حصہ دوم، ص ۳۳۲
۲۔ نزول مسیح، ص۱۹۹
۳۔ در ثمین، ص۲۸۷،اعجاز احمدی، ص ۲۹
۴۔ قصیدہ اعجازیہ، نزول المسیح ص۲۹
۵۔ انوار خلافت ص۸۹
۶۔ انوار خلافت ص۹۰
۷۔ حقیقۃ الوحی ص ۱۷۹
۸۔ قادیانی مسئلہ ص۱۴۱، الفضل ص ۱۱۰

اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جو سارے جہانوں کے رسول اور وسیلہ نجات ہیں ۔ کلمہ میں جن کا اقرار کیے بغیر نہ کوئی مسلمان ہو سکتا ہے اور نہ پاک ہو سکتا ہے ۔

اس کے علاوہ مرزا صاحب نے اپنے متعلق بار بار جو کچھ لکھا ہے۔ اس میں سے ہر ایک ان کے کفر کا زندہ ثبوت ہے ۔ مگر وقت اجازت نہیں دیتا ۔ کہ ان کا ذکر کیا جائے۔ بہر حال یہ تو پتہ لگ گیا کہ ایسا شخص جس کے یہ عقائد ہوں جس کے ہر قول سے کفر ٹپکتا ہو اور وہ حقیقی مسلمانوں کو پکا کافر سمجھے ۔ ان کی نمازہ جنازہ بھی جائز نہ سمجھتا ہو۔ اس کے مرتد ہونے میں کیا شک ہو سکتا ہے۔

مرتد کی سزا قرآن میں

فَاِنۡ تَابُوۡا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخۡوَانُكُمۡ فِى الدِّيۡنِ‌ؕ وَنُفَصِّلُ الۡاٰيٰتِ لِقَوۡمٍ يَّعۡلَمُوۡنَ وَاِنۡ نَّكَثُوۡۤا اَيۡمَانَهُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ عَهۡدِهِمۡ وَطَعَنُوۡا فِىۡ دِيۡـنِكُمۡ فَقَاتِلُوۡۤا اَئِمَّةَ الۡـكُفۡرِ‌ۙ اِنَّهُمۡ لَاۤ اَيۡمَانَ لَهُمۡ لَعَلَّهُمۡ يَنۡتَهُوۡنَ[۱]

پس اگر وہ لوگ کفر سے توبہ کر لیں اور نماز قائم کریں ۔ اور زکواۃ دیں تو تمھارے دینی بھائی ہیں ۔ ہم اپنے احکام ان لوگوں کے لیے واضح بیان کرتے ہیں جو جاننے والے ہیں اور اگر وہ (قبول اسلام کا عہد توڑ دیں اور تمھارے دین پر زبان طعن دراز کریں تو پھر کفر کے سرداروں سے جنگ کرو کیونکہ ان کی قسموں کا کوئی اعتبار نہیں شاید کہ وہ باز آجائیں ۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت نے ان کے جانے کے بعد گوسالہ بنا کر اس کی پرستش شروع کر دی تھی ۔ یعنی مرتد ہو گئے تھے ۔ تو خداوند عالم نے ان کے اس جرم عظیم کا اس طرح ذکر فرمایا ہے ۔

اِنَّ الَّذِيۡنَ اتَّخَذُوا الۡعِجۡلَ سَيَنَالُهُمۡ غَضَبٌ مِّنۡ رَّبِّهِمۡ وَذِلَّةٌ فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا‌ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجۡزِى الۡمُفۡتَرِيۡنَ[۲]

جن لوگوں نے بچھڑے کو معبود بنایا ۔ ضرور ان کو دنیا میں خدا کے غضب اور ذلت کی سزا مل کر رہے گی اور افتراء کرنے والوں کو ہم ایسی ہی سزا دیتے ہیں۔

پھر بچھڑے کے پجاریوں اور انھیں دیکھ کر خاموش رہنے والوں کی یہ سزا تجویز فرمائی ۔

اِنَّكُمۡ ظَلَمۡتُمۡ اَنۡفُسَكُمۡ بِاتِّخَاذِكُمُ الۡعِجۡلَ فَتُوۡبُوۡۤا اِلٰى بَارِئِكُمۡ فَاقۡتُلُوۡۤا اَنۡفُسَكُمۡ[۳]

اے بنی اسرائیل تم نے بچھڑے کو معبود بنا کر اپنی جانوں پر ظلم کیا ۔ تو اب خدا کی طرف

۱۔ توبہ، ۱۱،۱۲

۲۔ الاعراف۔۱۵۲

۳۔ البقرہ ۵۲

رجوع کرو ۔ پھر اپنے آدمیوں کو قتل کرو۔[1]

دوسری جگہ فرماتا ہے ۔

اِنَّ الَّذِینَ ارتَدُّوا عَلٰی اَدبَارِھِم مِّن بَعدِ مَا تَبَیَّنَ لَھُمُ الھُدَی الشَّیطٰنُ سَوَّلَ لَھُم وَاَملٰی لَھُم[1]

یقیناً جو لوگ پچھلے پیر پلٹ گئے اس کے بعد کہ ان پر ہدایت کی راہ روشن ہو چکی تھی شیطان نے انھیں گمراہ کیا اور مہلت دی ہے۔

پھر فرماتا ہے:

یٰاَیُّھَا الَّذِینَ اٰمَنُوا مَن یَّرتَدَّ مِنکُم عَن دِینِہٖ فَسَوفَ یَاتِی اللّٰہُ بِقَومٍ یُّحِبُّھُم وَ یُحِبُّونَہٗ اَذِلَّۃٍ عَلَی المُؤمِنِینَ اَعِزَّۃٍ عَلَی الکٰفِرِینَ یُجَاھِدُونَ فِی سَبِیلِ اللّٰہِ وَلَا یَخَافُونَ لَومَۃَ لَآئِمٍ ذٰلِکَ فَضلُ اللّٰہِ یُؤتِیہِ مَن یَّشَآءُ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیم[2]

اے ایمان کے دعو یدارو! تم میں سے جو بھی اپنے دین سے پھر جائے گا تو عنقریب خداوند عالم ایسی قوم لے آئے گا ۔ جن سے خدا محبت کرتا ہے اور وہ خدا سے محبت کرتے ہیں ۔ جو مومنوں سے انکسار کرتے اور کافروں پر غالب رہتے ہیں ۔ وہ خدا کی راہ میں یوں ٹوٹ کر لڑتے ہیں کہ کسی ملامت کرنے والے کی پرواہ نہیں کرتے ۔ یہ خدا کا فضل ہے جسے چاہتا ہے ۔ عنایت فرماتا ہے اور اللہ بڑی وسعت والا علم والا ہے۔

جامع جعفری ترجمہ شرائع الا اسلام جلد دوم میں ہے کہ مرتد کی دو قسمیں ہیں ۔ ایک مرتد فطری جو مسلمان پیدا ہو پھر کافر ہو جائے ۔ وہ واجب القتل ہے ۔ دوسرا مرتد ملی جو کفر کے بعد اسلام لائے ، پھر کافر ہو جائے ۔ اسے تین روز تک مہلت دی جائے ۔ کہ توبہ کرے ورنہ قتل کیا جائے گا ۔

شرح لمعہ مطبوعہ طھران جلد دوم ص ۵۱۹ میں ہے۔

کہ اگر وہ مرتد فطری ہے تو قتل کیا جائے ۔ زوجہ جدا کر لی جائے ۔ اس کا مال ورثاء میں تقسیم کر دیا جائے ۔ زوجہ عدہ وفات رکھے اور مرتد ملی کو مہلت دی جائے کہ توبہ کرے۔ اگر توبہ نہ کرے تو اسے قتل کیا جائے ۔

نیز شرح وقایہ ص ۳۱۳میں ہے ۔

کہ کافرذی کی مسلمانوں سے تمیز رکھی جائے۔ ان کی پوشاک وغیرہ میں، سواری میں، زین میں اور ہتھیاروں میں لہٰذا کافرذمی گھوڑے پر سوار نہ ہو اور نہ ہتھیار استعمال کرے۔

۱۔ محمد ۲۵

۲۔ المائدۃ ۵۴

سر براہ مملکت نے جو آرڈیننس نافذ کیا ہے ابھی اس میں یہ امتیازات شامل نہیں ہیں۔ خاص کر یہ ہے کہ سب کا لباس ایک ہی ہے اور یہ قادیانی اپنے آپ کو ہر جگہ مسلمان ظاہر کرتے ہیں ۔ اس لیے مسلمان انھیں ہر وقت نہیں پہچان سکتے۔ ان کے ساتھ کھانا پینا بھی جائز نہیں ہے ۔ قرآن مجید کا صریحی حکم ہے۔ انما المشرکون نجس - مشرک نجس ہیں ۔ ان سے پرہیز واجب ہے۔

ایک فطری امر

اس ملک میں ہندو بھی آباد ہیں اور بدھ اور مجوسی بھی مگران کے معاشرے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ مسلمان نہیں ہیں۔ لہٰذا ان سے دھوکہ نہیں کھایا جا سکتا ۔ مگر مرزائیوں کا لباسی معاشرہ اس طرح ملتا جلتا ہے کہ ہر شخص کی ہر وقت شناخت نہیں کی جا سکتی۔ کہ کون قادیانی ہے اور کون مسلمان اس لیے قادیانیوں کے لیے لباس میں امتیاز کا ہونا ضروری ہے تاکہ ان کی ہر جگہ پہچان ہو سکے۔

غیر مسلموں کو تعمیر مسجد اور اس میں داخلہ کی ممانعت قرآن مجید کی روشنی میں

مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِينَ اَن يَّعْمُرُوا مَسٰجِدَ اللهِ شٰهِدِينَ عَلٰى اَنفُسِهِم بِالْكُفْرِ اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ۚ وَفِى النَّارِ هُمْ خٰلِدُونَ[1]

مشرکین کو یہ حق نہیں ہے ۔ کہ اپنے کفر کا گواہ ہوتے ہوئے اللہ کی مسجدیں تعمیر کریں۔
ان کے عمل بیکارہ ہیں ۔ اور وہ دوزخ میں ہوں گے ۔

دوسری آیت میں فرماتا ہے ۔

اِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا[2]

مشرک یقیناً نجس ہیں لہذا اس سال کے بعد یہ مسجد حرام کے پاس نہ آئیں ۔

قرآن مجید کا خاص فیصلہ ہے کہ اگر تم مشرکوں کی اطاعت کرو سکے تو تم بھی مشرک ہو۔ چنانچہ اس آیت میں تحدی کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُونَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّونَ مَنْ حَآدَّ اللهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيرَتَهُمْ[3]

۱۔ توبہ ۱۷

۲۔ توبہ۔۲۸

۳۔ المجادلہ ۲۲

تم اس قوم کو جو خدا اور روز قیامت پر ایمان رکھتے ہیں ۔ انھیں اس طرح نہ پاؤ گے کہ وہ ان سے محبت رکھیں جو خدا و رسولؐ کے دشمن ہیں چاہے وہ ان کے آباء واجداد یا اولا دیا اہل خاندان کیوں نہ ہوں ۔

مرزا غلام احمد جو اسلام پر جان دیتا ہے ۔ جہاد سے منع کرتا رہا۔ مگر انگریزوں پر جان دیتارہا ۔ بقول المرد مع من یحبہ ۔ ہر شخص کا حشر اس کے ساتھ ہوگا جس سے وہ دنیا میں محبت رکھتا تھا۔ جس کے ایمان کا دارو مدار ہی مشرکوں پر ہو۔ اس کے شرک میں کیا شک ہو سکتا ہے ۔ اس لیے ان کا ہر کلمہ زبانی ہے ورنہ نہ خدا پر ان کا ایمان ہے نہ رسولؐ پر اور نہ قیامت پر۔

لہٰذا یہ حکم بالکل درست ہے کہ انھیں نہ مسجد بنانے کا حق ہے، نہ داخل مسجد ہونے کا، نہ مسلمانوں کے ساتھ کھانے پینے کا، نہ مسلمانوں کی طرح اذان دینے کا۔ کسی ایسے فعل کا حق نہیں جس سے یہ شبہ ہو کہ یہ مسلمان ہیں ۔ یہ ویسے ہی لوگ ہیں جن کے بارے میں رب العزت کا ارشاد ہے :

وَمِنَ النَّاسِ مَن يَّقُولُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُم بِمُؤْمِنِينَ. يُخٰدِعُونَ اللّٰهَ وَالَّذِينَ اٰمَنُوا ۚ وَمَا يَخْدَعُونَ اِلَّآ اَنفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ[1]

لوگوں میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ ہم خدا اور روز قیامت پر ایمان لے آئے ہیں، حالانکہ وہ مومن نہیں ہیں ۔ وہ خدا کو (اپنے خیال میں) اور مومنین کو دھوکہ دیتے ہیں۔ حالانکہ وہ دھوکہ نہیں دیتے مگر اپنے آپ کو مگر انھیں شعور نہیں ہے۔ کہا جاتا ہے کہ مسجد سے روکنا اور عبادت سے منع کرنا ظلم ہے۔ حالانکہ خداوند عالم نے فرمایا ہے۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّن مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَن يُّذْكَرَ فِيهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِي خَرَابِهَا اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَن يَّدْخُلُوهَا اِلَّا خَآئِفِينَ[2]

اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو خدا کی مسجدوں میں خدا کے ذکر سے روکے اور اس کی تخریب کی کوشش کرے انھیں داخل ہونے کا حق نہیں مگر ڈرتے ہوئے۔

بے شک وہ مسجد جو مسلمان بنائیں ۔ ذکر الٰہی کے لیے بنائی گئی ہو۔ اس میں ذکر خدا سے روکنا اسے خراب کرنا ظلم ہے لیکن جو مسجد کی شکل تخریب کے لیے بنائی گئی ہو ۔ اسے مسلمانوں کے خلاف مورچہ کے طور پر استعمال کیا جا رہا ہو۔ مسلمانوں کے خلاف مشورے کیے جارہے ہوں۔ اسلام کی تخریب کا کام اس سے لیا جا رہا ہو۔ وہ گرائی بھی جا سکتی ہے اور جلائی بھی جا سکتی ہےاور یہ سب کچھ خدا کے حکم سے ہوتا ہے ۔ ملاحظہ ہو۔

۱۔ البقرہ۔۸و۹

۲۔ البقرہ۔۱۱۴

وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مَسجِدًا ضِرَارًا وَّ كُفرًا وَّ تَفرِيقًا بَينَ المُؤمِنِينَ وَاِرصَادًا لِّمَن حَارَبَ اللّٰهَ وَ رَسُولَهٗ مِن قَبلُ وَلَيَحلِفُنَّ اِن اَرَدنَا اِلَّا الحُسنٰى وَاللّٰهُ يَشهَدُ اِنَّهُم لَكٰذِبُونَ لَا تَقُم فِيهِ اَبَدًا[1]

یقیناً جن لوگوں نے ایسی مسجد بنائی ہے جس کا مقصد ضرر رسانی کفر اور مومنین میں تفریق ہے اور قبل سے خدا د رسول سے جنگ کرنے والوں کے لیے تحفظ کی جگہ ہے اور وہ ضرور حلف کریں گے کہ ان کی نیت نیک ہی تھی ۔ مگر خدا گواہی دیتا ہے کہ وہ یقینا جھوٹے ہیں اس مسجد میں کبھی نہ کھڑے ہونا ۔

مندرجہ بالا آیات صاف اعلان کر رہی ہیں کہ کفار و مشرکین کو نہ مسجد بنانے کا حق ہے اور نہ اس میں داخل ہونے کا۔ مسجد ہو یا اذان یہ بالخصوص اسلامی شعائر سے ہیں اور خدا وند عالم نے بار بار شعائر اللہ کے احترام کا حکم دیا ہے اور فرمایا ہے کہ

مَن يُّعَظِّم شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِن تَقوَى القُلُوبِ[2]

جو شخص شعائر اللہ کا احترام کرے یہی دلوں کے تقوی اور پرہیز گاری کی نشانی ہے ۔

پھر یہ بھی فرمایا ہے۔

يٰاَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا لَا تُحِلُّوا شَعَآئِرَ اللّٰهِ[3]

اسے ایمان والو ! شعائر اللہ کی بے حرمتی نہ کرو ۔

اسی لیے خدا وند عالم نے خصوصی حکم نازل فرما کر کفار و مشرکین کا داخلہ بیت اللہ میں منوع قرار دے دیا ہے۔ لَآ اِکرَاہَ فِی الدِّینِ کہا جاتا ہے کہ ایسے احکام کا نفاذ جبراً زبردستی ہے ۔ جو از روئے قرآن ممنوع ہے پیغمبر اسلام کو بار بار فرمایا گیا ہے کہ آپ کا کام صرف تبلیغ ہے۔ آپ ان کے ذمہ دار نہیں ہیں ۔

انھیں معلوم ہے کہ یہ آیات رسول اسلام کی تسلی قلب کے لیے نازل ہوتی رہی ہیں کیونکہ آپ تبلیغ فرماتے اور مشرکین قریب آنے کے بجائے اور دور ہونے کی کوشش کرتے تھے۔ آپ کی نصیحت سننے کو تیار نہ ہوتے تھے۔ جس سے حضور کو روحانی تکلیف ہوتی تھی ۔ اس لیے خدا وند عالم نے فرمایا ۔ ماننا یا نہ ماننا ان کا اپنا کام ہے۔ آپ کا کام تبلیغ کر دینا ہے۔ وہ آپ نے کر دی ہے ۔ مگر کیا اس کا یہ مطلب ہے ۔ کہ صرف احکام سنا دینے کے علاوہ حضور کی کوئی اور ذمہ داری نہیں تھی۔ کیا مدینہ منورہ آنے کے بعد حکومت کا پورا نظام نہیں سنبھالا۔ جب اسلام پر حملہ کیا گیا ۔ اس کا دفاع نہیں کیا۔ مجرموں کو سزائیں نہیں دیں ۔ جن سے

۱۔ التوبہ ۱۰۷

۲۔ الحج۔۲۲

۳۔ المائدۃ۔۲

باب الحدود بھرا پڑا ہے۔ علما نے وہی احکام اپنی کتب میں درج کیے ہیں ۔ جو حضور سے سننے یا دیکھنے والوں نے دیکھے ہیں ۔ کیا تعزیرات سے قوانین نہیں بتائے ۔ کیا ان پر عمل نہیں فرمایا کسی حقدار کو جبرا اس کے حق سے محروم کرنا اور جو حقدار نہ ہو اسے حق دینا دونوں ظلم ہیں۔ اسلام جبراً کسی کو مسلمان نہیں بناتا۔ ہر ایک کو اسلام اور ایمان اختیار کرنے کا اختیار ہے ۔ مگر ایک غیر مسلم کو اپنے آپ کو مسلمان کہہ کر اپنے کفر کی نشرواشاعت کا حق نہ دنیا یہ جبر نہیں ہے، بلکہ ایسے لوگ بھی عہد رسول اسلام میں قتل کر دیے گئے ہیں جو اسلام کے خلاف پروپیگنڈہ کرتے اور صاحبان عزت کو بد نام کیا کرتے تھے مسجداور اذان یہ بھی پراپیگینڈا کا ایک ذریعہ ہے۔ اس لیے اس کا بند کر دنیا ضروری ہے۔ مسجد و اذان کو صرفت حق کے تحفظ کے لیے بند کیا گیا ہے۔

اسلامی اصطلاحات کا استعمال

اسلام میں جس قدر محترم اصطلاحات ہیں۔ انھیں مرزائی صاحبان نے استعمال کر کے یہ کوشش کی ہے کہ عوام انہی کو مسلمان سمجھیں ۔

مسجدا قصیٰ

قادیان میں مسجد بنائی تو اس کا نام مسجد اقصیٰ رکھ لیا ۔ روایت میں پڑھا تھا کہ جب حضرت ولی العصر مہدی علیہ السلام کا ظہور ہو گا تو آسمان سے حضرت عیسیٰؑ کا نزول ہو گا ۔ مرزا صاحب مہدی بھی بن گئے اور عیسیٰ بھی ۔

منارۃ المسیح

اس کے علاوہ قادیان میں مینار بنا دیا جس کا نام منارۃ المسیح رکھ دیا ۔ اس نام کے اشتہارات اور رسالے طبع ہوتے رہے ۔ حالانکہ مرزائی لوگ تو کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مر گئے ۔ وہ زندہ نہیں ہیں، نہ وہ آسمان پر ہیں ۔ جب ان کے خیال میں وہ آسمان پر ہیں ہی نہیں اور نہ اتریں گے تو اب یہ مینار بنایا گیا ہے اور بنانے والا خود وہ ہے ، جو اپنے آپ کو عیسیٰؑ کہتا ہے ۔ یہ اندھیر نہیں تو اور کیا ہے۔ ان کا مذہب مکمل جھوٹ کا پلندہ ہے ۔ مشہور کر دیا کہ حضرت عیسی کی قبر کشمیر میں ہے اور وہاں مبلغ روانہ کر دیے ۔ انھوں نے وہاں پہنچ کر دیکھا کہ جو قبر حضرت عیسیٰؑ کی بتلائی جارہی ہے، اس کا نام خانقاہ معلی ہے جو سری نگر میں واقع ہے اور اس روضہ میں سید علی ہمدانی کی قبر ہے جس کا بے حد احترام کیا جاتا ہے اور سالانہ اجلاس بھی ہوتا ہے۔ مرزائی مبلغ یہ حال دیکھ کر ان کے مذہب سے تائب ہو گئے ۔ ۱۹۴۸ء میں مجھے سرینگر میں ملے تھے

اور یہ حال انہی نے سنایا تھا ۔

ربوہ

اب جو زمین تحصیل چنیوٹ میں ظفر اللہ کے ذریعہ حاصل کی ہے ۔ اس کا نام ربوہ رکھا گیا ہے ۔ قرآن مجید میں حضرت عیسیٰؑ کی ولادت کے وقت ربوہ کا ذکر ہے کہ وہاں حضرت مریم اور حضرت علینی داخل ہوئے تھے ۔ اب ان سے پوچھا جائے کہ اس ربوہ میں کونسے عیسیٰ اور مریم داخل ہوئے تھے جبکہ ان کے خانہ ساز عیسیٰ اس جہاں سے ہی رخصت ہو چکے تھے ۔

جنت البقیع

اسی طرح قادیان سے قبرستان کا نام جنت البقیع رکھا ہے ۔ اب اس جنت میں سکھ اور ہنود رہتے ہوں گے؟ یہ نام اس لیے رکھا ہے کہ کہ عوام سمجھیں کہ جنت البقیع کا مدینہ منورہ کی جنت البقیع سے کوئی رشتہ ہو گا ۔

اہلبیت

حد ہو گئی کہ مرزا صاحب کے گھر والوں کو اہل بیت کہا جاتا ہے حالانکہ لفظ اہل بیت قرآن مجید میں منصوص ہے۔ حضرت ابراہیم اور حضرت موسی کے لیے استعمال ہوا ہے اور ہمارے نبی کے اہل بیتؑ کے لیے جن کے لیے قرآن مجید میں نص ہے ۔ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا - کیا مرزا صاحب کے گھرونوں کو بھی خدا نے پاک کیا ہے ۔

امہات المومنین

کتنا بڑا ظلم ہے کہ امہات المومنین از روئے نص قرآن صرف سرور کائنات کی ازواج کے لیے مقرر ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے ۔ النبی اولی بالمومنین من انفسھم وازواجہ امھاتھم "نبی سب مومنین کے حاکم ہیں اور ان کی ازواج ان کی مائیں ہیں ۔" لفظ امہات المومنین صرف از وج رسولؐ کے لیے مخصوص ہے ۔ ولا ان تنکحوا ازواجہ ابدا ۔ ازواج نبی سے کسی کو بھی عقد کرنا ابد احرام ہے ۔ یہ خصوصیت اور کسی عورت کو حاصل ہو سکتی ہے ۔ کہ وہ امت رسولؐ کی مائیں کہی جا سکیں ۔ جو امت ہی مومن نہ ہو۔ ان کی کسی عورت کو ام المومنین کیونکر کہا جاسکتا ہے۔ اس طرح لفظ اصحاب جو صحابی کی جمع ہے ۔ ان مسلمانوں سے مخصوص ہے جو حضور کی صحبت سے شرف یاب ہوئے۔ یا کم از کم بحالت ایمان حضور کی زیارت سے مشرف ہوئے اور ایمان کے ساتھ دنیا سے رخصت ہوئے۔ اب یہ محترم لفظ آج کسی اور کے لیے استعمال

نہیں کیا جا سکتا ۔ جو بچے حضور کے عہد میں پیدا ہوئے مگر آپ کی زیارت سے مشرف نہیں ہو سکے یا رحلت کے بعد پیدا ہوئے۔ انھیں بھی تابعین کہا جاتا ہے ، اصحاب نہیں کہا جاتا اور جو طبقہ اس کے بعد آیا ۔ انھیں تبع تابعین کہا جاتا ہے ۔ اصحاب نہیں کہا جاتا ۔ وہ معزز بزرگ تو اصحاب نہیں کہے جا سکتے اور تیرہ سو برس بعد قادیان میں اصحاب میں گنے جب وہ خود جھوٹا نہی ہے تو اس کا ساتھی بھی جھوٹے کا ساتھی ہے۔ اسے اصحاب کا لقب کیونکر دیا جا سکتا ہے۔

امیر المومنین

اسی طرح امیر المومنین، خلیفہ المسلمین یہ تو مخصوص خطابات ہیں جو انہی کے لیے ہیں۔ جن کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مرحمت فرمائے ہیں۔ ان کے سوا اور کسی کو امیر المومنین یا خلیفۃ المسلمین نہیں کہا جاسکتا ۔ اس لیے کہ یہ القاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برحق خلفاء کے لیے مخصوص ہیں۔

رضی اللہ عنہ

اسی طرح رضی اللہ تعالیٰ عنہ دعا ہے اور دعا مومن کے لیے کی جا سکتی ہے ۔ کافر کے لیے نہیں کی جا سکتی ۔ یہ درست ہے کہ خدا وند عالم نے فرمایا ہے ۔

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ أَلْقَىٰ إِلَيْكُمُ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا[1]

جو بھی تمہیں آکر سلام کرے تو فوراً یہ نہ کہدو نہ کہ تم مومن نہیں ہو ۔

یعنی تحقیق سے پہلے مومن اور غیر مومن ہونے کا فیصلہ نہ کرلیا کرو لیکن مرزائی صاحبان کے لیے تحقیق ہو چکی ہے کہ وہ مومن کی بجائے خود مسلمان بھی نہیں ہیں ۔ تو اب کسی شبہ کا کیا محل رہا ۔ سلام در اصل سلامتی کی دعا ہے اور کافر کو دعا نہیں دی جا سکتی ہے۔

مرزا غلام احمد کے خلاف عقل و عادی

۱۔ ریویو جلد اول نمبر۶،ص ۲۵۷ میں درج ہے کہ

خدا نے اس اُمت میں سے مسیح موعود بھیجا جو اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے پھر دیویوں والے پر لکھتا ہے کہ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر مسیح ابن مریم میرے زمانہ میں ہوتا تو وہ کام جو میں کر سکتا ہوں وہ ہر گز نہ کر سکتا اور وہ نشان جو مجھ سے ظاہر ہو رہے ہیں وہ ہر گز نہ دکھا سکتا ۔

یہ بالکل درست ہے۔ حضرت عیسیٰؑ علیہ السلام ایسے نشان کیونکر دکھاتے ۔ جیسے مرزا صاحب نے اعلان کیا

۱۔ النساء۔۹۴

کہ مجھے الہام ہوا ہے ،میری شادی محمدی بیگم سے ہوگی ۔ پھر پیغام بھی دیا۔ مگر اس کے باپ نے دوسری جگہ شادی کر دی۔ پھر یہ الہام ہوا کہ اس کا شوہر مر جانے لگا۔ اور وہ میرے گھر ضرور آئے گا۔ مگر وہ خود چل بسے ۔ اور وہ نہ آئی ۔

۲۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری نے مباہلہ کا چیلنج دیا تھا اور دعا کی تھی کہ جو باطل پر ہو، وہ پہلے مرجائے خود مرزا صاحب چل بسے اور مولوی ثناء اللہ اس کے بعد برسوں زندہ رہے ۔

۳۔ حقیقۃ الوحی ص ۱۶۳ پر ہے۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ جو مجھے نہیں مانتا وہ خدا اور رسول کو بھی نہیں مانتا ۔

۴۔ تحفہ گولڑویہ ص ۱۶ پر مرزا لکھتا ہے کہ میں کرشن ہوں، گوپال ہوں ، جے سنگھ بہادر ہوں ۔

۵۔ اعجاز احمدی ص ۷ پر مرزالکھتا ہے کہ مجھے بتلایا گیا تھا کہ تیری خبر قرآن و حدیث میں موجود ہے اور تو ہی اس آیت کا مصداق ہے۔ ھُوَ الَّذِیٓ اَرسَلَ رَسُولَہٗ بِالہُدٰی وَ دِینِ الحَقِّ لِیُظہِرَہٗ عَلَی الدِّینِ کُلِّہٖ

۶۔ دافع البلاء ص۱۱ پر ہے کہ قادیان خدا کے رسول کی تخت گاہ ہے ۔

۷۔ وافع البلاء ص ۱۱ پر ہے کہ سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔

۸۔ مباحثہ راولپنڈی ص ۱۳۶ مندرجہ اخبار عام ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء میں خدا کے حکم موافق نبی ہوں ۔ اگر میں اس سے انکار کروں تو میرا گناہ ہوگا۔ خدا نے میرا نام نبی رکھا ہے تو میں کیونکہ انکار کر سکتا ہوں ؟

۹۔ نزول المسیح ص ۴ پر مرزا لکھتا ہے کہ ہر ایک گذشتہ بنی سے میری تشبیہ دے کر وہی میرا نام رکھ دیا۔ چنانچہ آدم ، ابراہیم، نوح ، موسیٰ، داؤدؑ ،سلیمانؑ، یوسفؑ، یحییٰؑ، عیسیٰؑ وغیرہ یہ تمام براہین احمدیہ میں میرے نام رکھے گئے۔ اس صورت میں تمام انبیاء گذشتہ اس امت میں دو بارہ پیدا ہو گئے ۔ یہاں تک کہ سب کے آخر میں مسیح پیدا ہو گیا اور جو میرے مخالف تھے ان کا نام یہودی عیسائی اور مشرک رکھا گیا ۔

۱۰۔ حامہ البشریٰ ص ۹۶

وما کان ان ادعی النبوۃ واخرج من الاسلام والحق بقوم کا فرین فکیف ادعی النبوۃ واِنا من المسلمین۔

یہ نہیں ہو سکتا کہ کہ میں نبوت کا دعویٰ کر کے اسلام سے خارج ہو جاؤں اور کافروں کی قوم سے مل جاؤں۔ پس میں کیونکر نبوت کا دعویٰ کر سکتا ہوں۔ حالانکہ میں مسلمانوں میں سے ہوں ۔

۱۱۔ امتی نبی در حقیقت نبی ہوتا ہے اور دوسرے انبیاء اللہ سے کسی طرح کم نہیں ہوتا ۔ امتی نبی ہونا وہ فخر ہے جو دوسرے انبیاء کو حاصل نہیں ہے۔ ہمارے نزدیک وہ (مرزا) کامل اور شان میں حضرت مسیح سے افضل ہیں۔ ہم انھیں مکمل نبی مانتے ہیں۔[1]

۱۔ ریویو، ص۷۸و۷۹

١٢۔ ان میں سے بارھویں کا انتظار ہے۔ وہ میں ہوں۔[1]
١٣۔ براہین احمدیہ ص ۴۶۵/۴۵۸ ازالہ اوہام حصہ دوم ص ١٩٧۔ مگر عیسیٰ فوت ہو چکے ہیں ۔ وہ موعود میں ہوں ۔
١۴۔ حقیقتہ الوحی ص ١۴٢، کشتی نوحؑ، ص ۴٦و۴٧ مرزا کہتا ہے"میرا دعویٰ ہے کہ میں مریم تھا ۔ پھر مجھ سے بچہ پیدا ہوا ۔ جو عیسیٰ تھا اورمیں وہی عیسیٰ ہوگیا۔"
١۵۔ انجام آتھم ص٧، مرزا لکھتا ہے ۔ "وہ (حضرت عیسیٰؑ) بہت بڑے اخلاق و عادات کا انسان تھا ۔ اس لیے کوئی کامیابی نہ حاصل کرسکا۔"
١٦۔ ضمیمہ تریاق القلوب ص ٦١،ص٦٢ مرزا لکھتا ہے "قرآن مجید گندی گالیوں سے بھرا پڑا ہے ۔"
١٧۔ تحفہ گولڑویہ ص١٠ اعجاز احمدی ص٣١ پر ہے۔ مرزا صاحب کے مقابلہ میں ہر حدیث پارہ پارہ کر دینے کے قابل ہے ۔
١٨۔ حمامۃ البشریٰ ص٩٨ مرزا لکھتا ہے "اور دیکھو ملائکہ کی خدا نے اپنے بازوؤں کے طور پر کیسے تخلیق کی۔"
١٩- تحفہ گولڑویہ ص١٣١ مرزا لکھتا ہے " میرے وجود میں ایک حصہ اسرائیلی ہے اور دوسرا محمدی۔"
نوٹ : - غالباً اسی لیے اسرائیل میں اس کا تبلیغی مرکز قائم ہے۔ کیونکہ وہ بھی برطانیہ کا پٹھو ہے ۔
٢٠- اربعین نمبر۴ص١۴۔" اے عزیزو ! اس شخص (مرزا) مسیح موعود کو تم نے دیکھ لیا۔ جس کے دیکھنے کے لیے بہت سے پیغمبروں نے خواہش کی تھی ۔"
٢١۔ خدا،رسول، تمام نبیوں نے آخری زمانہ کے مسیح موعود (مرزا) کو مسیح مریم سے افضل قرار دیاہے۔[2]
٢٢۔ منم مسیح زمان ومنم کلیم خدا۔۔منم محمد احمد کہ مجتبیٰ باشد
٢٣ ۔ خدا تعالیٰ نے اور اس کے پاک رسولؐ نے مسیح موعود کا نام نبی اور رسول رکھا ہے اور تمام نبیوں نے اس (مرزا) کی تعریف کی ہے۔[3]
٢۴- اس بنی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے چاند کے خوف کا نشان ظاہر ہوا ۔ میرے لیے چاند اور سورج دونوں کا۔[4]
٢۵۔ صد ہا نبیوں کی نسبت ہمارے معجزات اور پیش گوئیاں سبقت لے گئیں ۔[5]

١۔ حقیقۃ الوحی ص ٨٩
٢۔ حقیقتہ الوحی ص ۵۵۔
٣۔ نزول مسیح ص۴٨۔
۴۔ اعجاز احمد ص١٧
۵۔ ریویو جلد اول ٣٩٣ص۔

۲۶۔ جو کوئی میری جماعت میں داخل ہوگیا ۔ وہ صحابی میں داخل ہو گیا ۔[1]
۲۷۔ اعلموا ان فضل اللہ معی و ان روح اللہ منطق فی نفسی ۔[2]جان لو کہ خدا کا فضل میرے ساتھ ہے اور خدا کی روح میرے اندر بول رہی ہے۔
۲۸۔یوم یاتي ربک في ظلمات من الغمام ۔[3]اس دن یا دلوں میں تیرا خدا آئے گا۔ یعنی مظہر (مرزا) کے ذریعہ جلال ظاہر کرے گا۔
۲۹۔ قوم کے بزرگ مجبور ہوئے کہ عین حمل میں مریم کا نکاح یوسف سے کرا دیں ۔[4]
۳۰۔ میں تو آیا ہوں جہان میں ابن مریم کی طرح۔۔۔میں نہیں مامور ا ز بہر جہاد و کار زار[5]

ناظرین ملاحظہ فرمائیں کہ میں شخص کے خیالات اتنے فاسد بیانات اس طرح متضاد جس کے دل میں نہ توحید کی عظمت نہ انبیاء و مرسلین کی عزت ہے۔ نہ قرآن مقدس کی حرمت ہے نہ اسے یہ اندازہ ہے کہ اسلام کیا کہتا ہے اور وہ کیا کہہ رہا ہے۔ ایسے شخص کو تو صحیح الدماغ کہنا بھی مشکل ہے ۔ رہے اس کے مرید تو جیسا پیر ویسے مرید ۔

مرزائیوں کی اکھنڈ ہندوستان سے محبت

مرزائیوں کا مطالبہ ہے کہ ان سے یہ وعدہ کر کے انھیں شامل کیا گیا تھا۔ کہ ان کے حقوق محفوظ رہیں گے ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ درحقیقت وہ اس تقسیم پر جو دو قومی نظریہ کی بناء پر ہوں راضی نہ تھے۔ انھیں شامل کیا گیا ہے اور چونکہ وہ ہمیشہ اقتدار پسند رہے ہیں۔ تقسیم ملک سے پہلے انگریزی سلطنت کے ذریعہ بڑے بڑے عہدے حاصل کرتے رہے اور تعمیر ملک کے بعد بھی اچھے اچھے عہدے ملتے رہے مگر بھارت سے ان کی محبت قائم رہی۔ پاکستان میں ربوہ اس لیے بنایا کہ وہاں ان کے سوا اور کوئی آباد نہ ہو سکے جسے ۱۹۷۲ء میں عام کر دیا گیا۔

بشیر الدین محمود نے پہلا بیان دیا تھا۔ نہ ہم ہندوستان کی تقسیم پر رضا مند ہوئے ہیں، مگر خوشی سے نہیں

۱۔ خطبہ الہامیہ، ص ۱۷۸
۲۔ انجام آتھم ،ص۱۱۶۔
۳۔ حقیقۃ الوحی ص ۱۴۵۔
۴۔ کشتی نوح ص۱۶۔
۵۔ در ثمین

بلکہ مجبوری سے اور پھر کوشش کریں گے کہ کسی نہ کسی طرح متحد ہو جائے۔[1]

وہ تھا موعود زادہ کا فعل باقی مرزائی صاحبان کا سب سے زیادہ محبوب مشغلہ مسلمانوں کے فرقوں کو آپس میں لڑانا اور اس طرح انھیں اپنی طرف مائل کرنا ہے ۔

محبت پور ضلع ہوشیار پور میں ۱۹۳۷ء میں میرا مناظرہ مولوی اللہ دتہ صاحب جالندھری سے ہوا تھا ۔ اس میں ایک سادہ مزاج مولوی کو راضی کر کے یہ چار موضوع مناظرہ مقرر کرا لیے ۔

۱۔ اثبات صداقت دعویٰ مرزا غلام احمد

۲۔ اثبات متعہ

۳۔ اجرائے نبوت

۴۔ اثبات عزاداری

اس مناظرہ میں اثبات متعہ اور اثبات عزاداری کے موضوع صرف اس لیے رکھے تھے کہ وہ اپنے آپ کو اہل سنت کا طرف دار ظاہر کر کے انھیں اپنی طرف مائل کریں اور شیعہ اور سنی کو لڑا دیں، یعنی ایک تیر سے دو شکار کریں ۔ مگر یہ خدا وند کریم کا فضل ہے کہ اس کے باوجود شیعہ سنی اتحاد قائم رہا اور وہی ذلیل کر کے مسجد سے نکالے گئے ۔ خدا وند عالم ہمیں توفیق اتحاد مرحمت فرمائے آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

تاریخی آرڈیننس

احمدیوں کے قادیانی یا لاہوری گروپوں کو تبلیغ کی ممانعت کر دی گئی ،

تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۲۹۸ اے میں دونئی دفعات کا اضافہ کر دیا گیا،

اپنی عبادت گاہ کو مسجد کہنے، اسلامی اصلاحات استعمال کرنے یا اپنے آپ کو مسلمان کہنے پر مرزائیوں کو تین سال قید اور جرمانے کی سزا دی جائے گی،

اس آرڈی ننس کی دفعات کسی بھی عدالت کے کسی آرڈریا فیصلے کے باوجود نا فزائی ہوں گی۔

نئی دفعات کی خلاف ورزی میں چھاپی گئی کتاب، دستاویز یا اخبار کو ضبط کر لیا جائے گا۔

راولپنڈی ۲۲ اپریل (اپ پ/ پ پ ا) صدر مملکت نے آج ایک آرڈیننس نافذ کیا ہے ۔ جس کی رو سے احمدی فاریانی گروپ اور لاہوری گروپ کے لوگوں کو اسلام دشمن سرگرمیوں میں ملوث ہونے پر تین سال تک قید اور جرمانہ کی سرائیں دی جائیں گی ۔ ایسے جرائم قابل دست اندازی پولیس اور نا قابل ضمانت ہوں گے ۔

۱۔ بحوالہ عمی اسرائیل نمبر۸

اگر کوئی ایسا شخص جو اپنے آپ کو احمدی کہتا ہو خواہ وہ قادیانی یا لاہوری گروپ سے تعلق رکھتا ہو زبانی تحریری یا کسی حل ۔ مل سے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ اکر وسلم کے خلیفہ یا صحابی کے سوا کسی اور شخص کو امیر المومنین ، خلیفہ المومنین، خلیفۃ المسلمین، صحابی یا رضی اللہ عنہ کہے گا یا لکھے گا۔ یا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات کے سوا کسی دوسری عورت کو ام المومنین کہے گا یا لکھے گا یا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت کے افراد کے سوا کسی عبادت گاہ کا نام مسجد ظاہر کرے گا تو اسے تین سال تک قید کی سزا دی جائے گی۔ اور جرمانہ بھی کیا جا سکے گا۔ اسی طرح مذکورہ گروپوں کا اگرکوئی شخص مسلمانوں کی طرح اذان دے گا یا خود کو مسلمان ظاہر کرے گا یا اپنے مذہب کا نام اسلام ظاہر کرے گا ۔ اور اپنے عقیدے کی تبلیغ و تشہیر اس طرح کرے گا کہ اس سے مسلمانوں کے جذبات کو ٹھیس پہنچے تو اسے بھی تین سال تک سزائے قید دی جائے گی اور جرمانہ بھی کیا جا سکے گا۔ اس ضمن میں تعزیرات پاکستان کی دفعہ اے - ۲۹۸ کے بعد ۲۹۸ ۔بی اور۲۹۸- سی کی نئی دفعات کا اضافہ کیا گیا ہے ۔

متن

قادیانی گروپ ، لاہور گروپ اور احمدیوں کو اسلام دشمن سرگرمیوں میں ملوث ہونے سے روکنے کے لیے قانون میں ترمیم کرنے کے لیے آرڈی ننس ۔ چونکہ یہ ضروری ہے کہ قادیانی گروپ - لاہوری گروپ اور احمدیوں کو اسلام دشمن گرزید میں ملوث ہونے سے روکنے کے لیے قانون میں ترمیم کی جائے اور چونکہ صدر اس بات سے مطمئن ہیں کہ ایسے حالات موجود ہیں جن کے تحت فوری کارروائی کرنا ضروری ہے۔ اس لیے اب ۵ جولائی ۱۹۷۷ء کے فرمان کے تحت اور اس سلسلے میں تمام اختیارات کو استعمال کرتے ہوئے صدر مندرجہ ذیل آرڈی ننس کا اجرا کرتے ہوئے خوشی محسوس کرتے ہیں ۔

حصہ -ا- ابتدائیہ

ا- مختصر عنوان اور آغاز (ا) اس آرڈی ننس کو قادیانی گروپ، لاہوری گروپ اور احمدیوں (ممانعت اور سزا) کا آرڈی ننس ۱۹۸۴ء کہا جائے گا۔ (۲) یہ فوری طور پر نافذ العمل ہوگا ۔ (۳) آرڈی ننس کو عدالتوں کے احکامات اور فصیلوں پر فوقیت ہوگی۔ اس آرڈ کا ننس کی دفعات کسی بھی عدالت کے حکم یا فیصلے کے باوجود موثر ہوں گی ۔

حصہ- ۲ - تعزیرات پاکستان (۱۸۶۰کا قانون) میں ترمیم

۳- تعزیرات پاکستان میں دفعہ ۲۹۸ ـ ب اور ۲۹۸ - ج کا اضافہ : تعزیرات پاکستان کے ۱۵ویں باب میں

دفعہ ۲۹۸ ۔ الف کے بعد درج ذیل نئی دفعات شامل کی گئی ہیں ۔" ۲۹۸ - ب : مقدس شخصیتوں اور مقامات کے لیئے مخصوص اصطلاحات کا غلط استعمال : (ا) قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ (جو اپنے آپ کو احمد کا یا کوئی اور نام دیتے ہیں) کا کوئی شخص جو زبانی یا تحریری الفاظ یا ظاہری واضح طریقے کے ذریعے (الف) حضرت محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی خلیفہ یا صحابی کے علاوہ کسی دوسرے شخص کو" امیر المومنین"،" خلیفہ المومنین"،" خلیفۃ المسلمین"، صحابی یا رضی اللہ عنہ کہتا ہے یا اس نام سے مخاطب کرتا ہے۔

(ب) حضرت محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وآلہ سلم کی ازواج مطہرات کے علاوہ کسی دوسری عورت کو ام المومنین کے نام سے مخاطب کرتا ہے یا کہتا ہے ۔

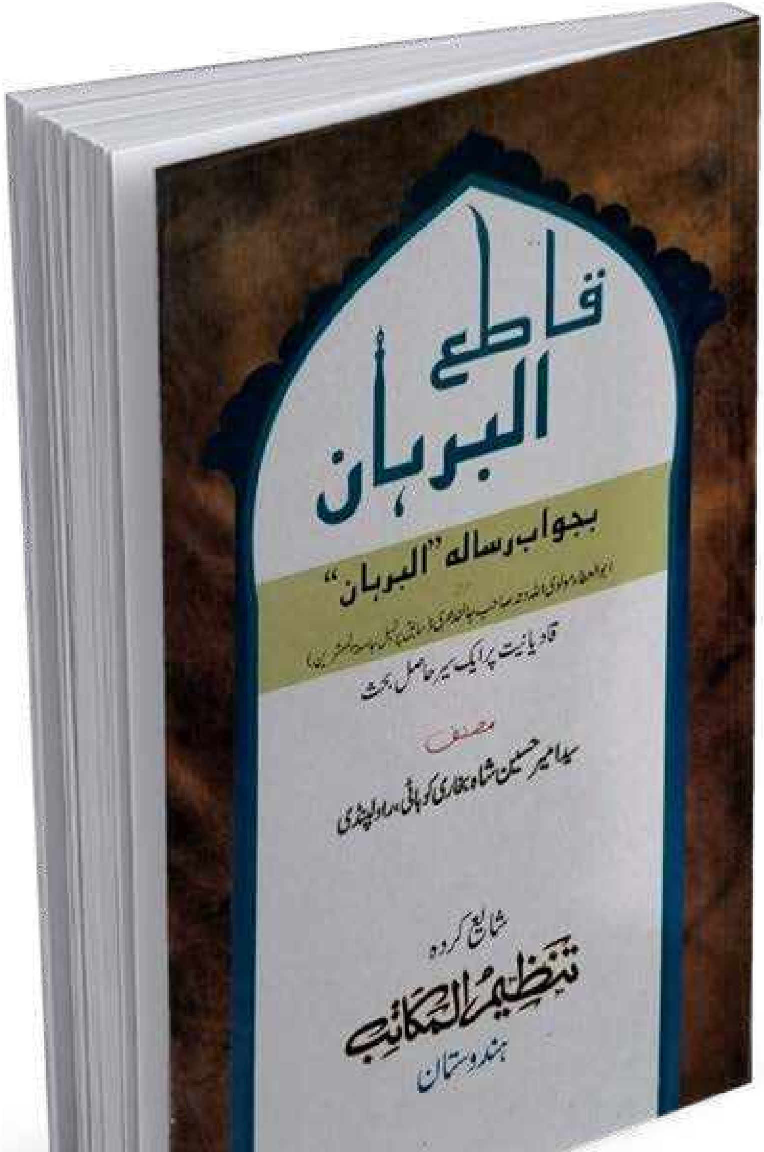
(ج) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیتؑ کے علاوہ کسی اور شخص کو" اہل بیت" کہتا ہے یا مخاطب کرتا ہے یا

(د) اپنی عبادت گاہ کو" مسجد" کا نام دیتا ہے یا کہتا ہے ۔

اسے تین سال تک قید کی سزا دی جائے گی اور وہ جرمانہ کا بھی مستوجب ہو گا (۲) قادیانی گروپ بالا ہوری گروپ (جو اپنے آپ کو احمدی کہتے ہیں یا کوئی بھی دوسرا نام دیتے ہیں) کا کوئی شخص لفظوں کے ذریعہ بول کر یا لکھ کر اپنے عقیدے میں اختیار کئے گئے عبادت کی خاطر بلانے کے طریقہ کار کو اذان کہے گا یا مسلمانوں کی طرح اذان دے گا تو اسے تین سال تک قید کی سزادی جائے گی اور جرمانہ کا بھی مستوجب ہو گا ۔ ۲۹۸ سی۔ قادیانی گروپ وغیرہ کا شخص جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہو یا اپنے عقیدے کی تبلیغ و تشہیر کرتا ہو۔ قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ (جو آپ اپنے آپ کو احمدی کہتے یا کوئی بھی دوسرا نام دیتے ہیں) کا کوئی شخص جو اپنے آپ کو براہ راست یا بالواسطہ طور پر مسلان ظاہر کرے گا یا اپنے مذہب کا نام اسلام ظاہر کرے گا۔ لکھے گا یا بولے گا۔ یا اپنے عقیدے کا تبلیغ یا تشہیر کرے گایا لفظوں کے ذریعہ بول کر یا لکھ کر یا کسی بھی دوسرے نمایاں طریقے سے دوسروں کو اپنا عقیدہ قبول کرنے کی دعوت دے گا جس سے مسلمانوں کے جذبات کو ٹھیس پہنچتی ہو۔ تو اسے تین سال تک قید کی سزادی جائے گی ۔ اور دو جرمانہ کا بھی مستوجب ہوگا ۔

وہ آرڈی ننس کے ذریعے مجموعہ ضابطہ فوجداری ۱۸۹۸ کی دفعہ ۹۹الف میں بھی ترمیم کی گئی ہے جس کے ذریعے صوبائی حکومت کو کسی ایسے اخبار کتاب یا دیگر دستاویز کو ضبط کرنے کا اختیار دیا گیا ہے ۔ جو مجموعہ تعزیرات پاکستان میں شامل کردہ نئی دفعات کی خلاف ورزی میں چھاپی گئی ہو۔ آرڈی ننس کے ذریعے مغربی پاکستان پریس اور سیکشنز آرڈی ننس ۱۹۶۲ کی دفعہ ۲۴ میں کی گئی ترمیم کے ذریعے مدے ذریعے صوبائی حکومت کو اختیار مل جائے گا کہ وہ مجموعہ تعزیرات پاکستان میں شامل کردہ نئی دفعات کی خلاف ورزی کرنے والی کسی کتاب یا دستاویز کی طباعت یا اشاعت کے لیے استعمال ہونے والے پولیس کو بند کر دے اس اختیار

کے ڈیکلریشن کو منسوخ کر دے جو ان دفعات کی خلاف ورزی کرنے اور کسی ایسی کتاب یا دستاویز کو ضبط کر ے جس میں ایسا مواد شامل ہو جس کی طباعت یا اشاعت مذکورہ دفعات کی رو سے ممنوع قرار دی گئی ہے ۔


قاطع البرہان
بجواب رسالہ "البرہان"
قادیانیت پر ایک سیر حاصل بحث
مصنف
سید امیر حسین شاہ بخاری کوہاٹی، راولپنڈی
شائع کردہ
تنظیم المکاتب
ہندوستان

مبارک ثانی کیس کے سلسلہ میں صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر کا سپریم کورٹ میں بیان اور چیف جسٹس سے مکالمہ

محمد عثمان سیالوی ایڈووکیٹ جمعیت علمائے پاکستان

مبارک ثانی کیس کے سلسلے میں ۶فروری کو چیف جسٹس قاضی فائزصاحب نے جو فیصلہ کیا اس کے بعد پورے ملک میں اہل ایمان نے مظاہرے کئے اور پر امن احتجاج ریکارڈ کرایا جس سے ملک میں انتشار و افتراق پیدا ہواجس کے نتیجہ میں چیف جسٹس صاحب نے دعوت دی کہ آپ آئیں اور ہمیں بتائیں کہاں غلطی ہوئی ہے لہذا ملی یکجہتی کونسل کے پلیٹ فارم سے صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر نے ریویو اپیل داخل کی اور ۱۲۲گست کو خود سپریم کورٹ میں پیش ہوئے۔ اس ریویو اپیل کے بعد ۲۴جولائی کو پھر چیف جسٹس صاحب نے جو فیصلہ سنا یا اسے بھی تمام دینی حلقوں اور جماعتوں کے قائدین نے مسترد کردیا جمعیت علماء پاکستان، ملی یکجہتی کونسل نے اہم اجلاس بلائے جلسے کیے اے پی سی بلائیں اوراحتجاج کیا اورجب احتجاج کا دائرہ بڑھتا گیا تو وفاق کی درخواست پرسپریم کورٹ نے ۱۲۲گست کو۱۴علماء کوبلا یا جن میں صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر، مفتی منیب الرحمن، مفتی تقی عثمانی،مولانا شیر

محمد،حافظ نعیم الرحمن،مولانا فضل الرحمن کے نام شامل تھے جو کورٹ میں پیش ہوئے،حافظ نعم الرحمن پیش نہیں ہوئے،ان کے نمائندہ فرید پراچہ پیش ہوئے مفتی منیب الرحمن صاحب بھی نہیں پہنچ سکے ان کا نمائندہ مولانا حبیب الحق اور مفتی شیر محمد پیش ہوئے،مفتی تقی عثمانی صاحب نے ویڈیو لنک کے ذریعہ شرکت کی پارلیمنٹ میں بھی مختلف جماعتوں کے ایم این ایز نے اس فیصلہ کے خلاف آواز اٹھائی اور اسے مسترد کیا۔ صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر ملی یکجہتی کونسل اور جمعیت علماء پاکستان کی جانب سے سپریم کورٹ میں پیش ہوئے انھوں نے ملی یکجہتی کونسل کا موقف پیش کرتے ہوئے کہا کہ میرے قائد علامہ شاہ احمد نورانی نے ملی یکجہتی کونسل اس لیے بنائی تھی کہ ملک میں انتشار پیدا نہ ہو اور ملک کو خلفشار سے بچایاجائے یہ ہمارا مشن ہے لیکن آپ نے مبارک ثانی کیس کا جو فیصلہ دیا اس سے ملک میں انتشار اور خلفشار پیدا ہو گیاہم چاہتے ہیں آپ اس کو ختم کریں چیف جسٹس صاحب نے کہا کہ ہم نے آپ کو اسی لیے بلایا ہے آپ تجویز دیں اس انتشار کو کیسے ختم کیا جائے صاحبزادہ زبیر نے کہا کہ میری نظر میں صرف پیرا گراف ۴۲اور پیرا گراف ۷،ہی غلط نہیں ہیں بلکہ آپ کے فیصلے میں مختلف پیرا گراف قابل اعتراض ہیں۔ آپ نے ان پیرا گراف میں قادیانیوں کو بند کمرہ یا خلوت میں تبلیغ کی اجازت دے دی ہے حالانکہ وہ بند کمرے میں قرآن کے غلط معنی بیان کریں گے یا غلط تشریح کر کے قرآن کی توہین اور تحریف کریں گے اس کی اجازت کس طرح دی جاسکتی ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ اجازت دے رہے ہیں کہ اگر کوئی بند کمرے میں ملک توڑنے کے خلاف سازش کرے گا تو اس پر غداری کا مقدمہ نہیں بنے گاکیایہ جرم نہیں ہے اس پر سب کو اعتراض ہے لہذا اس کو ختم کریں۔ لیکن یہ صرف ایک پیرا گراف نہیں ہے کئی پیرا گراف ہیں جنھیں اس تھوڑے سے وقت میں بیان نہیں کیا جاسکتا ہے ایک ایک پیرا گراف پر کئی کئی گھنٹے لگیں گے کیونکہ ہر پیرا گراف کے دوپہلو ہیں ایک شرعی پہلو ہے دوسرا قانونی پہلو ہے شرعی پہلو آپ مجھ سے پوچھیں گے میں قرآن،حدیث،فقہ کی روشنی میں بتاؤں گا کہ اس میں کہاں کہاں کیا کیاخامیاں ہیں لیکن اگر اس کا کوئی قانونی پہلو ہے اس کا میرے وکلاء بتائیں گے وہ تیاری کرکے آئے ہیں لیکن آپ کسی وکیل کو بولنے کی اجازت ہی نہیں دیتے پہلی سماعت میں بھی کسی وکیل کو بولنے کی اجازت نہیں دی آج بھی وکیل آرہے ہیں بولنا چارہے ہیں لیکن انھیں بولنے کی اجازت نہیں ہے ان کو اجازت دیں اس پر چیف جسٹس نے کہا آپ دیکھ رہے ہیں کہ وہ کس اندازسے ڈسپلین کی خلاف ورزی کررہے ہیں صاحبزادہ صاحب نے کہا کہ وہ تو صحیح ہے ڈسپلین کی خلاف ورزی نہیں کرنی چاہیے لیکن یہ سب عاشق رسول ہیں اور چاہتے ہیں کہ کچھ نہ کچھ حضور کی ختم نبوت کے حق میں بول کر اپنا حصہ بھی شامل کرلیں اورہم بھی حضور کی شفاعت کے مستحق ہو جائیں، جس پر چیف جسٹس صاحب نے کہا کہ انھیں ڈسپلین کا خیال رکھنا چاہیے۔صاحبزادہ زبیر صاحب نے کہا کہ اس کے لیے آپ ہمیں وقت دیں وکلاء تیاری کرکے آئے ہیں میرے قائد علامہ شاہ احمد نورانی نے جب یہ قرارداد پیش کی تھی اس پر پارلیمنٹ میں کئی دن بحث ہوئی جب صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر صاحب نے نورانی صاحب کا نام لیا تو چیف جسٹس صاحب نے

کہا کہ وہ کراچی میں ایک فلیٹ میں رہتے تھے میں نے ۱۶سال کی عمر میں وہاں جا کر ان سے ملاقات کی تھی اس کے بعد صاحبزادہ زبیر صاحب نے کہا کہ آپ وقت دیں ہم سپریم کورٹ کو مطمئین کریں گے کہ کون کون سے پیرا گراف ہیں جن پر پوری امت مسلمہ کا اعتراض ہے دوسرا آسان حل یہ ہے کہ آپ کے پاس اتحاد مدارس دینیہ جو تمام مسالک کے مدارس کا اتحاد ہے اس کی طرف سے بھی تفصیلی رپورٹ آپ کے پاس آچکی ہے اس میں بتایا گیا ہے کہ کہاں کہاں آپ کے فیصلے میں خامیاں ہیں اسی طرح اسلامی نظریاتی کونسل جو تمام مسالک کامتفقہ قانونی سرکاری ادارہ ہے اس کی طرف سے بھی رپورٹ آچکی ہے کہ کون کون سے پیرا گراف پر اعتراض ہے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، ملی یکجہتی کونسل نے اعتراضات جمع کردیئے ہیں وہ اور تمام ریویو پٹیشنوں کو نکال کر اپنے سامنے رکھیں اور اس کی روشنی میں قابل اعتراض تمام پیراگراف کو نکال دیں انھوں نے کہا کہ خواہ مخوہ آپ اس کیس میں پڑے ہیں۔ یہ سادہ سا کیس تھا ضمانت کا۔ نچلی عدالتیں اس کا فیصلہ کردیتیں ضمانت کے لیے بھی آپ ٹرائل کورٹ کو کہتے ہیں۔وہ ٹرائل کرتا ہے یہاں ٹرائل ہی نہیں ہوا ابھی تک بات ہی نہیں سنی گئی۔ آپ فیصلہ ٹرائل کورٹ کے سپرد کریں اور نچلی عدالتوں کو کہیں اس کا فیصلہ کریں جتنے بھی متنازعہ پیرا گراف ہیں انھیں نکالنے کا آپ اعلان کریں اس وقت فوری طور پرملک میں جوانتشار ہے پورے ملک میں آگ لگ ہوئی ہے امت مسلمہ پریشان ہے انھیں فوری تسلی ہو جائے گی اور امن وامان کی فضا پیدا ہو جائے گی یہ میری دوسری تجویز ہے، درمیان میں بھی چیف جسٹس سے گفتگو ہوتی رہی۔انھوں نے شروع میں ملی یکجہتی کونسل کے بارے میں پوچھا کہ اس اتحاد میں کتنی جماعتیں شامل ہیں توصاحبزادہ زبیر صاحب نے کہا کہ تمام مسالک کی۲۲بڑی بڑی جماعتیں اس اتحاد میں شامل ہیں یہ بہت بڑا دینی اتحاد ہے جو علامہ شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ نے تمام مسالک کے اکابرین کے ساتھ مل کر اتحاد و اتفاق کی فضاء پیدا کرنے کے لیے بنایا تھا۔ صاحبزادہ زبیر صاحب نے انھیں کہا کہ پچاس سال ہوگئے ہیں ہم گولڈن جوبلی منارہے ہیں تو چیف جسٹس صاحب نے کہا کہ کس چیز کی گولڈن جوبلی منارہے ہیں توصاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر صاحب نے کہا کہ ۱۹۷۴ میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قراردیا تھا اب۲۰۲۴ء میں پورے پچاس سال ہوگئے ہیں اس کی ہم گولڈن جوبلی منارہے ہیں صاحبزادہ صاحب نے کہا کہ ہم تو چاہتے ہیں کہ اس خوشی کے موقع پر آپ کوئی اچھا ایسا فیصلہ کرکے ہماری خوشی میں شریک ہو جائیں انھوں نے مولانافضل الرحمن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ مولانانے گولڈن جوبلی کی خوشی میں مینار پاکستان پر بہت بڑا پروگرام رکھا ہے کئی لاکھ لوگ جمع ہورہے ہیں دیکھیں پوری دنیا میں خوشیاں منائی جارہی ہیں آپ بھی کوئی ایسا فیصلہ کردیں جس سے ہماری خوشی دوبالا ہوجائے۔ آخر میں صاحبزادہ زبیر نے کہا کہ یہ ختم نبوت کا معاملہ ہے معمولی معاملہ نہیں ہے اس کی اہمیت کا آپ اس سے اندازہ کریں کے پارلیمنٹ کے اندر بھی حزب اختلاف و حزب اقتدار کے اندر رسہ کشی ہے ایک دوسرے کے خلاف ہیں لیکن اس معاملہ کے اندر سب کی یکساں آواز ہے کہ آپ کے اس فیصلہ میں بہت سی خامیاں ہیں اس پر چیف جسٹس صاحب

نے کہا کہ پارلیمنٹ کی طرف سے وفاق نے ایک درخواست جمع کرائی ہے اس پرصاحبزادہ زبیر نے کہا کہ پارلیمنٹ کے اراکین نے اس درخواست پر عدم اعتماد کا اظہار کرتے ہوئے اسے رد کردیا ہے۔ اس پر کورٹ میں موجود لطیف کھوسہ نے کہا کہ صاحبزادہ صاحب صحیح کہہ رہے ہیں ہم نے یہ درخواست مسترد کردی ہے۔ صاحبزادہ زبیرنے کہا کہ اسی طرح تمام مسالک کے لوگ متفق ہیں خواہ اسلامی نظریاتی کونسل ہو خواہ ملی یکجہتی کونسل ہو سب نے بالا اتفاق آپ کے فیصلہ کو مسترد کیا ہے اس کی اہمیت کا اندازہ کرتے ہوئے آپ فیصلہ کریں۔ صاحبزادہ زبیر صاحب نے کہا کہ یہ ہمارے ایمان کا مسئلہ ہے ختم نبوت تو اتنا اہم مسئلہ ہے کہ جو اس کے حق میں بات کرے گا اور اس کے لیے کام کرے گا وہ دنیا اور آخرت میں کامیاب ہوگااور جو اس کے خلاف بات کرے گا وہ دنیا میں بھی رسوا ہو گا اور آخرت میں بھی رسواہو گا۔صاحبزادہ زبیر صاحب نے کہا کہ بڑی بڑی کتابوں میں جو واقعات آئے ہیں وہ تو الگ بات ہے میں آپ کو پاکستان کا ایک واقعہ سناتا ہوں پاکستان کا ایک حکمراں گورنر جنرل غلام محمد گزراہے اس نے اپنے دور میں ختم نبوت کے عاشقوں پر گولیاں برسائی تھیں جب وہ مرگیا تو اس نے یہ وصیت کی تھی کہ مجھے مدینہ شریف میں دفن کیا جائے چنانچہ اسے عارضی طور پر ایک عیسائیوں کے قبرستان میں دفن کردیا جب اسے مدینہ شریف لے جانے کا انتظام ہو گیا اور اس کی قبر کھولی گئی تو اس کی قبر میں ایک اژدھا تھا جو اسے ڈس رہا تھا اس کو ہٹانے کے لیے گولیاں چلائی گئیں ہٹانے کی پوری کوشش کی گئی لیکن وہ نہیں ہٹااسی طرح اس کی قبر کو بند کردیا گیا آج بھی اس کی قبر عیسائیوں کے قبرستان میں ہے صاحبزادہ زبیر نے کہا کہ کوئی ایسا فیصلہ ہو جائے کہ آپ کی ہماری سب کی عاقبت درست ہو جائے اور قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ بن جائے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ختم نبوت کے خلاف بات کر کے ہم اپنی عاقبت خراب کر بیٹھیں "الحمد للہ" صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر صاحب نے جو رائے دی اور دیگر اکابرین کی بھی وہ ہی رائے تھی لہٰذا چیف جسٹس صاحب نے فیصلہ سنایا جس میں جتنی بھی متنازعہ شقیں تھیں ان سب کو ختم کرنے کا اعلان کردیا اور اس کیس کو ٹرائل کورٹ میں بھیجنے کا بھی اعلان کیا۔ اللہ کا شکر ہے کہ ۱۹۷۴ء کے بعد پچاس سالہ جشن کے موقعہ پر یہ بہت بڑی کامیابی اللہ نے عطا فرمائی ہے سپریم کورٹ نے اپنے فیصلے کے اندر اتنی بڑی تبدیلی کی ہے کہ یہ پاکستان کی عدلیہ کی تاریخ میں پہلی مرتبہ ایسا ہو اہے اور یہ عاشقان مصطفیٰ ﷺ کی بہت بڑی کامیابی ہے اورحضور سرور کون ومکاں کا زندہ معجزہ ہے۔ اس ساری مہم میں پیر سید محمد صفدرشاہ گیلانی بھی صاحبزادہ صاحب کے شانہ بشانہ رہے اور ختم نبوت کے تحفظ کے لیے دن رات محنت کی۔

نوٹ:(صاحبزادہ ابو الخیر محمد زبیر ملی یکجہتی کونسل کے سربراہ کی حیثیت سے کورٹ میں پیش ہوئے جو کہ ۲۲ بڑی جماعتوں کا اتحاد ہے۔ اس اتحاد میں شیعہ مسلک کی قومی تنظیمیں اور وفاق المدارس شیعہ سمیت متعدد تنظیمیں اورادارے شامل ہیں۔)

عقیدہِ ختمِ نبوت کے تحفظ، فتنہ قادیانیت کے سدِباب کے لیے مولانا مودودیؒ کا لائحہ عمل

لیاقت بلوچ، نائب امیر جماعتِ اسلامی پاکستان

اللہ تعالیٰ نے دینِ اسلام کی حفاظت کا وعدہ فرمایا اور اس کا ذمہ لیا ہے۔ ہمارے پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ قیامت تک کے انسانوں کے لیے رحمت اور آخری نبی بنا کر بھیجے گئے۔ آپ ﷺ کے بعد قیامت تک کوئی نبی نہیں آئے گا۔ قرآن و سنت میں عقیدہ توحید کے بعد عقیدہ ختمِ نبوت دوسرا بنیادی اور سب سے اہم عقیدہ اور مسلمانوں کے ایمان کا لازمی جزو ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام مسالک، اکابر علماء و مشائخ بغیر کسی اختلاف کے اس بات پر متفق ہیں کہ عقیدہ ختمِ نبوت کا انکاری دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفوی ﷺ سے شرار بولہبی

دینِ اسلام کے خلاف سازشوں اور ریشہ دوانیوں کا سلسلہ رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کے دور سے ہی چلا آرہا ہے۔ آپ ﷺ نے متعدد احادیثِ مبارکہ میں بھی نبوت کے جھوٹے دعویداروں کا ذکر پوری صراحت کیساتھ فرما کر اُمت کو اس فتنہ سے خبردار رہنے اور اس کے سدباب کے لیے چوکنا اور تیار رہنے کا حکم دیا ہے۔

خود آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں نبوت کے جھوٹے دعویدار آئے، جن میں سب سے نمایاں نام مسیلمہ کذاب کا ہے۔ خود رسول اللہ ﷺ کا عمل مبارک اس اولین جھوٹے مدعی نبوت سے متعلق ہمارے سامنے ہے۔ جس وقت جھوٹے مدعی نبوت مسیلمہ کذاب کے قاصد اُس کا خط لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ کیا تم دونوں اس کے دعوہ یٔ نبوت کو تسلیم کرتے ہو۔ ان قاصدوں نے "ہاں" میں جواب دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر قاصدوں کو قتل نہ کرنے کا قانون نہ ہوتا تو میں تم دونوں کو قتل کروادیتا۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی نبوت و رسالت کے تعلق سے کتنی غیرت وحمیت تھی، اسی لیے مسیلمہ کے خط کے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے نام کیساتھ "کذاب" (بہت بڑا جھوٹا) کا سخت ترین لقب لکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیاتِ مبارکہ میں کبھی اتنا سخت ترین جملہ یا لفظ کسی سے متعلق ادا نہیں فرمایا۔ جب کوئی بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ناگوار گزرتی یا ناراضگی کا سبب بنتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف اتنا فرماتے کہ "مابال الناس" لوگوں کو کیا ہوگیا، یا ما بال فلان، فلاں شخص کو کیا ہوگیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں مسیلمہ کذاب کی جھوٹی نبوت کے خلاف فیصلہ کن جنگ لڑی گئی اور مسیلمہ کذاب کا کام تمام کیا گیا۔ اس جنگ میں ۷۰ حفاظ و قراء صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شہید ہوئے۔ اس قدر بڑی تعداد میں حفاظ و قراء صحابہ کرام کی شہادت (جو کہ عالمِ دین بھی ہوا کرتے تھے) پوری امت کے لیے پیغام تھا کہ جب کبھی اور جہاں کہیں جھوٹی نبوت کا فتنہ پیدا ہوگا اس کے مقابلہ کے لیے اپنی جان و مال کی قربانی دینے سے کبھی بھی اور کسی صورت میں روگردانی نہیں کرنی۔ اس جنگ میں کل ۱۲۰۰ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شہید ہوئے، مؤرخین نے عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات میں اور کفار کے مظالم سے شہید صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ کل تعداد ۲۵۹ بنتی ہے، جبکہ صرف تحفظِ ختم نبوت کے لیے ۱۲۰۰ جلیل القدر صحابہ کرام نے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کرکے جامِ شہادت نوش کیا۔ اس سے یہ اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ جھوٹی نبوت کا فتنہ کس قدر سنگین اور کتنا خطرناک ہے کہ اس کی سرکوبی اور بیخ کنی کے لیے اسلام کو اپنے مایہ ناز سپوتوں اور برگزیدہ ہستیوں کی ایک بڑی تعداد کو قربان کرنا پڑا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالی کے آخری نبی ہیں، اس کا ذکر قرآن مجید میں سورۃ الاحزاب میں واضح اور دوٹوک الفاظ میں موجود ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

مَّا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَآ أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ ٱللَّهِ وَخَاتَمَ ٱلنَّبِيِّـۧنَ ؕ[۱]

۱۔ (الاحزاب: آیت ۴۰)

(محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، مگر وہ اللہ کے رسول اور آخری نبی ہیں ۔)

موجودہ دور میں نبوت کے جھوٹے دعویداروں میں سب سے بڑا اور نمایاں فتنہ غلام احمد قادیانی کے فتنہ قادیانیت کی شکل میں موجود ہے، آج بھی فتنہ قادیانیت اپنے ناپاک عزائم اور خطرناک منصوبوں کے ساتھ پوری طرح سرگرمِ عمل ہے، شہری ودیہی علاقوں میں اس فتنہ کے ہم نوا اور ہم خیال اپنی گمراہ وباطل سرگرمیوں، اجتماعات، لٹریچر کی نشرواشاعت وغیرہ کے ذریعہ کفر وارتداد کے سوداگر اور مسلمانوں کے عقیدے و ایمان کے غارت گر بنے بیٹھے ہیں۔ قادیانیت دراصل جھوٹی نبوت کا اس دور کا سب سے بڑا فتنہ ہے، نبوت محمدی ﷺ کے بالمقابل جھوٹی نبوت کی دعوت اور اس کا پرچار ایک باحمیت مسلمان کے لیے ہرگز قابل برداشت نہیں ہوسکتا۔ دین اسلام میں عقیدہ توحید کے بعد دوسرا اہم اور بنیادی عقیدہ ختم نبوتؐ کا ہے،جس کے مطابق ہر مسلمان کے لیے اس بات پر ایمان لانا لازم ہے کہ حضرت محمد مصطفٰی ﷺ کے بعد قیامت تک کوئی اور نبی یا رسول نہیں آئے گا۔ خاتم الانبیاء والمرسلین حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قیامت تک جو بھی نبوت یا رسالت کی دعویداری کرے گا وہ جھوٹا اور کذاب ہوگا۔

فتنہ قادیانیت کے سدِباب کے لیے روزِ اول سے ہی دینِ اسلام کے شیدائی اور عاشقانِ رسول ﷺ اپنی علمی، فکری و عملی جدوجد کا سلسلہ جاری و ساری رکھے ہوئے ہیں۔ ماضی قریب میں جن اکابر علماء کرام، مشائخِ عظام نے فتنہ قادیانت کے سدباب اور تدارک کے لیے تاریخ ساز خدمات انجام دیں اُن میں سب سے نمایاں نام بانی جماعتِ اسلامی سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کا ہے۔ ۷ستمبر۱۹۷۴ء کو پاکستان کی قومی اسمبلی نے قادیانیوں کو غیر مسلم قررا دیا تو مولانا مودودیؒ نے فرمایا تھا:"اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ عوام، علماء، مشائخ اور دینی و سیاسی جماعتوں اور قومی اسمبلی کی متفقہ کوششوں سے قادیانی مسئلہ بالآخر حل ہو گیا جو ۹۰سال سے اسلام اور مسلمانوں کے لیے ایک عظیم اندرونی خطرہ بنا ہو اتھا"۔مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے قیام پاکستان کے بعد فتنہ قادیانیت کا صحیح صحیح اندازہ لگایا اور پاکستان کے اسلامی نظریاتی کردار اور ریاست مدینہ کے بعد وجود میں آنے والی نظریاتی مملکت کے لیے پاکستان کی پہلی دستور ساز اسمبلی کے سامنے چار نکاتی مطالبہ پیش کیا کہ اسمبلی اعلان کرے کہ

☆.... حکومت پاکستان کادین اسلام ہے۔

☆.... مملکت پاکستان کا بنیادی قانون اسلامی شریعت ہے۔

☆.... حکومت پاکستان تمام خلاف شریعت قوانین کو منسوخ کرے۔

☆.... پاکستان کے حکمران حدودالٰہی کے اندر رہ کر کام کریں۔

مولانا مودودیؒ نے ریڈیو پاکستان سے "اسلام کا نظام حیات" کے سلسلے میں پانچ تقاریر کیں جو نشر ہوئیں، جن میں ان چار نکات کے سارے پہلو واضح ہو کر سامنے آئے۔ جنوری ۱۹۵۱ء میں مولانا سید سلمان ندویؒ کی زیر

صدارت مختلف مکاتبِ فکر کے علماء کا اجلاس کراچی میں منعقد ہوا جس میں نظم مملکت کے قیام پاکستان کے بنیادی مقاصد سے ہم آہنگ کرنے کے لیےعلماء نے ۲۲نکات منظور کیے۔اس اجلاس کے معتمد مولانا ظفر احمد انصاری تھے، انھوں نے واشگاف الفاظ میں کہا کہ ''یہ نکات کم و بیش مولانا مودودیؒ کے پیش کردہ نکات پر مشتمل ہیں''۔۱۹۵۳ء میں تحریک ختم نبوت کا پھر سے آغاز ہوا۔ مارچ ۱۹۵۳ء میں مولانا مودودیؒ کو ایک بار پھر گرفتار کر لیا گیا اور''قادیانی مسئلہ''نامی کتاب لکھنے کی پاداش میں فوجی عدالت نے انھیں موت کی سزا سنائی،اس پر نہ صرف پاکستان،بلکہ عالم اسلام میں شدید رد عمل ہوا۔سزائے موت پر مولانا مودودیؒ سے رحم کی درخواست دائر کرنے کا کہا گیا، مگر انھوں نے صاف انکار کر دیا۔حکومت نے مولانا کی سزائے موت کے خلاف ہمہ گیر احتجاج سے مجبور ہو کر ان کی سزائے موت کو عمر قید میں تبدیل کر دیا، بالآخر ۲۹اپریل۱۹۵۵ء کو آپ رہا ہوئے۔

۷ستمبر۱۹۷۴ء کو قومی اسمبلی نے مسلم اور غیر مسلم کی تعریف کے لیے آئین میں ترمیم کر کے مسئلہ قادیانیت پاکستان میں ہمیشہ کے لیے حل کر دیا۔مسلم اور غیر مسلم کی تعریف بھی مولانا مرحوم کی تحریر سے ہی اخذ کی گئی،اس طرح اللہ تعالیٰ نے مولانا مودودیؒ کو بڑا منفرد مقام عطا کیا،یہ ان کی بالغ نظری،ہنودویہود کی سازشوں اور عالمی استعماری ہتھکنڈوں پر گہری نظر کا ہی نتیجہ تھا۔ مولانا مودویؒ قوم کو بار بار متنبہ کرتے رہے کہ اسلامیان پاکستان کو اس غفلت اور غلط فہمی میں مبتلا نہیں ہو جانا چاہیے کہ اب ہماری ذمہ داری ختم ہو گئی ہے اور قادیانی مسئلہ پورے کا پورا حل ہو گیا ہے۔انھوں نے کہا یہ پہلا قدم ہے جو صحیح سمت میں اٹھایا گیا،قادیانیت اور اس کی پشت پر جاری سازشوں کے سد باب کے لئے بہت سے ضروری اقدامات کرنا ابھی باقی ہیں، جن کے بغیر یہ قضیہ کسی نہ کسی شکل میں پھر سراٹھائے گا،اور زیادہ پیچیدگیوں کا باعث بنے گا اور اسلامیان پاکستان کی عقیدت ومحبت اور طویل قربانیوں کو بے ثمر کرنے کا ذریعہ بنے گا۔اس زمانے میں اکوڑہ خٹک دارالعلوم حقانیہ کے سربراہ مولانا سمیع الحق شہید نے قادیانی مسئلے کے حوالے سے مولانا مودودیؒ کو خط لکھ کرچند سوال دریافت کیے تو مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے ۶نومبر ۱۹۷۴کو جواب تحریر کیا۔خیبر پختونخوا کے محقق، دانشور اور استاد پروفیسر نور ورجان نے اپنی کتاب ''مکاتیب سید مودودیؒ'' میں اس تاریخی خط کو شامل کیا ہے، جس سے مولانا مودودیؒ کی عقیدہ ختم نبوت کی حفاظت اور دستوری ترمیم کے بعد ضروری اقدامات کی وضاحت اور بالغ نظری نظر آتی ہے۔ انھوں نے قانون سازوں اور تحریک ختم نبوت کی قیادت اور کارکنان کے لیے لائحہ عمل دے دیا۔ موجودہ حالات میں قادیانیت جس طرح عالمی استعمار کی مدد سے منہ زوری کا ارتکاب کر رہی ہے اور ہماری حکومتیں اپنی کمزوریوں اور بے تدبیریوں نیز مذہب بیزار سیکولر اور لبرل پالیسیوں کے سبب سے اس کی سرپرست بنی ہوئی ہیں، اسی کا نتیجہ ہے کہ قادیانیت آج اپنی سازشوں کے ساتھ کھل کھیل رہی ہے۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کا دارالعلوم اکوڑہ خٹک کے سربراہ،جمعیت علمائے اسلام (س) کے سابق امیر حضرت مولانا سمیع الحق شہید کے خط کو من و عن اس تحریر کا حصہ بنا رہا ہوں ، یہ بذات خود مکمل،ہمہ گیر شافی تحریر ہے۔

" [لاہور]
۶نومبر۱۹۷۴ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم!

آپ کا عنایت نامہ ملا،جس مَیں آپ نے قادیانی مسئلے سے متعلق چند سوالات دریافت کیے ہیں۔آپ کا پہلا سوال یہ ہے کہ قادیانی مسئلے کے حل پر آپ کے احساسات کیا ہیں؟ظاہر ہے کہ اس مسئلے کے حل سے آپ کی مراد قومی اسمبلی کا فیصلہ ہے۔بلا شبہ اسمبلی اور حکومت کا یہ فیصلہ نہایت مستحسن اور ساری دنیا کے مسلمانوں کے لیے مسرت انگیز ہے اور اس پر ہم جتنی بھی خوشی منائیں اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں، بالکل بجا ہو گا، لیکن ہماری حکومت، نیشنل اسمبلی اور عامۃ المسلمین کو اس غلط فہمی میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے کہ اس سلسلے میں ان کی ذمہ داری اب ختم ہو چکی ہے اور اس فیصلے سے قادیانی مسئلہ پورے کا پورا حل ہو گیا ہے۔اس کے برعکس حقیقت یہ ہے کہ یہ صرف پہلا قدم ہے،جو صحیح سمت میں اٹھایا گیا ہے اور ابھی بہت سے ضروری اقدامات ایسے باقی ہیں جن کے بغیر یہ قضیہ جوں کا توں باقی رہے گا،بلکہ خدشہ یہ بھی ہو سکتا ہے خدانخواستہ مزید پیچیدگیاں پیدا نہ ہوجائیں اور ہم اس اہم فیصلے کے فوائد سے محروم نہ ہو جائیں۔ آپ کا ایک عنایت نامہ پہلے آچکا تھا۔ اب یاددہانی اور تقاضے کا دوسرا خط آیا ہے،جس میں آپ نے جلد جواب مانگا ہے۔چند ضروری کرنے کے کام جو اس وقت ذہن میں آرہے ہیں،وہ درج ذیل ہیں:

(۱)۷ستمبر۱۹۷۴ء کو قومی اسمبلی نے آئینی ترمیم کے علاوہ ایک قرارداد بھی منظور کی ہے کہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ الف کے بعد دفعہ ب کا اضافہ کیاجائے جس میں درج ہو کہ ”ایک مسلمان جو محمد ﷺ کی ختم نبوت کے مفہوم مندرجہ آئینِ پاکستان دفعہ۲۶۰شق نمبر۳ کے خلاف عقیدے کا اعلان یا اس کے خلاف عمل یا تبلیغ کرے،وہ قابل سزاو تعزیر ہو گا“۔ یہ قرار دادا غالبا عجلت میں مرتب اور پاس کر دی گئی ہے اور اس کی ابتدا میں مسلمان کا لفظ رکھنے کی وجہ سے اس میں ابہام و اشتباہ پیدا ہو گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ کسی مسلمان کے متعلق یہ تصور ہی نہیں کیا جا سکتا کہ وہ اس جرم شنیع کا مرتکب ہو گا اور مرتکب ہونے کے بعد وہ مسلمان کہلانے کا مستحق رہ سکے گا۔ خود دستوری ترمیم ہی نے یہ طے کر دیا ہے کہ ایسا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہو گا،خواہ وہ مسلمان ہونے کا دعویٰ کرے،چنانچہ ان الفاظ کے ساتھ اس سزا کے اطلاق میں دشواری کا سامنا ہو گا۔لہٰذا تعزیرات پاکستان میں اس مجوزہ ترمیم کو واضح اور غیر مبہم بنانے اور اس کے مقصد تنفیذ کو آسان بنانے کے لیے ضروری ہے کہ ایک مسلمان (A Muslim)کی بجائے ایک مدعی اسلام کیا جائے، تاکہ کوئی فرد بشر مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے ہوئے ختم نبوت کے مسلمہ عقیدے و مفہوم کے خلاف کسی قوم و عمل کا اظہار نہ کر سکے۔

(۲) نیشنل اسمبلی کے فیصلے پر عمل درآمد کے لیے کچھ مزید قانون سازی بھی بالکل ناگزیر ہے۔ مثال

کے طور پر انتخابی قوانین میں ایسی ترمیم ہونی چاہیے جس کے مطابق ووٹروں کے فارم میں نام درج کراتے وقت ہر لاہوری اور ربوی مرزائی پر یہ قانوناً لازم قرار دیاجائے کہ وہ اپنے آپ کو غیر مسلموں کے خانے میں مرزائی یا احمدی لکھوائے اور ان دونوں گروہوں کا اپنے آپ کو مسلم لکھوانا جرم ہو گا، جس کی کم سے کم سزا حق رائے دہی سے محرومی ہو گی۔ رجسٹریشن ایکٹ جس کے تحت شناختی کارڈ بن رہے ہیں،ان میں بھی ترمیم ہونی چاہیے جس کی رو سے کارڈ میں بھی ایسی تصریح لازم اور غلط بیانی موجب سزا ہو۔

(۳) اسی طرح ہر ملازم حکومت پر بھی یہ لازم ہونا چاہیے کہ اگر وہ قادیانیوں کے ان دونوں گروہوں میں سے کسی ایک سے تعلق رکھتا ہے تو وہ اس کی باقاعدہ اطلاع اپنے محکمے کے توسط سے حکومت کو دے اور جو ایسا نہ کرے یا غلط اطلاع دے،اسے ملازمت کے لیے نااہل قرار دیا جائے۔

شیعہ مصنفین کی ختم نبوت کے موضوع پر تحریر کردہ کتب کے پہلے ایڈیشن کے سرورق



albasirah saqib akbar ukhuwat
92+ - 322 - 4148058 / 92+ - 308 - 9786572
Albasirah, Shah Allah Dita, Islamabad